علاقائی [illegible]

[illegible] ملتان

منعقدہ بہاول پور

۲۳ تا ۲۵ ستمبر

زیر اہتمام

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات ، حکومت مغربی

بہ اشتراک کمشنر بہاول پور ڈویژن و کمشنر ملتان

پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور

علاقائی ترقیاتی سیمینار

بہاول پور و ملتان ڈویژن

کی

روئداد

منعقدہ بہاول پور

۲۳ تا ۲۵ ستمبر ۱۹۶۳ء

زیر اہتمام

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات ، حکومت مغربی پاکستان

بہ اشتراک کمشنر بہاول پور ڈویژن و کمشنر ملتان ڈویژن

پیش لفظ

ایس - آئی - حق - سی ایس پی،

ایڈیشنل چیف سیکرٹری ، حکومت مغربی پاکستان،

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

ہم تیسرے علاقائی ترقیاتی سیمینار کی روئداد شائع کر رہے ہیں - ان سیمیناروں کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ علاقائی ترقیاتی مسائل پر سوچ بچار کیا جائے اور تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے متعلق عوام کے خیالات معلوم کئے جا سکیں - مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں کے عوام اپنے مسائل کو بہت اچھی طرح سمجھتے اور محسوس کرتے ہیں - اور انہوں نے اس سیمینار میں اپنے خیالات کا اظہار بہت عمدگی سے کیا - اس مجلس مذاکرہ میں بحث و تمحیص کا معیار بلند تھا اور ہم نے مندوبین کی آراء سے بہت استفادہ کیا ہے -

میں جناب سید دربار علی شاہ کمشنر بہاولپور ڈویژن اور جناب رفعت پاشا شیخ کمشنر ملتان ڈویژن کا انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس سیمینار کے انعقاد میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا - مجھے ان اصحاب کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اپنے مضامین اور تقاریر سے اس سیمینار کو کامیاب بنانے میں مدد کی -

میں جناب اے - ایم سعید، ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت بہاولپور کا بھی بے حد ممنون ہوں جن کی ان تھک کوششوں کی وجہ سے یہ سیمینار اتنے اعلیٰ پیمانے پر منعقد ہو سکا -

اس سیمینار میں زیادہ تر مقالے اردو میں پڑھے گئے ۔ تاہم چند مضامین انگریزی میں بھی لکھے گئے تھے ۔ جنہیں ہم اسی کتاب کے آخر میں شائع کر رہے ہیں ۔

یہاں یہ واضح کرنا نامناسب نہ ہو گا کہ مقالہ نویس حضرات کے خیالات ان کے اپنے ہیں ۔ اور یہ خیالات حکومت مغربی پاکستان، محکمہ منصوبہ بندی اور ترقیات کے نہیں ہیں ۔

فہرست

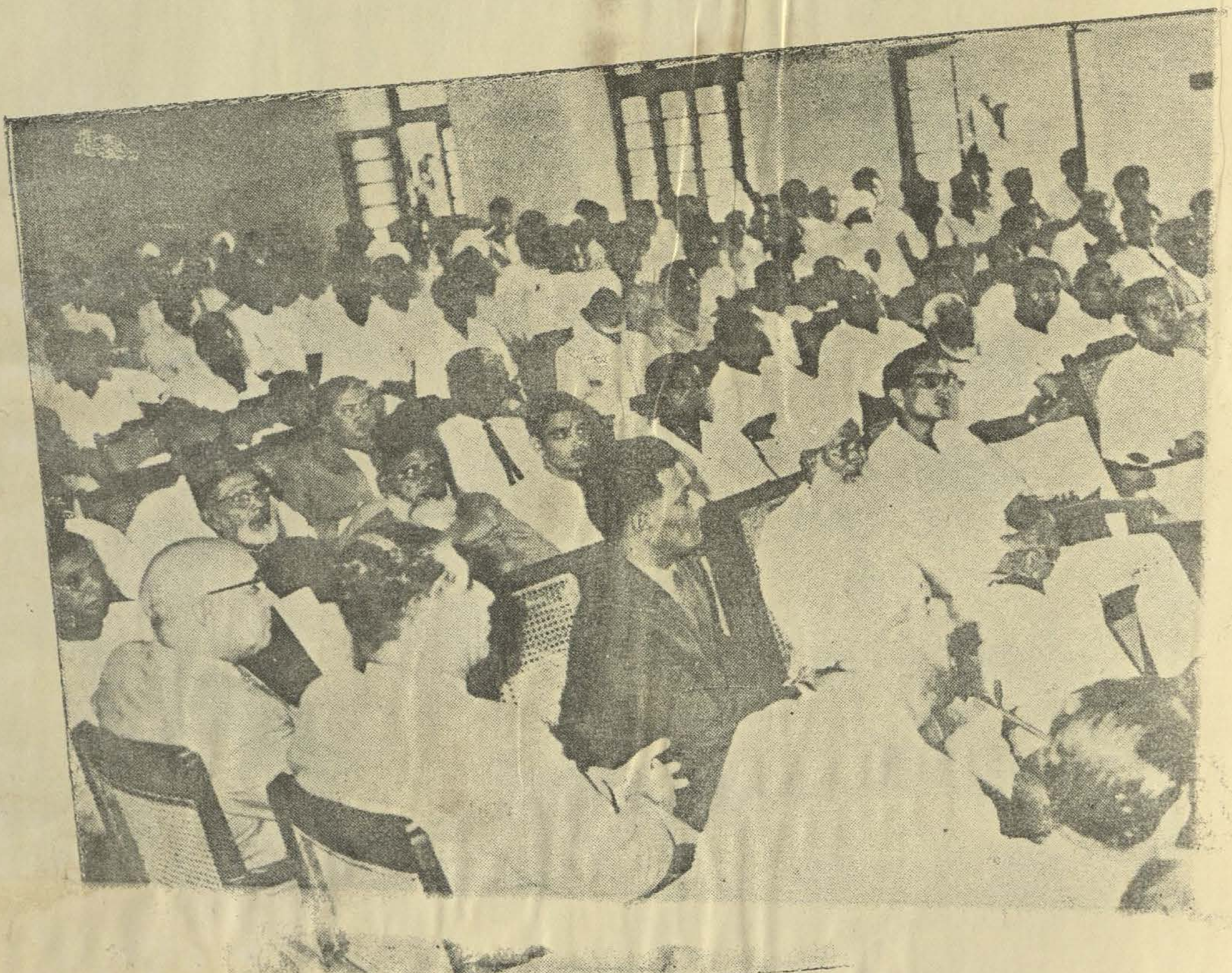
پہلی نشست

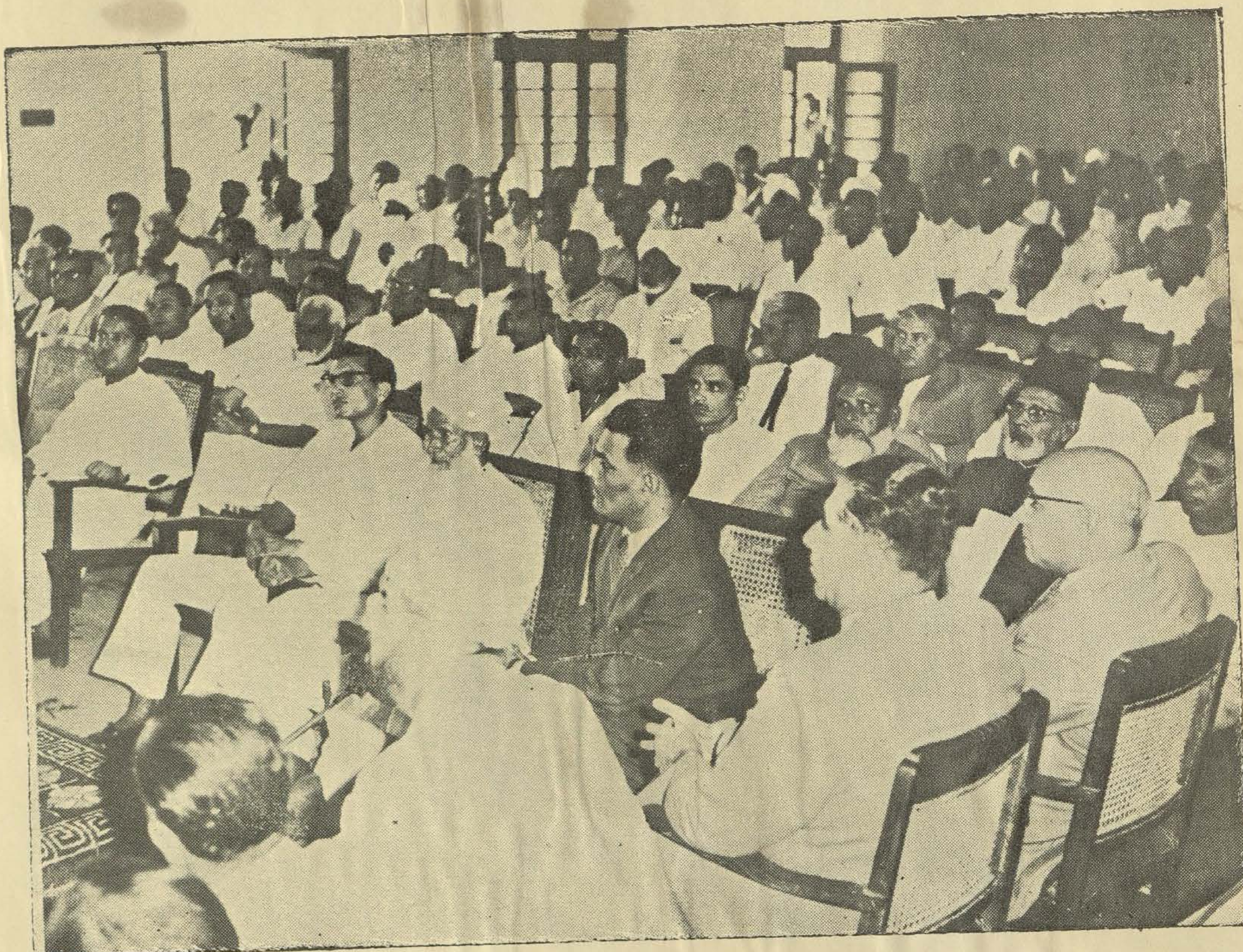
دوسری نشست

تیسری نشست

چوتھی نشست

پانچویں نشست





علاقائی ترقیاتی سیمینار ــــــــ ایک عام منظر

خطبہ استقبالیہ

از

جناب سید دربار علی شاہ - سی ایس پی - کمشنر بہاولپور ڈویژن

جناب سید احمد نواز شاہ گردیزی وزیر محنت ، امداد باھمی و سماجی بہبود حکومت مغربی پاکستان ، محترم ایس ۔ آئی حق صاحب اور معزز خواتین و حضرات !

ھمارے لئے یہ امر باعث فخر و مسرت ھے - کہ آپ اس سیمینار کا افتتاح فرما رھے ھیں - یہ سیمینار حکومت کے متعلقہ افسروں کے علاوہ ملتان اور بہاولپور ڈویژن کے بنیادی جمہوریت کے نمائندوں پر مشتمل ھے - ھم جملہ مہمانوں کا جو باھر سے تشریف لائے ھیں - تہ دل سے خیر مقدم کرتے ھیں - دیگر قابل احترام ھستیوں کے علاوہ مسٹر ایس - آئی حق صاحب کی موجودگی خاص طور پر ھمارے لئے حوصلہ افضائی کا باعث ھے -

محکمہ پلیننگ و ڈیویلپمنٹ حکومت مغربی پاکستان کی رھنمائی میں منعقد شدہ یہ سیمینار خاص اھمیت کا حامل ھے جیسا کہ شائع شدہ پروگرام سے واضع ھوتا ھے ۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ھوگا کہ علاقائی یا ڈویژنل سطح پر جو ترقیاتی کام ھو رھے ھیں - ان کا مختصر سا جائزہ لیا جائیگا - اور غالباً اس ضمن میں جو مسائل در پیش ھیں ان کا تجزیہ کیا جائیگا - تاکہ یہ معلوم ھو سکے کہ ان مشکلات کو بطریقہ احسن حل کیسے کیا جا سکتا ھے یا کم از کم ان پر قابو کیسے پایا جا سکتا ھے - اس کے علاوہ تیسرا پنجسالہ منصوبہ جو مرتب ھو رھا ھے یا اس کے متعلق ابتدائی سوچ و بچار کیا جا رھا ھے - اس کے بارے میں متعلقہ محکموں کے نمائندے ذرا وضاحت سے اپنے نقطہ نظر کو پیش کرینگے اور عوام و بنیادی جمہوریت کے نمائندوں کو بھی ایک موقع حاصل ھو گا - کہ وہ اس ضمن میں اپنی اظہار

رائے سے دوسروں کو مستفید کریں - ویسے بھی ایسے سیمینار میں ہر مسئلہ کے متعلق باھمی تبادلہ خیال اور بحث مباحثہ سے کافی مفید نتائج نکل سکتے ھیں - اور نہ صرف ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو بہتر سمجھنے میں مدد ملتی ھے - بلکہ ایک دوسرے کے تجربوں سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ھے -

بعض ایسے مسائل بھی ھیں جو مزید وضاحت طلب ھیں - اور توقع ھے کہ مختلف تقریروں اور مقالوں سے محکموں کے ماھرین ان پر اور روشنی ڈال سکیں گے - اس سال حکومت مغربی پاکستان نے بہاولپور ڈویژن کو بمقابلہ دیگر سالوں کے ایک کثیر رقم ترقیاتی پروگراموں کی تکمیل کے لئے منظور کی ھے - اس رقم کا اندازہ تقریباً ساڑھے تین کروڑ روپیہ ھے - یہی رعایت اس صوبے کے دوسرے پسماندہ علاقوں سے بھی برتی گئی ھے - اور مقصد یہ ھے کہ پسماندہ علاقے بھی رفتہ رفتہ ترقی کے اس مدار پر پہنچ جائیں جہاں پر نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ علاقے ھیں تاکہ ملک بحثیت مجموعی تسلی بخش طور پر ترقی کر سکے - اب ضرورت اس بات کی ھے کہ اس منظور شدہ رقم کا صحیح مصرف ھو تاکہ لوگوں کو ھر شعبہ میں خاطر خواہ طور پر فائدہ پہنچ سکے اور اس ڈویژن کی اقتصادی یا سماجی زندگی پر اس کا صحت مندانہ اثر ھو - اس کے علاوہ جو سکیمیں منظور کی گئی ھیں - ان کی بر وقت تکمیل بھی لازمی ھے ، تا کہ خدانخواستہ جو رقم منظور ھوئی ھے وہ سوخت نہ ھو جائے یا بے محل استعمال نہ ھو - اس سلسلے میں ایک بڑی رکاوٹ محکمانہ منظوری (Administrative Approval) میں بلا وجہ تاخیر ھے - گو اس مالی سال کے تقریباً تین ماہ گزر چکے ھیں لیکن تاھم بیشمار سکیموں کی منظوری ابھی تک نہیں آئی ھے اور اس طرح سے نہ صرف ان سکیموں کو شروع کرنے میں بلا ضرورت تاخیر ھو رھی ھے بلکہ اندیشہ ھے ، کہ اس کا افسوس ناک اثر اس سال کے ترقیاتی پروگرام پر نہ پڑے - اگر اس سیمینار میں ان امور پر بھی غور کیا جائے اور کوئی مفید نتیجہ اخذ ھو سکے یا کم از کم ایسی معقول تجاویز پیش

ہو سکیں کہ سکیموں کی تیاری اور منظوری کے طریقہ کار کو کیسے آسان اور بہتر بنایا جا سکتا ہے اور اس سلسلہ میں ہر مالی سال میں منظوری کی انتظار میں جو قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے اس کی پیش بندی کیسے ہو سکتی ہے ۔ تو میرے خیال میں ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں ملک کی ایک بڑی ضرورت پوری ہو سکے گی ۔

بنیادی جمہوریت کے تجربہ کے متعلق جو توقعات ابتدا میں قائم کی گئی تھیں وہ باوجود بعض مشکلات کے انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ کم و بیش پوری ہو رہی ہیں ۔ امسال حکومت نے PL 480 کے تحت جو دس کروڑ کی امداد اس صوبہ کے لئے منظور فرمائی ہے اس سے توقع ہے کہ دیہاتی علاقوں میں تعمیری کاموں کی تکمیل میں بڑی حد تک مدد ملیگی ۔ یہ بات بھی اطمینان بخش ہے کہ یہ پروگرام غالباً آئندہ سالوں میں بھی جاری رہیگا ۔ اور اس طرح سے خاص کر ان لوگوں کو جن میں تعمیری کام کا جذبہ تو موجود ہے مگر اقتصادی یا مالی مجبوریاں راہ میں حائل ہیں تقویت پہنچے گی ۔ تاہم بنیادی جمہوریت کے تجربے کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ نہ صرف کسی علاقے کے نمائندے اپنے گرد و پیش کے مسائل پر سوچ و بچار کریں بلکہ حتی المقدور خود انہیں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں ۔

بادی النظر میں بنیادی جمہوریت کی بنیاد خلوص ، ایثار اور جذبۂ خدمت خلق پر رکھی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو غلامی کے دور کی طرح صرف حکومت ہی کی امداد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس قسم کا رحجان ایک غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اس ضمن میں اپنی ہمت اور کدو کاوش سے بھی کام لینا ہے ۔ اور یہی روئے زمین پر ہر جگہ زندہ اور آزاد قوموں کا خاصہ ہے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آزادی کا رنگین خواب تب ہی صحیح معنوں میں شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے جب قوم آزادی کی نعمتوں سے خاطر خواہ طور پر ہمکنار ہو اور ملک

و قوم بحیثیت مجموعی نمایاں ترقی کرے - چونکہ قوم کی بھاری اکثریت دیہاتی علاقوں میں رہتی ھے اس لئے شہروں کی ترقی کے ساتھ ساتھ ضروری ھے کہ دیہاتی علاقے بھی زندگی کی نئی کروٹ لیں - اور وہاں پر بھی ترقی اور خوشحالی کے مواقع کماحقہ طور پر فراہم ہوں - گو دیہاتی علاقوں میں اس قسم کی ترقی کے خد و خال نظر آنے لگے ھیں لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ھے اور جو کچھ ھوا ھے انہیں ذرا زیادہ روشن اور اجاگر کرنے کی ضرورت ھے - اس مقصد کے حصول کے لئے یہ ضروری ھے کہ حکومت کی کوششوں کی تکمیل میں قوم پورے تعاون اور جذبہ سے کام لے -

بنیادی جمہوریت کا منشا یہ ھے کہ مقامی کونسلیں جن میں سرکاری اور غیر سرکاری ھر دو ممبران شامل ھیں اپنی متعلقہ کونسلوں میں دوش بدوش بیٹھ کر اپنے علاقے کے جملہ مسائل پر غور کریں اور ان کے لئے سکیمیں مرتب کریں - ممبران مختلف شعبوں مثلاً زراعت ، آبپاشی ، صحت ، تعلیم اور سلسلہ آمد و رفت وغیرہ میں غور و فکر کر کے مفید سکیموں کی ترتیب اور تکمیل سے اپنے علاقے کی قابل قدر خدمت کر سکتے ھیں - جہاں تک چھوٹی سکیموں کا تعلق ھے اگر مقامی کونسلیں ھمت اور کوشش سے کام لیں اور مقامی لوگوں کا تعاون اور اعتماد حاصل کریں تو کوئی وجہ نہیں ھے کہ ان میں سے اکثر کو خود پایہ تکمیل تک نہ پہنچائیں - البتہ بڑی سکیموں میں بجا طور پر حکومت سے امداد مانگی جا سکتی ھے اور مالی وسائل کی روشنی میں حکومت ایسی تجاویز پر غور بھی کریگی - لیکن جیسا کہ قبل ازیں عرض ھو چکا ھے ھمیں سب کچھ حکومت پر نہیں چھوڑنا چاھئے بلکہ خود بھی ھمت سے کام لینا چاھئے -

آخر میں میں جناب گردیزی صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ھوں کہ انہوں نے اس سیمینار کے افتتاح کے موقعہ پر یہاں تشریف لا کر ھماری

همت بڑھائی - مسٹر ایس - آئی حق صاحب اور محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات حکومت مغربی پاکستان کے دیگر افسران ہمارے خاص شکریہ کے مستحق ھیں کہ آنکی توجہ اور دلچسپی سے یہاں اس سیمینار کا اھتمام ھو رہا ھے - ڈائرکٹر صاحب بنیادی جمہوریت اور دیگر مقامی منتظمیں کی کوششیں بھی اس ضمن میں قابل داد ھیں - میں آپ خواتین و حضرات کا بھی ممنون ھوں کہ آپ نے اس سیمینار میں شرکت کر کے ھماری حوصلہ افزائی فرمائی -

خطبہ افتتاحیہ

از

جناب سید احمد نواز شاہ صاحب گردیزی

وزیر امداد باھمی ، محنت و سماجی بہبود حکومت مغربی پاکستان

آج کے اس اجتماع خاص میں جو کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبران ، بنیادی جمہوریتوں کے ممبران ، بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں کے صاحب فہم افراد اور سرکاری افسران پر مشتمل ھے ، میری موجودگی میرے لئے باعث مسرت ھے ۔ اس علاقائی سیمینار کا افتتاح ، جس کا انعقاد محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات اور بہاول پور و ملتان ڈویژنوں کے کمشنر حضرات کے باھمی تعاون کا نتیجہ ھے میرے لئے ایک بڑا اعزاز ھے ۔ اس سیمینار کا مقصد بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں کے اقتصادی ترقی سے متعلقہ مسائل پر غور و خوض کرنا ھے تاکہ تیسرا پانچ سالہ منصوبہ اس بحث و تمحیص کی روشنی میں ترتیب دیا جا سکے ۔

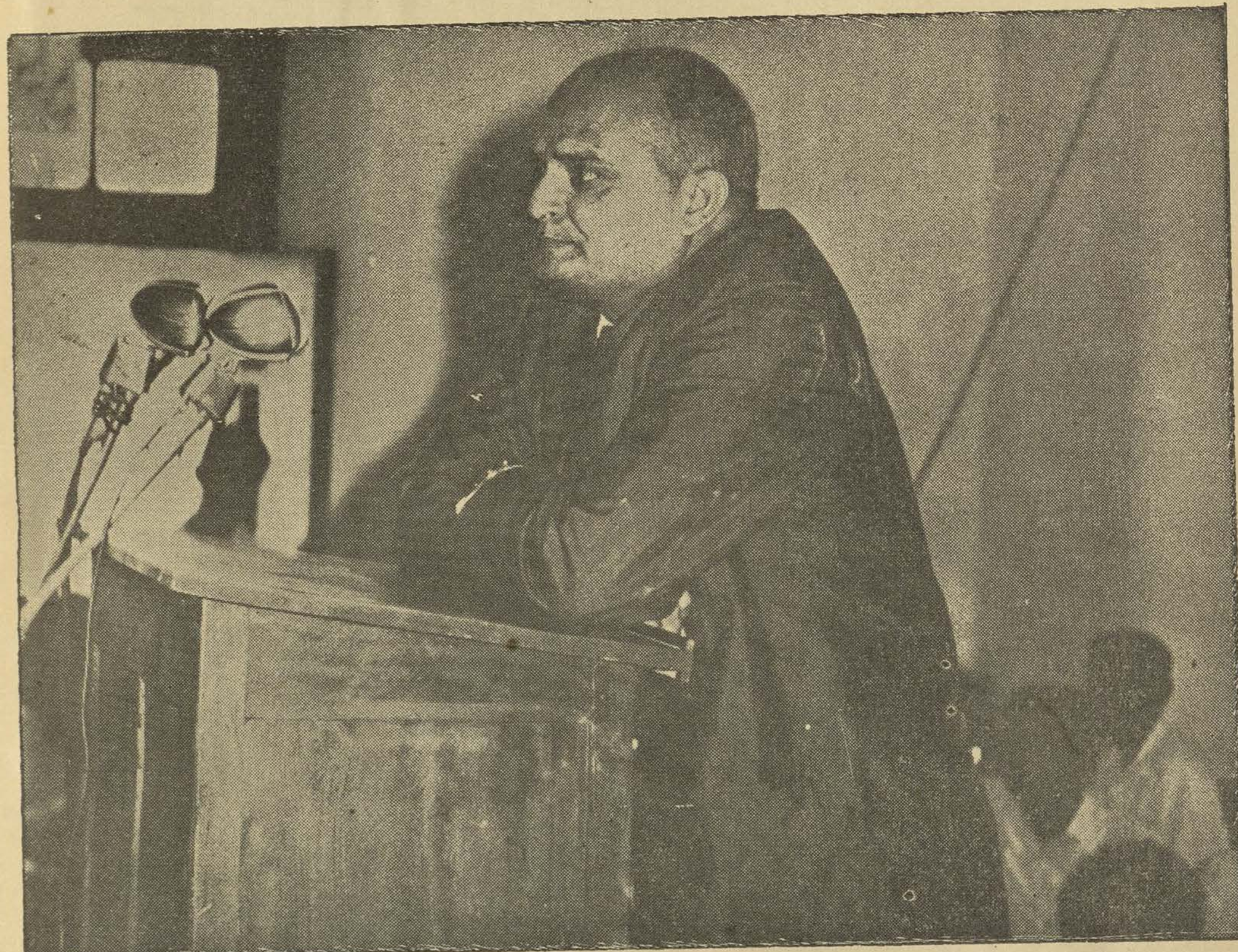
خواتین و حضرات آپ کو علم ھوگا کہ گورنر مغربی پاکستان نے تمام متعلقہ محکموں کو ھدایات جاری کی ھیں کہ ۱۹۶۳ء و ۱۹۶۴ء کا بجٹ اس طریق پر مرتب کیا جائے کہ صوبہ کے تمام امکانی وسائل صوبہ کے پسماندہ علاقوں کی اقتصادی ترقی کے لئے بروئے کار لائے جا سکیں ۔ بجٹ کا بڑا مقصد ان علاقوں کو کافی پیسہ فراھم کرنا ھے جو کہ ماضی میں کسی نہ کسی وجہ سے بے اعتنائی کا شکار رھے ھیں ۔ اس طرح نہ صرف ان علاقوں کی ترقی کی رفتار تیز تر کی جا سکے گی بلکہ تمام صوبہ یکساں طور پر ترقی کے راستہ پر گامزن ھو سکے گا ۔ درحقیقت یہ قدم مملکت پاکستان کے دستور کے عین مطابق ھے جس میں پسماندہ علاقوں

کے لوگوں کی اقتصادی ترقی بطور پالیسی شامل ہے - پہلے پانچ سالہ منصوبہ کے مصنفین مختلف علاقوں کی ترقی کی ضرورت سے بخوبی آگاہ تھے چنانچہ پہلے منصوبہ میں انہوں نے اس بات کو خاصی اہمیت دی - دوسرے پانچ سالہ منصوبہ کی تشکیل کے موقعہ پر اس نظریہ پر مزید زور دیا گیا ، موجود منصوبہ کا ایک اہم مقصد مغربی پاکستان کے مقابلتاً کم ترقی یافتہ علاقوں کی اقتصادی ترقی کی رفتار کو بڑھانا ہے - حقیقت یہ ہے کہ علاقائی ترقی اور ملکی ترقی میں کوئی باہمی تضاد نہیں ہوتا بلکہ دونوں کی ترقی ایک دوسرے سے مربوط ہے ، یہی وجہ ہے کہ ملکی ترقی کی تکمیل علاقائی ترقی کے بغیر ممکن نہیں - اس کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ کل اپنے جزو کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا - یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ اقتصادی ناہمواریاں دنیا کے تمام ممالک میں موجود ہیں اور کوئی اقتصادی نظام بھی اب تک یکساں علاقائی ترقی کا ضامن نہیں ہوا ہے - تاہم تمام اچھی حکومتوں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ ان ناہمواریوں کو دور کیا جائے اور تمام علاقوں میں یکساں ترقی کا ماحول پیدا کیا جائے - اس مقصد کے حصول کیلئے حکومت مغربی پاکستان نے ٹھوس اقدامات اٹھائے ہیں ، جس کا ثبوت سالانہ بجٹوں میں رقوم کا متواتر اضافہ ہے - گورنر مغربی پاکستان نے خاص احکامات کے تحت موجودہ بجٹ میں بہاولپور ڈویژن کیلئے ساڑھے تین کروڑ روپے کی ایک رقم خاص مختص کی ہے ، اس رقم کے مطابق سکیمیں تیار کر لی گئی ہیں اور ان کی تکمیل کے احکامات بھی جاری کر دئے گئے ہیں - مجھے امید ہے کہ مستقبل میں بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں کو زیادہ سے زیادہ پیسہ فراہم ہوتا رہیگا ، جس کے نتیجہ میں ان علاقوں میں بسنے والوں کا معیار حیات بلند ہو جائیگا اور وہ خوشحال زندگی بسر کر سکیں گے -

اس سیمینار میں آپ تیسرے پانچ سالہ منصوبہ کی روشنی میں بحث و تمحیص کریں گے ، چنانچہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس علاقہ کے

لوگ بنیادی جمہوریتوں کی وساطت سے منصوبہ بندی کے تمام مراحل پر پوری تن دھی کے ساتھ شرکت کریں ، وہ یہ بتائیں کہ کسی خاص علاقہ کی ترقی کن سطور پر کی جائے۔ یہ چیز اس لئے ضروری ھے کہ وہ اپنی ضروریات سے بخوبی واقف ھیں ۔ نہ صرف یہ بلکہ سکیموں کی تکمیل میں بھی ان کے عملی تعاون کی ضرورت ھے ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبہ کی تشکیل کا کام شروع ہو چکا ھے ، لہذا بنیادی جمہوریتوں اور مختلف محکموں کے مابین رابطہ انتہائی ضروری ھے ، اور اگر یہ رابطہ نچلی سطح پر قائم کیا گیا تو اقتصادی ترقی کے میدان میں ذمہ دار افراد کے سامنے لوگ اپنے مقامی مسائل کا مفہوم بخوبی پیش کر سکیں گے ۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی منصوبہ کی کامیابی کا دار و مدار انجام کار اس بات پر ھے کہ وہ کس حد تک لوگوں کی خواھشات کا مظہر ھے اور یہ کہ کہاں تک انہوں نے اس کی تکمیل میں حصہ لیا ھے ۔

مجھے امید واثق ھے کہ موجودہ سیمینار تیسرے پانچ سالہ منصوبہ کی تشکیل کے لئے خاصا مواد مہیا کرے گا ۔ میری دلی تمنا ھے کہ آپکا یہ مباحثہ کامیاب و کامران رھے اور میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتا ھوں کہ منصوبہ کی ترتیب اور اس کی تکمیل میں ھم صحیح نہج پر سوچیں اور عمل کریں تاکہ تمام علاقے یکساں طور پر ترقی کر سکیں اور ھم ان بلند مقاصد کو عملی جامہ پہنا سکیں جن کی خاطر پاکستان عالم وجود میں آیا ۔



جناب ایس - آئی - حق سی - ایس - پی ' ایڈیشنل چیف سیکرٹری
سیمینار کے پہلے دن اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں -

تعارف

از

جناب ایس - آئی حق

ایڈیشنل چیف سیکرٹری ، محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات، مغربی پاکستان

ریجنل سیمینار کے سلسلے کا یہ چوتھا سیمینار ہے - ہم نے پہلا سیمینار لاهور میں کیا - اس کے بعد کوئٹہ میں اور اس کے بعد حیدرآباد اور آج آپ صاحبان کے تعاون سے یہ سیمینار یہاں ہو رہا ہے - میں اپنی طرف سے اور اپنے محکمے کی طرف سے آپ صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگ یہاں تشریف لائے اور جس دلچسپی کا اظہار میں دیکھ رہا ہوں مجھے امید ہے کہ یہ سیمینار پچھلے سیمینار سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوگا - ان سیمیناروں کا مقصد جیسا کہ وزیر صاحب نے فرمایا ، یہ ہے کہ آپ صاحبان کی وساطت سے ہمیں آپکی تکالیف اور آپکی ضروریات کا بیشتر اندازہ ہو سکے تاکہ منصوبہ بندی میں ہم ان کو سامنے رکھ سکیں - میرا مقصد آج کوئی تقریر کرنے کا نہیں کیونکہ میں اور میرے افسران یہاں سننے کے لئے آئے ہیں بولنے کے لئے نہیں - ہم چاہتے ہیں کہ آپ صاحبان اپنے مسائل پہ ہم سے گفتگو کریں - ہمیں بتائیں کہ ہمارے کام میں کونسی خامیاں ہیں اور آئندہ منصوبے کو ہم کس طرح بہتر ترتیب دے سکتے ہیں - کچھ صاحبان اپنے مقالے پڑھیں گے کچھ صاحبان تقریر فرمائیں گے لیکن تین مسائل ایسے ہیں جن پر آپ کی زیادہ توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں -

پہلا مسئلہ جس پر آپ صاحبان سے مشورے کی اور آپکے خیالات کی ہمیں ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ منصوبہ میں یعنی دوسرے منصوبہ

میں کیا خامیاں ہیں اور کیا تکالیف ہیں؟ کسی وجہ سے اگر کسی سیکٹر میں کام صحیح نہیں چل رہا تو کیوں؟ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم کوشش کریں کہ یہ تکالیف تیسرے منصوبے میں نہ پیدا ہوں ۔ آپ جانتے ہیں آدمی تجربہ سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جو تجربہ اس پلان کا ہوگا وہ ضرور مفید ثابت ہوگا ۔ ہم کوشش کریں گے کہ جو خامیاں اس پلان میں رہ گئی ہیں وہ آئندہ پلان میں نہ ہوں ۔ اس ضمن میں میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب دوسرا منصوبہ بنا تو کسی وجہ سے بہاولپور کی طرف سے سکیمیں بہت کم آئیں ۔ اس کی کیا وجوہات تھیں؟ میرا خیال ہے کہ اگر میں اس میں جاؤں تو بہت وقت اسی میں گزر جائے گا ۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ بہاولپور کی طرف سے سکیمیں کم آئی تھیں اور جب منصوبہ حکومت نے پاس کر لیا تو اس کے بعد جس چیز کو ہم ڈسپلن آف پلین کہتے ہیں وہ قائم ہو جاتا ہے اور پھر اس کے باہر نہیں جا سکتے ۔ کیونکہ جب ایک منصوبہ قوم قبول کر لے اور پھر اس کے مطابق عمل نہ ہو تو وہ منصوبہ منصوبہ نہیں رہتا ۔ جیسا کہ ہمارے پہلے منصوبہ کے ساتھ ہوا تھا اور جتنی مدد دینے والے ممالک ہیں انکا سب سے بڑا اعتراض ہم پر یہ ہے کہ پہلے منصوبہ پر پورا عمل درآمد نہیں ہوا بلکہ جو سکیمیں منصوبے میں تھیں ان پر تو عمل نہ ہوا اور نئی نئی سکیمیں شامل کر دی گئیں ۔ چنانچہ ڈسپلن آف پلین کے تحت منصوبے میں شامل شدہ سکیموں سے انحراف کرنا مناسب نہیں ہے ۔ مناسب یہی ہوتا ہے کہ جو سکیمیں پچھلے پلان میں شامل نہ ہو سکی ہوں ان کو آئندہ پلان میں شامل کر لیا جاتا ہے ۔ دوسرا منصوبہ قریب الاختتام ہے اور اس کا ایک سال رہ گیا ہے ۔ جو کچھ ہمارے بس میں ہو گا وہ ہم کریں گے ۔ اب اہم مسئلہ یہ ہے کہ دوسرے منصوبے میں بہاولپور میں جو کمی رہ گئی ہے وہ ہم تیسرے منصوبہ میں پوری کریں ۔ امید ہے آپ اپنے علاقے کی تیسرے منصوبے کی ضروریات پر بحث کریں گے ۔ اور ہمیں بتائیں گے کہ کون کون سی سکیمیں ہمیں اگلے منصوبے میں شامل کرنی چاہیں ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ اگر وہ سکیمیں مفید اور کارآمد ہیں تو ان کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس ضمن میں میں اتنا عرض کر دوں کہ اس سال بہاولپور ڈویژن کو ساڑھے تین کروڑ روپیہ دیا گیا ہے تاکہ ترقیاتی سکیموں پر خرچ کیا جائے۔ ان میں سے اکثر سکیمیں ایسی ہیں جو منصوبے سے باہر ہیں اور اسکے لئے اکنامک کونسل کی منظوری کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اسکے لئے بہت وقت درکار ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے گورنر صاحب سے درخواست کی کہ اس منظوری سے قبل سکیموں پر عملدرآمد کے احکامات جاری کر دیئے جائیں تا کہ روپیہ ضائع نہ جائے۔

دوسرا اہم مسئلہ جس پر ہم بحث کریں گے وہ ہے پی ایل ۴۸۰ پروگرام۔ میں اس پروگرام کا پس منظر بتا دینا چاہتا ہوں کہ ۱۹۵۸ع میں امریکہ میں ایک کانفرنس ہوئی جہاں یہ سوال اٹھا کیونکہ امریکہ کینیڈا اور ہر امیر ملک کے پاس بے حد گیہوں اور مختلف چیزیں ہیں جن کا ذخیرہ کرنے پر وہ لاکھوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور کئی ممالک ایسے بھی ہیں جن کے عوام کے پاس نہ تو کھانے کے لئے اور نہ ہی ترقی کے لئے روپیہ ہے، یہ سوال اٹھایا گیا کیوں نہ یہ زائد اجناس غیر ترقی یافتہ ممالک کو دے دی جائیں۔ دو تین سال کے بعد امریکی حکومت نے مان لیا کہ زائد اجناس ان ممالک کو دی جائیں اور ان کو بیچ کر جو روپیہ حاصل ہو وہ اسے اپنے ترقیاتی کاموں میں لگائیں۔ چنانچہ امریکہ کے قانون پی ایل ۴۸۰ کے تحت زائد اجناس ہمیں دی جا رہی ہیں اور ان کو بیچ کر ایک فنڈ جمع ہو گیا ہے۔ اس فنڈ میں سے پچھلے سال مشرقی پاکستان کو ۱۰ کروڑ روپیہ دیا تھا لیکن ہمیں نہ مل سکا۔ مشرقی پاکستان میں بہت اچھا کام ہوا جس سے امریکی حکام بہت متاثر ہوئے اور اس سال انہوں نے مشرقی پاکستان کو بیس کروڑ روپے دئے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ انہوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ مغربی پاکستان میں شاید ہم یہ کام کر ہی نہیں سکتے۔ اس سے مجھے دکھ ہوا کہ ہم یہاں

چھوٹے چھوٹے کام مثلاً پرائمری سکولوں کی تعمیر، پینے کے پانی کی فراھمی وغیرہ کیوں نہیں کر سکتے - آخر چھ سات ماہ کی کوشش اور بحث سے ہم نے یہ منوا لیا کہ اس قسم کا پروگرام ہم بھی چلا سکتے ھیں - چنانچہ انہوں نے ھمیں دس کروڑ روپیہ دیا - انہوں نے یہ شرط لگائی ھے کہ سال رواں کے آخیر میں آ کر دیکھیں گے کہ ہم میں واقعی اس کام کے کرنے کی اہلیت ھے تو وہ روپیہ ھمیں دیں گے - اس کے علاوہ انہوں نے ایک اور شرط عائد کی ھے وہ یہ کہ جس علاقے کو روپیہ دیا گیا ہو وہ اگر اس کو استعمال نہ کر سکے تو وہ کسی اور علاقے کو دے دیا جائے - یہ دو کڑی شرطیں ھیں - ایک تو یہ کہ سارے مغربی پاکستان کو یہ ثابت کرنا ھے کہ ہم اس کام کے اہل ھیں اور دوسرے کہ جس علاقے میں روپیہ دیا گیا ھے انہیں ثابت کر کے دکھانا ھے کہ وہ واقعی اس کے اہل ھیں - اب ھمیں اس روپے کو احسن طریق پر خرچ کرنا ھے تاکہ ہم ان سے اور روپیہ لے سکیں - یہ میں آپ کو مزید بتا دوں کہ اگر کوئی علاقہ چھ ماہ تک ان رقوم کو جو اس کو دی گئی ھیں اچھی طرح استعمال نہ کر سکا تو وہ رقم اس سے لے لی جائے گی اور کسی ایسے علاقے کو دے دی جائے گی جو عمدہ کام کر رہا ہو گا - یہ روپیہ کہاں اور کن سکیموں پر خرچ کرنا ھے اس کا فیصلہ آپ خود کریں گے - یونین یا ڈسٹرکٹ کونسلیں سکیمیں مرتب کریں گی اور منظوری کے لئے بھیج دیں گی - رقم ملنے پر وہ ان سکیموں پر عملدرآمد شروع کر دیں گی - یہ آپ کو اختیار دے دیا گیا ھے کہ یہ روپیہ آپ خرچ کریں، ھمیں صرف اتنی رپورٹ چاھیے کہ کام کیسا ہو رہا ھے - البتہ کچھ کیٹیگریز (درجات) بنا دئیے گئے ھیں کہ کس کس قسم کا کام ہونا چاھیے - سب سے زیادہ اھمیت پینے کے پانی کو دی گئی ھے اور میری گزارش یہ ھے کہ اگر آپ اس کے لئے سکیمیں بنائیں تو بہت اچھا ہو گا - مخیر ممالک عوام کی بہبود کی سکیموں کو پسند کرتے ھیں - چھوٹی چھوٹی دیہاتی سڑکیں بنائیں - کلورٹ بنائیں جہاں آپ کو ضرورت ہو وہاں آپ

چھوٹی چھوٹی فینسنگ بھی لگائیں - ڈسپنسریاں قائم کریں - مگر اس میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ آئیندہ منصوبے میں غالباً یہ سکیم شامل ہو گی اور اس کے لئے روپیہ حکومت مہیا کرے گی - موجودہ پروگرام کے تحت اتنا روپیہ نہیں ہو گا کہ آپ اچھی ڈسپنسریاں بنا سکیں - اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ ۷۵ فیصدی روپیہ دیہات کے اندر خرچ ہو - اب آپ دیکھ لیجئے ، یہ آپ کے لئے سنہری موقع ہے - آپ اپنے علاقے کو ترقی دے سکتے ہیں - میں یہاں پر یہ بات پھر دہرا دوں کہ اگر ۳۱ دسمبر تک یہ دیکھا گیا کہ بعض علاقوں میں کام تسلی بخش طریقے پر نہیں ہو رہا - تو ان کے لئے مختص کی ہوئی رقم ان سے لیکر کسی ایسے علاقے کو دے دی جائے گی جہاں کام اچھے طریقے سے ہو رہا ہو گا - اس صورت میں علاقائی سوال بالکل پیدا نہیں ہو گا کیونکہ ہمیں یہ سب روپیہ خرچ کرنا ہے تاکہ مخیر ملک یہ نہ کہہ سکے کہ ہم میں روپیہ خرچ کرنے کی اہلیت ہی نہیں ہے - اس کے علاوہ اگلے سال کے لئے سکیمیں ابھی سے مرتب کر لیں تاکہ اگلے سال کے لئے روپیہ حاصل کرنے کے لئے ابھی سے جدوجہد شروع کر دی جائے -

اب میں تیسرے موضوع پر آتا ہوں ، وہ ہے تیسرا منصوبہ - بلا شبہ ہمارے مسائل بہت ہیں لیکن اگلے سال تک یہ کافی حد تک حل ہو جائیں گے - ترقی ایک ایسی چیز ہے کہ جب تک ہم سب لوگ اس کے لئے کوشاں نہ ہوں اسکا ہونا ممکن نہیں - آئندہ نسلیں بھی ترقی کے لئے گامزن ہو رہی ہیں لیکن ہمیں منصوبہ بناتے ہوئے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اگلے بیس پچیس سال میں ہمیں کیا کرنا ہے ؟ آخر ہمارا کوئی نصب العین ہونا چاہیے - صرف چار یا چھ ہسپتال یا دو سڑکیں بنا دینا ہی پلاننگ نہیں ، آپ کو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ آپ جو سکیمیں بنا رہے ہیں اس کا مقصد کیا ہے ؟ مثلاً آپ نے ہیلتھ پروگرام شروع کیا تو اس میں صرف یہی نہیں ہے کہ ۲۵ / ۳۰ دیہی مراکز صحت بنا دئیے بلکہ

دیکھنا یہ چاہیے کہ اس پروگرام سے سارے ڈویژن کی آبادی کو کس قدر فائدہ ہو رہا ہے ۔

اسی طرح تعلیم کو لے لیجئے ، تعلیم کا کیا مقصد ہے ؟ یہ کس حد تک ہونی چاہیے اور کس قسم کی ؟ اسی طرح پلان کے دوسرے شعبوں (Sectors) کے مقاصد کیا ہیں ۔ ان سب پر آپ کو اظہار خیال کرنا ہے ۔ اس سیمینار کا مقصد یہی ہے کہ آپ صاحبان ہمیں اپنی تکالیف بتائیں آپ کو ہماری نسبت اپنی ضروریات بہتر معلوم ہیں ، اگر اگلا منصوبہ بھی آپ کی رائے کے بغیر بنا تو صحیح نہیں ہو گا ۔ ہماری کوشش یہی ہے کہ تیسرا منصوبہ ایسا بنے کہ آپ سب صاحبان اس میں شامل ہوں ۔ اس سیمینار کے بعد بھی آپ اپنی ضروریات کے متعلق خیالات کا اظہار کرنا چاہیں تو ہمیں لکھ کر بھیج دیجئے ۔ ہم اس پر غور کریں گے ۔

میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

پہلی نشست

۲۳ ستمبر ۱۹۶۴ ۸-۳۰ بجے صبح

صدر : جناب ایس - آئی حق ، سی - ایس - پی

ایڈیشنل چیف سیکریٹری (ڈویلپمنٹ) مغربی پاکستان

سیکرٹری : جناب سلطان خالد جان

پروگریس آفیسر، محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات



جناب ایس آئی حق ، سی - ایس - پی ، ایڈیشنل چیف سیکرٹری
پہلے دن صدارت فرما رہے ہیں -

روئداد پہلی نشست

از

سلطان خالد جان

پروگریس آفیسر ، محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

سہ روزہ علاقائی ترقیاتی سیمینار کی افتتاحی نشست مورخہ ۲۳ ستمبر کو ۹ بجے صبح جامعہ اسلامیہ کے ہال میں تلاوت قرآن حکیم سے شروع ہوئی ۔ اس کے بعد جناب دربار علی شاہ، سی ۔ ایس ۔ پی ، کمشنر بہاولپور ڈویژن نے اپنا خطبہ استقبالیہ پیش کیا ۔ اس خطبے میں انہوں نے سیمینار کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح ہم علاقائی سطح پر ہونے والے کاموں کا جائیزہ لے سکیں گے اور جو مسائل اس ضمن میں درپیش ہیں ان کا تجزیہ کیا جا سکے گا ۔ انہوں نے کہا کہ اب دیہاتی علاقوں میں بھی ترقی کے خدوخال نظر آنے لگے ہیں ۔ انہوں نے بنیادی جمہوریت کا منشا بیان کرتے ہوئے کہا مقامی کونسلیں اپنی متعلقہ کونسلوں میں اپنے علاقے کے جملہ مسائل پر غور کریں اور ان کے لئے سکیمیں مرتب کریں ۔ ممبران مختلف شعبوں مثلاً زراعت ، آبپاشی ، صحت ، تعلیم اور سلسلہ آمد و رفت وغیرہ میں غور و فکر کر کے مفید سکیموں کی ترتیب اور تکمیل سے اپنے علاقے کی قابل قدر خدمت کر سکتے ہیں ۔

کمشنر کے بعد سید احمد نواز شاہ گردیزی ، وزیر محنت ، امداد باہمی اور سماجی بہبود ، حکومت مغربی پاکستان نے اپنے خطبہ افتتاحیہ میں کہا کہ حکومت مغربی پاکستان نئے آئین کے ماتحت کم ترقی یافتہ علاقوں کی ترقی کی رفتار تیز کرنے کی کوشش کر رہی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ علاقائی معیشت کی ترقی قومی معیشت کی ترقی کے لئے ضروری

ہے کیونکہ جزو کے بغیر کل کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ صوبائی حکومت علاقائی معاشی فرق کو ختم کرنے کی انتہائی کوشش کر رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بہاولپور ڈویژن کے لئے اس سال ساڑھے تین کروڑ کی خاص یہ رقم مختص کی گئی ہے۔ اس رقم کو خرچ کرنے کے لئے سکیمیں مرتب کی جا رہی ہیں اور حکومت نے ان کی تکمیل کے لئے احکامات جاری کر دئیے ہیں۔ جناب گردیزی صاحب نے یقین دلایا کہ آئندہ سالوں میں صوبے کے اس حصے کے لئے زیادہ رقم مختص کی جائے گی۔

سیمینار کی پہلی نشست جناب ایس اکرام الحق، سی۔ ایس۔ پی، ایڈیشنل چیف سیکرٹری، حکومت مغربی پاکستان کی صدارت میں شروع ہوئی۔ جناب حق صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ یہ سیمینار محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے ماتحت شروع کئے گئے سیمیناروں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے اور یہ اس سلسلے کا چوتھا سیمینار ہے۔ اس سیمینار کا مقصد بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس طریقے سے ہم علاقے کی تکالیف اور ضروریات کا اندازہ لگا سکیں گے اور اس کی روشنی میں بہتر طریقہ پر منصوبہ بندی کی جا سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ جب دوسرا منصوبہ بن رہا تھا، بہاول پور ڈویژن کی طرف سے بہت کم سکیمیں موصول ہوئیں اور جب منصوبہ بن گیا تو Discipline of the Plan کے اصول کے تحت اس میں ردوبدل کرنا مشکل تھا۔ امید ہے ہم اس کمی کو تیسرے منصوبہ میں پورا کر سکیں گے۔

حق صاحب نے ورکس پروگرام کے متعلق بتاتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنا کر بہت ترقی کر سکتے ہیں۔ اس سال مغربی پاکستان کو پی ایل ۴۸۰ پروگرام کے تحت ۱۰ کروڑ روپیہ دیا گیا ہے۔ اس پروگرام کا مقصد ہے کہ دیہی علاقوں میں ترقی کی رفتار تیز کی جائے اور ایسی سکیمیں مرتب کی جائیں جو علاقائی ضروریات کو پورا کریں۔ مثلاً پینے کے پانی کی سکیمیں، چھوٹی سڑکیں اور Culverts اور ڈسپنسریاں وغیرہ۔

پہلا مضمون ایم - اے وحید چیف انجینئر، بی اینڈ آر ، بہاولپور نے ''دوسرے اور تیسرے پنجسالہ منصوبے کے مطابق بہاولپور ڈویژن میں مواصلاتی سہولتوں کا تدریجی ارتقا،، پر پڑھا اور اپنے مضمون میں بہاولپور میں مواصلاتی شعبے میں ترقی کا بالتفصیل ذکر کیا ـ انہوں نے بتایا کہ ۱۹۲۳-۶۴ع میں نئی سڑکوں کی تعمیر کے لئے ۱۰ لاکھ اور زیر تعمیر سڑکوں کے لئے ۵۶٫۶۰ لاکھ روپے ملے - ان میں بہت سی سکیمیں ایسی ہیں جو پنج سالہ منصوبہ میں شامل بھی نہ تھیں - انہوں نے مزید کہا کہ سال رواں میں مالی تخصیص گزشتہ سالوں سے تین گنا ہے - مزید تمام سکیموں کے تفصیلی تخمینے عملی طور پر تیار ہیں ، ٹنڈر طلب کئے جا چکے ہیں اور تمام اہم کاموں کے لئے ٹھیکیدار مقرر ہو چکے ہیں - اس طرح سال رواں میں تمام مختص فنڈ صرف کرنے کے تمام امکانات موجود ہیں - بہاولپور میں سڑکوں کی کمی پر کافی سوالات کئے گئے - جناب سلطان محمود چیئرمین یونین کونسل پاکپٹن اور ڈویژنل کونسل ملتان نے رائے دی کہ جہاں پختہ سڑکیں موجود نہیں ہیں وہاں نہروں کی پٹریوں پر سڑکیں تعمیر کی جائیں اس طرح خرچ بھی کم آئے گا - جناب حق صاحب نے اس تجویز پر جواب دیا کہ چونکہ یہ مسئلہ پالیسی کا ہے اسلئے سیکرٹری محکمہ انہار سے معلوم کرنا پڑے گا -

دوسرا مضمون ڈاکٹر ایچ - ایچ بلگرامی ، رئیس الجامعہ، جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے ''بہاولپور کے تعلیمی مسائل ،، پر پڑھا (یہ مضمون انگریزی حصے میں شامل ہے) - انہوں نے اپنے مضمون میں تعلیمی ترجیحات اور بہاولپور کے تعلیمی مسائل کا ذکر کیا - تعلیمی ترجیحات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے تین باتوں کی طرف توجہ دلائی - اول استادوں کی تربیت کے انتظامات کئے جائیں - دوئم پیشہ ورانہ تعلیم کو فروغ دیا جائے اور سوئم سکولوں میں سائنسی سامان ، تجربہ گاہیں ، تحقیقی

سہولتیں بہم پہنچائی جائیں - موجودہ سکولوں کو بہتر کیا جائے اور نئے سکول کھولے جائیں -

بہاول پور کے تعلیمی مسائل کے متعلق انہوں نے کہا کہ اس ڈویژن میں ۲ لاکھ بچوں میں سے ۷۰ ہزار سکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ھیں - یعنی تقریباً ۳۴ فیصد اس لحاظ سے ابتدائی تعلیم میں یہ ڈویژن بہت پسماندہ ھے -

مدرسہ کی تعلیم میں کچھ ترقی ھوئی ھے لیکن یہ ابتدائی سکولوں سے کسی حالت میں بہتر نہیں ھیں - ان کی رائے میں ان مدرسوں کو ابتدائی اور مڈل سکولوں میں ضم کر دینا چاھیے -

ڈویژن کا تعلیمی بجٹ اب ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ تک پہنچ چکا ھے لیکن اس کے ساتھ مشکلات بھی بڑھ گئی ھیں - اس کا سبب یہ ھے کہ نئے احکامات کے تحت نئے سکولوں میں اساتذہ کی تنخواھوں کا ۵۰ فیصد اب یونین کونسلوں اور لوکل باڈیز کو ادا کرنا ھو گا - اس کے علاوہ انہیں سکول کی عمارت بھی مہیا کرنی ھو گی - ان کے لئے یہ بوجھ برداشت کرنا مشکل ھے - ان تمام مشکلات کو مد نظر رکھتے ھوئے یہ ضروری ھے کہ پہلے استحکام کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے - اور اسکے بعد اسمیں اپنے انفرادی اور مالی ذرائع کو پیش نظر رکھ کر توسیع کی جائے -

اس مضمون کے بعد مولانا محمد صادق نے فرمایا کہ ھماری تعلیم میں اسلامی اور اخلاقی تعلیم پر زور دیا جانا چاھیے - انہوں نے تجویز پیش کی کہ یونین کونسلیں اپنے علاقے میں اخلاقی تعلیم کی ترویج کا ذمہ اٹھائیں -

جناب اسلم غیور ، اسسٹنٹ چیف پلیننگ کمیشن نے اپنے مضمون ''بہاول پور اور ملتان ڈویژن کے زرعی مسائل تیسرے پنج سالہ منصوبے

کی روشنی میں،، پیش کیا (یہ مضمون انگریزی حصے میں شامل ہے) - جس میں انہوں نے ان دونوں ڈویژنوں کے زرعی مسائل پر ایک سیر حاصل تبصرہ کیا - اور انہوں نے کہا کہ ہماری زرعی پالیسی ایسی ہونی چاہیے کہ ہماری زرعی پیداوار بڑھے اور ہمارے کاشتکاروں کی معاشرتی اور معاشی حالات کو بہتر بنایا جائے - اسکے لئے زمین کے استعمال کو بہتر کرنا چاہیے - فی ایکڑ پیداوار میں معتدبہ اضافہ کرنا چاہیے اور کاشت کاری کے طریقوں کو بہتر بنانا چاہیے -

زرعی مسائل پر بحث کرتے ہوئے جناب سلطان محمود نے کہا کہ ڈویژن میں جنگلی سوروں کی بہتات ہو رہی ہے جو فصلوں کو بہت نقصان پہنچا رہے ہیں اس کے لئے حکومت کو فوری انسدادی کارروائی کرنی چاہیے -

مزید بحث کے دوران میں چند ایک تجاویز پیش کی گئیں -

۱ - ستلج کے پانی کو اکٹھا کر کے زرعی کاموں کے لئے استعمال میں لایا جائے -

۲ - ڈیرہ غازی خان میں بارش کے پانی کو چھوٹے چھوٹے بند لگا کر زیر استعمال لایا جائے -

۳ - زرعی تعلیم کی ترویج کی جائے -

جناب حق صاحب نے یقین دلایا کہ ان تجاویز کے متعلق غور کیا جائے گا -

تلاوت قرآن پاک بتاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۳ء

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِىْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے

وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ

اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا ۔ اے اللہ ان بتوں نے بہت لوگوں کو

النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ

گمراہ کر دیا ہے پس جس نے میری تابعداری کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ

کی پس تو بخشنےوالا اور رحم کرنیوالا ہے ۔ اے رب ہمارے میں نے اپنی اولاد کو

غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

غیر آباد وادی میں تیرے بیت‌الحرام کے پاس ٹھہرا دیا ہے ۔ اے رب تاکہ نماز

فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

قائم کریں ۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کیطرف راغب کر دے اور ان کو مختلف

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

قسم کے ثمرات کا رزق دے ۔ اُمید ہے کہ شکر کرینگے ۔

بہاولپور سول ڈویژن میں مواصلاتی سہولتوں کا تدریجی ارتقاء

از

جناب ایم ۔ اے وحید بی ۔ ایس ۔ سی (لندن) اے سی-جی (I)

ایم ۔ آئی ۔ ای ۔ پی ۔ ایس ۔ ای (I)

چیف انجینئر محکمہ تعمیرات و شارعات مشرقی خطہ بہاولپور

یہ امر موجب مسرت ہے کہ مجھے دوسرے اور تیسرے پنج سالہ منصوبے کے مطابق بہاولپور سول ڈویژن میں مواصلاتی سہولتوں کی تدریجی ترقی کے متعلق آپ حضرات کو خطاب کرنے کا اعزاز ملا ہے ۔

اس سے پہلے کہ میں اپنے موضوع کے اصل مضمون کی طرف آؤں میں موجودہ سڑکوں کے جال اور کافی تعداد میں نئی سڑکوں کی عمدہ منصوبہ بندی اور منظم طریقے سے تعمیر کی کچھ تفصیل اور اس کام کی اہمیت کی وضاحت پیش کرنا چاھتا ھوں ۔

آپ جانتے ھیں کہ مواصلات ایک ترقی کرتے ھوئے ملک کی معاشیات میں نہایت اھم کردار ادا کرتے ھیں ۔ ھمارے ملک کی خوشحالی بیشتر اس کی زرعی معشیت پر منحصر ھے پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ھے ایک متوازن دیہی معیشت کے لئے پیدا کنندگان سے صارفین تک زرعی پیداوار کی نقل و حمل کے آسان ذرائع کی موجودگی ضروری ھے تعمیر شارعات کے ایک موثر پروگرام کی اقتصادی ترقی دیہی علاقوں میں روزگار مہیا کرنے میں کافی ممد و معاون ثابت ھوتی ھے ۔ یہ دیسی خام مال اور ساز و سامان کے صرف کی گنجائش پیدا کرتی ھے اور معدنی

دولت کے کام میں لانے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے عمدہ مواصلاتی نظام کا بچھا ہوا جال نئی صنعتوں کے قیام میں مدد کرتا ہے ملک کے تمام خطوں کو قومی معیشت میں مدغم کرتا ہے متفرق دیہات کو باہم ملاتا ہے اور اس طرح غربت اور پسماندگی دور کرنے میں معاونت کرتا ہے - یہ دور افتادہ علاقوں میں بہتر صحت , تعلیمی اور تربیتی سہولتیں بہم پنہچاتا ہے - یہ روایاتی طرز بودوباش میں موثر اصلاح کرتا ہے - ملک میں لوگوں اور مال کی نقل و حرکت ارزاں اور تیز تر کرتا ہے - سامان اور ضروریات کا خرچ کم کرتا ہے ----- محنت کو حرکت میں لاتا ہے اور ملک کی مختلف وحدتوں کی موجودہ پیداواری اہلیت کے مذید استعمال میں کارآمد ثابت ہوتا ہے ایک اچھا مواصلاتی نظام تمام ترقیاتی مہمات کے لئے لازمہ ہے اس میدان میں لگایا ہوا سرمایا کئی گنا ہو کر واپس ہوتا ہے اور نجی گوشوں کے لئے صحیح قسم کا ڈھانچہ مہیا کرتا ہے کہ وہ اور اپنا کردار رضامندانہ اور معتمدانہ طور سے ادا کریں - ہمیں گوناگوں ترقیاتی کام درپیش ہیں ہماری مواصلاتی سہولتوں کی توسیع کے لئے ایک واقعی قابل عمل ماسٹر پلان کی ضرورت ناگزیر ہے یہ اہم کام بڑا عظیم ہے اور ہمیں راستی اور مردانگی سے سر انجام دینا ہے دنیا کی دیگر قومیں یہ مرحلہ طے کر چکی ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں -

جیسا کہ ہم جانتے ہیں برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں ایک لاکھ کی آبادی کے لئے ۷۷۶ میل اور ایک سو مربع میل کے لئے ۳۲۹ میل لمبی سڑک موجود ہے مگر مغربی پاکستان کے اعداد و شمار کے مطابق سنہ ۱۹۴۷ میں ایک لاکھ کی آبادی کے لئے صرف ۱۲ میل اور ایک سو مربع میل کے لئے ۲۶۸ میل لمبی سڑک موجود تھی ہم نے اس کمی کو کافی حد تک پورا کیا ہے - لیکن اگر ہمیں اپنی پسماندگی کو دور کرنا ہے - تو ہمارا اہم مقصد زیادہ نہیں تو مقررہ معیار کے کم از کم دسویں حصے

تک پہنچنا ضروری ہے - صرف اسی طور سے ہم دور اندیشی سے مستقبل میں کسی مرحلے پر تہذیب کے دروازے تک پہنچنے کی امید کرسکتے ہیں اس ارفع مثالی تصور کی تکمیل کے لئے منصوبہ بندی کے متعدد وقفے درکار ہوں گے - اور یہ کام تمام تر ہمارے اپنے ذرائع پر منحصر ہو گا -

سڑکوں کے مقررہ معیار کے دسویں حصے کے حصول کے اعتدال پسندانہ نصب العین کی تکمیل کے لئے بھی مغربی پاکستان کی موخودہ ۹۰۰۰ میل سڑکوں کے لئے تقریباً ۴۵۰۰۰ میل مزید اور بہاولپور سول ڈویژن کی موجودہ ۴۰۰ میل سڑکوں کے علاوہ مزید ۳۰۰۰ میل کیلئے منصوبہ بندی کرنا ہوگی - کوئی مقررہ و منضبط قانون نہیں جو یہ طریقہ متعین کر سکے جس سے تمام ملک میں سڑکوں کی طوالت کا اتنا بڑا توسیعی پروگرام پھیلایا جا سکے تاکہ مساوی اور متوازن ترقی یقینی ہو - مقابلتاً بنجر علاقوں میں حد سے زیادہ حوصلہ مندانہ توسیع ایسے منصوبوں میں ملک کے مٹھی بھر ذرائع کو مقید کر دے گی - جن کا کوئی کار آمد نتیجہ نہیں نکلے گا - بلکہ دوسری مقابلتاً زیادہ پیداوار دینے والی وحدتوں کو سڑکوں کی اس کم از کم طوالت سے محروم کر دینا جو کہ انکی پیداواری اہلیتوں کو حرکت میں لانے کے لئے ضروری ہے - ممکن ہے ایسا قحط پیدا کر دے جس سے وہ علاقے شاید کبھی نجات نہ پا سکیں -

پس ایک معقول طریق کار اختیار کرنا پڑے گا - جس میں ایک وحدت کے زرعی اور غیر زرعی علاقوں اور قصبوں اور دیہاتوں کی تعداد پیش نظر رکھنی ہوگی - جن کی آبادی بالترتیب ۲۰۰۰ اور ۵۰۰۰ نفوس کے درمیان اور ۵۰۰۰ اور اس سے اوپر ہے اگلے دس سال مین متوقع زرعی اور صنعتی ترقی اور موجودہ ریلوے لائن کی طوالت کو بھی مد نظر رکھنا ہوگا -

دوسری جنگ عظیم کے بعد سنہ ۱۹۴۵ میں قبل از آزادی ہندوستان کے چیف انجینئروں نے اس نوع کے مسلئے پر ناگ پور میں منعقدہ ایک

کانفرس میں اس غرض سے غور کیا تھا کہ ایک قاعدہ وضع کیا جائے جس سے کہ بعد از جنگ تعمیری کام کے سلسلے میں ترقیاتی کام کے لئے متوازن پروگرام تجویز کیا جائے ایک تجرباتی قاعدہ وضع کیا گیا جو عام طور سے گرڈ اور سٹار فارمولا کے نام سے مشہور ہے ۔

(ل = ا/۵ + ب/۲۰ + ن + ۵ٹ + ڈ − ر) اس قاعدے میں مندرجہ بالا تمام عناصر شامل تھے اور یہ شارعات کی اس متوازن لمبائی کو متعین کرنے کے لئے ایک معقول طریق کار پیش کرتا تھا جو ایک خاص وحدت کے لئے کسی خاص وقت پر پسندیدہ سمجھا جاتا تھا ۔ اگر ہم اس قاعدے کو پاکستان پر منطبق کریں تو معلوم ہوگا کہ فی‌الحال مغربی پاکستان میں اندازاً مزید ۲۴,۰۰۰ (چوبیس ہزار) میل اور بہاولپور ڈویژن میں مزید سترہ سو (۱۷,۰۰) میل سڑکوں کی گنجائش ہے ۔

مندرجہ بالا قاعدے پر مبنی ہمارا حقیر مطمح نظر پہلے اور دوسرے پنج سالہ منصوبے میں مجموعی طور پر بمشکل تقریباً ۱۵ فیصدی پورا ہوا ۔ اس کا زیادہ تر سبب یہ تھا کہ مواصلاتی پہلو کو دونوں منصوبوں کے نظم و ضبط میں نہایت ہی کم اہمیت دی گئی ۔ تیسرے منصوبے میں ہمارے کام کا آغاز تو کم مائیگی سے ہوگا مگر امید ہے کہ ہم حکومت کو ترغیب دینے کی کوشش کریں گے کہ وہ کم از کم مشرقی خطہ تعمیرات کو مندرجہ بالا قاعدے کے مطابق جو کم طوالت شارعات ملنی چاہیئے اس سے کچھ زیادہ مہیا کرے ۔

پہلے پنج سالہ منصوبے کے مطابق تجویز کیا گیا تھا کہ مغربی پاکستان میں دو ہزار پانچ سو میل اور بہاولپور سول ڈویژن میں دو سو دس (۲ ۰) میل لمبی نئی سڑکیں تعمیر ہوں گی ۔ حقیقی کارگزاری یہ تھی کہ مغربی پاکستان میں ایک ہزار چھ سو میل (۶۰۰,) میل اور بہاولپور سول ڈویژن میں ایک سو اکتالیس (۱۴۱) میل لمبی سڑکیں تعمیر ہوئیں ۔

اس کوتاھی کا باعث یہ تھا کہ ضروری منظوریاں تاخیر سے موصول ہوئیں ۔ فنڈ ناکافی ملے اور تمام شعبوں میں ترقیاتی کاموں کے زور کا جو مزید بوجھ آ پڑا تھا حکومت کو اس کا متحمل بنانے کے لئے حکومت کی رفتار کار کو تیز کرنے میں کافی وقت صرف ھوا ۔ پہلے پنج سالہ منصوبے میں مشمولہ سکیمیں اس مواد پر مبنی تھیں جو اتفاقیہ اور تھوڑے عرصے میں جمع اور تیار کیا گیا تھا ۔ یہ وقت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تھیں ۔ مقامی ضروریات بھی پوری نہ ہوئیں یہاں تک کہ موجودہ مقامی شارعاتی سہولتوں کو بھی نقصان پہونچا ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ عام بے اطمینانی پھیل گئی ۔ ترقیاتی سرگرمیوں میں اضافے کے ساتھ موجودہ سڑکوں پر گاڑیوں کی آمدورفت بڑھنی شروع ھوگئی ۔ اور اس امر کے ساتھ سڑکوں کو برقرار رکھنے میں کوتاھی کے باعث سڑکیں خراب اور خستہ ھوگئیں ۔ دوسرے پنج سالہ منصوبے میں نئی سڑکیں بڑے پیمانے پر تعمیر کرنے کی بجائے موجودہ سڑکوں کو بہتر بنانے کے کام کو اھمیت دی گئی اس منصوبے میں مغربی پاکستان میں ایک ھزار پانچ سو میل (۱,۵۰۰) موجودہ سڑکوں کو بہتر بنانے اور دو سو پچھتر (۲۷۵) میل نئی سڑکیں بنانے کی گنجائش رکھی گئی تھی ۔ بہاولپور سول ڈویژن کے حصے میں صرف ایک سو بیس میل (۱۲۰) نئی سڑکوں کی تعمیر آئی ۔ اس منصوبے میں سڑکوں کی اھمیت کی ترتیب یہ تھی :—

(۱) قومی شاھراہ

(۲) ڈویژنل ھیڈ کوارٹروں کا اتصال

(۳) ضلعی ھیڈ کوارٹروں کا ڈویژنل ھیڈ کوارٹروں سے اتصال

(۴) منڈیوں کا ضلعی ھیڈ کوارٹروں سے اتصال اور منڈیوں کا باھمی اتصال

اس منصوبے سے پھر مقامی دیہی ضروریات خارج کر دی گئیں کیونکہ

ہمارے ذرائع پہلی چار شقوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بمشکل کافی تھے -

دوسرے پنج سالہ منصوبے کی تکمیل میں بھی بعض مشکلات پیش آئیں - وسیع آبپاشی کے باعث ملک میں پانی کی سطح غیر معمولی طور پر بلند ہو گئی- ملک کے بہت سے حصے سیم کے خطرے کی زد میں آ گئے- قومی شاہراہوں پر آمد و رفت کی شدت بے حد بڑھ گئی - گاڑیوں کا بوجھ پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گیا - لہذا نئی سڑکوں کی تعمیر اور پرانی سڑکوں کو برقرار رکھنے کے لئے تخصیصات تجویز ہوئی تھیں وہ بے اثر اور نامناسب ہو کے رہ گئیں - ان امور کے ساتھ سڑکوں کی تعمیر میں ترقی دکھانے کے لئے مقامی دباؤ نے محکمے کو مجبور کیا کہ وہ سڑکوں کی تہ کی مجوزہ موٹائی اور منصوبے کی عائد کردہ مالی پابندیوں کے درمیان ایک راستہ اختیار کر کے سکیموں کو نیم پختہ حالت میں بروئے کار لائے- مزید برآں ڈائریکٹر محکمہ صنعت کے ذریعے غیر ملکی زر مبادلہ کی دفتری پر مال مہیا کرنے میں سرخ فیتہ کے باعث مناسب وقت پر مال کی باربرداری کے لئے ریل کے ڈبوں کا مہیا نہ ہونا وہ دیگر عناصر تھے جو مزید تاخیر کے موجب ہوئے- جاری کاموں کا ایک مالی سال سے دوسرے مالی سال میں جاری رکھنا سال کے بجٹ کا ایک لازمی پہلو ہے - اور اس پابندی نے بجٹ کے طریق کار اور فنڈ کی فراہمی کے تاخیر کن نظام کے باعث کاموں کی ترقی پر کافی برا اثر کیا - نہ صرف یہ کہ فنڈ دیر سے ملے بلکہ وہ اصل مطالبے سے بھی بہت کم دئیے گئے - اس باعث محکمے مجبور ہوگئے کہ وہ کام کی رفتار سست کر دیں اور آئندہ سالوں میں کام کی ترقی دکھائیں -

مندرجہ بالا مشکلات کے باوجود موجودہ منصوبے کے پہلے تین سال میں ہم نے بہاولپور سول ڈویژن میں منصوبے میں شامل سکیموں کے ۴۳ میل اور منصوبے سے باہر اسکیموں کے ۲۲ میل کا اضافہ کیا ہے

امید ھے کہ آئندہ دو سالوں میں ہم ان کارھائے نمایاں میں خاصا اضافہ کریں گے ۔ مواصلاتی گوشے میں بہاولپور سول ڈویژن کبھی اپنے حقوق پیش کرنے میں پیچھے نہیں رہا وحدت مغربی پاکستان بننے کے بعد منصوبے کے پہلے تین سالوں میں اسی ڈویژن کو فنڈ کی مندرجہ ذیل تخصیص ہوئی :—

مطالبہ	تخصیص
۱۰۹ء۰ لاکھ	۳۳ء۴۲ لاکھ
۹ء۴۴ لاکھ	۳۰ء۸۴ لاکھ
۳ء۵۰ لاکھ	۲۹ء۹۵ لاکھ

اگر منصوبے میں پورے مغربی پاکستان کے مالی حصے کو دیکھا جائے تو مذکورہ بالا رقم بہاولپور کے متناسب حصے سے زیادہ ھے ۔ یہ امر واضح کرتا ھے کہ حکومت سابق ریاست بہاولپور کے علاقہ میں سڑکوں کی ترقی کو کتنی اہمیت دیتی ھے ۔ دراصل خود گورنر صاحب نے متعدد مواقع پر اس پس ماندہ اور الحاق شدہ علاقے سے ترجیحی سلوک کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ھے ۔

حکام کی ذاتی دلچسپی کے باعث خوش قسمتی سے بہاولپور ڈویژن کو سال ۶۴-۱۹۶۳ء میں صرف نئی سڑکوں کی تعمیر کے لئے ۵۱ لاکھ اور زیر تعمیر سڑکوں کے لئے مزید ۵۹ء۶۰ لاکھ روپے ملے بہاولپور کے وزیر صاحب کی ان تھک کوششیں بھی اس ترجیحی سلوک کا باعث ھیں ۔ مزید برآں بہت سی سکیمیں جن کے لئے فنڈ موصول ہوئے پنج سالہ منصوبے میں بھی شامل نہ تھیں ۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ھے کہ کمشنر صاحب بہاولپور نے کس قدر جوش اور کس خوش تدبیری سے ان سکیموں کے لئے تمام سطحوں پر کوشش کی حتیٰ کہ وہ انہیں سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کرانے میں کامیاب ہو گئے نہ صرف

یہ بلکہ یہ بھی انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ صوبائی ترقیاتی ورکنگ پارٹی کا اجلاس ماہ اگست ۱۹۶۳ء کے شروع میں ہوا اور سکیمیں پاس ہو گیئں ۔ اس منظوری سے پہلے ہی انہوں نے حکومت سے یہ اجازت بھی حاصل کر لی کہ ان سکیموں پر جو منصوبے سے باہر ہیں کام شروع کر دیا جائے حالانکہ ان کے لئے مرکزی ترقیاتی پارٹی کی اقتصادی کونسل کی منظوری ضرور ہوا کرتی ہے صرف دو مہینے میں فنڈ فراہم کرانے ، سکیمیں پاس کرانے اور کام شروع کرانے کا سہرا انہی کے سر ہے ۔ سیکرٹری حکومت مغربی پاکستان محکمہ شارعات و عمارات نے بھی سکیموں کو نہایت کم عرصے میں پاس کرا کے اور زائد سٹاف کے مطالبے کی منظوری جلد بھیج کر تعاون کا ثبوت دیا ہے محکمہ مالیات نے بھی زائد عملہ کی اتنی جلد منظوری دیکر بڑی فیاضی کا ثبوت دیا ہے اس سے ان کی اس فکر کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ ۶۴-۱۹۶۳ء کی سکیموں کو مکمل دیکھنا چاہتے ہیں ۔ موجودہ سال کی مالی تخصیص گذشتہ سالوں سے تین گناہ سے بھی زیادہ ہے اس لئے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ بہاولپور سول ڈویژن میں محکمانہ نظام کی تنظیم نو کی جائے ۔ مزید کام کے لئے ایک نیا ڈویژن رحیم یار خاں ہیڈ کواٹر پر قائم کر دیا گیا ہے ۔ تین نئے سب ڈویژن رحیم یار خاں ، لیاقت پور اور بہاول پور کے مقامات پر کھول دیئے گئے ہیں ۔ اسی لئے روجھان سب ڈویژن بند کر دیا گیا ہے اور اسے بہاولپور منتقل کر دیا گیا ہے ۔

نئی آسامیوں پر تقرریاں ہو گئی ہیں ۔ اور کام شروع ہونے کو تیار ہے موجودہ مالی سال کے جو تین مہینے گزر گئے ہیں ۔ ضائع نہیں ہوئے تمام سکیموں کے تفصیلی تخمینے عملی طور پر تیار ہیں ۔ ٹنڈر طلب کئے جا چکے ہیں ۔ اور تمام اہم کاموں کے لئے ٹھکیدار مقرر ہو چکے ہیں ۔ اور موجودہ مالی سال میں تمام مختص فنڈ صرف کرنے کے تمام تر امکانات موجود ہیں ۔ یہ ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ ان ۲۱ (اکیس) سکیموں

کا تفصیلی جائزہ لیا جائے جو امسال سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل ھیں صرف یہ کہنا ھی کافی ھے کہ یہ سکیمیں ۳۲۰ میل لمبی سڑکوں پر مشتمل ھیں جن کی لاگت اندازاً ساڑھے تین کروڑ روپے ھے اور حسب منصوبہ یہ تین سے چار سال تک مکمل ھو جائیں گی ۔ منصوبے کے مطابق ۱۹۶۳-۶۴ء کے دوران میں مٹی ڈالنے کا کام پل اور پلیوں کی تعمیر اور فراھم شدہ فنڈ کی حد تک ضروری سامان کی فراھمی ھو جائے گی اور باقی ماندہ کام اگلے دو تین سال میں مکمل ھو جائے گا ۔

اگر دوسرے پنج سالہ منصوبے کے آخری سال میں ایک کروڑ روپیہ فراھم ھو جائے تو قوی امید ھے کہ بہاولپور سول ڈویژن کی موجودہ ۴۵۹ میل شارعاتی طوالت میں مزید ایک سو میل پختہ سڑکوں کا اضافہ ھو جائیگا ۔ یہ بذات خود ایک شاندار کارنامہ ھو گا ۔

کچھ پرانی سکیمیں جو یا تو مکمل ھو چکی ھیں یا تکمیل کے قریب ھیں اور جن کا ڈویژن کی معیشت پر گہرا اثر ھے وہ ھیں ریتی پنجند روڈ بستی ملوک بہاولپور روڈ ، بہاولپور ، بہاولنگر روڈ ھیڈ اسلام، حاصلپور ہارون آباد لنک روڈ اور قبولا بہاولنگر روڈ ۔

۱۱۴ میل لمبی ریتی پنجند روڈ کی تکمیل نے کراچی، لاھور، پشاور قومی شاھراہ کا افتتاح کر دیا ھے ۔ نتیجتاً آمدورفت میں بے حد اضافہ ھوا ھے ۔ پنجند کے مقام پر آمدورفت میں ۱۹۵۰ء کے اعداد وشمار سے ۲۶۰۰ فی صد اضافہ ھو گیا ھے ۔

ساٹھ میل لمبی بہاولپور ، ملتان بستی ملوک روڈ بھی مکمل ھو گئی ھے ۔ اس سڑک نے بہاولپور اور ملتان میں ۷۸ میل کا فاصلہ کم کر دیا ھے اور باوجود اس کے کہ بہاولپور کے نزدیک دریائے ستلج پر کشتیوں کا پل عبور کرنے یا کشتی کے ذریعہ دریا پار کرنے کی تکلیف ھنوز موجود ھے ۔ اس سڑک پر آمد و رفت میں ایک سو ستر (۱۷۰) فی صد اضافہ ھوا ھے ۔

گیارہ میل لمبی قبولہ بہاولنگر سڑک کی تکمیل سے ۱۹۵۵ء سے اب تک آمد و رفت میں ۳۰۰ فی صد اضافہ ہوا ہے دراں حالانکہ قبولہ پر کشتیوں کے پل کی تکلیف موجود ہے۔ اس سڑک کی تعمیر سے بہاولنگر اور منٹگمری کے درمیان فاصلہ ۱۰۴ میل کم ہو گیا ہے۔ ہیڈ اسلام ورکس حاصل پور سڑک حال ہی میں مکمل ہوئی ہے اس پر ٹریفک بہت زیادہ ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے۔

بہاولپور، بہاولنگر سڑک ۸۰ فی صد سے زیادہ تعمیر ہو چکی ہے توقع ہے کہ جب یہ اہم سڑک مکمل ہو گی تو بہاولپور اور بہاولنگر کے درمیان آمد و رفت بہت زیادہ بڑھ جائے گی، یہ سڑک سال رواں میں ہر لحاظ سے تیار ہو جائے گی۔

ان سکیموں کے مکمل ہو جانے سے اس علاقہ میں بیداری پیدا ہو رہی ہے اور عوام مزید پختہ سڑکوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ عوام کی اس خواہش کی آواز بنیادی جمہوریتوں کے ممبر اٹھا رہے ہیں۔

موجودہ حکومت نے بنیادی جمہوریتوں کا نظام قائم کرکے عوام کو سکیموں کی تیاری کے کام میں ابتداهی سے ساتھ رکھا ہے اس طرح عوام ترقیاتی سکیموں اور ان کے عملی جامہ پہنانے کے کام سے روشناس رہتے ہیں اب سڑکوں کی تعمیر کی تجاویز ضلعی کونسل میں پیش ہوتی ہیں۔ جہاں سے یہ ڈویژنل کونسل کو منظوری کے لئے بھیجی جاتی ہیں۔ ڈویژنل کونسل ان پر غور کرکے انہیں منظور کرتی ہے اور محکمہ متعلقہ کے علاقائی دفتر کے ذریعے حکومت کو بھیجتی ہے۔ بہاولپور سول ڈویژن میں ایک عمارات و شارعات کی سب کمیٹی تشکیل کی گئی ہے۔ جس میں ڈویژن کے تینوں اضلاع کی نمائندگی کے لئے سات غیرسرکاری ممبر شامل ہوتے ہیں اور تین سرکاری ممبر، یعنی دو اضلاع کے ڈپٹی کمشنر اور چیف انجینئر تعمیرات جو کہ اس کے کنوینر بھی ہیں۔ اس کمیٹی کا مقصد نئی سکیموں

پر غور کرنا اور زیر تعمیر کاموں کی ترقی کی نگرانی کرنا ھے ۔ بہاولپور ڈویژن کی تینوں ضلعی کونسلوں نے اپنے اپنے ضلع کی سڑکوں کی توسیع کے بڑے عالی حوصلہ پروگرام بنائے ھیں ۔ اور تیسرے پنج سالہ منصوبے میں ۱۹۰۰ میل لمبی مزید سڑکیں شامل کرنے کی شفارش کی ھے ۔ ان اعداد و شمار سے وقت کے تقاضے اور عوامی رحجان کا اندازہ ھوتا ھے ۔ عوام ملک کے ترقیاتی پروگرام میں تعمیراتی کام کو اس کے جائز مقام پر دیکھنا چاھتے ھیں جو عرصہ دراز تک التوا کا شکار رھا ھے ۔ ان تجاویز پر عمارات و شارعات کی سب کمیٹی اگلے اجلاس میں مناسب غور کرے گی اور ان کو آخری شکل دے کر حکومت کو بھیج دے گی ۔

دو اھم عناصر جو پنج سالہ منصوبے کے شارعاتی گوشے میں قابل قبول سکیموں کی شمولیت کی راہ میں حائل ھوتے ھیں وہ ھیں محدود ذرائع اور غیر ترقیاتی اخراجات کا صوبائی مالیہ پر مسلسل بوجھ ۔ غیرترقیاتی اخراجات ھر منصوبے کی تکمیل کے بعد بے حد بڑھ جاتے ھیں اور میری رائے میں ھمارے راستے میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ھے ۔ یہ امر حکومت کے بڑے بڑے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے راستے میں حائل ھے ۔ کیونکہ غیر ترقیاتی فنڈ کی کمی کے نتیجے میں اچھی دیکھ بھال نہ کر سکنے کے باعث کاموں کے ضائع ھونے کا اندیشہ ھوتا ھے ۔ خاص طور پر جب کہ کاموں کو برقرار رکھنے کی سہولتوں کی کمی زیر زمین پانی کی سطح کی بلندی اور آمد و رفت کی زیادتی کے باعث پرانی سکمیں بھی ماضی میں خراب ھوتی رھی ھیں ۔

اس کا مداوا صرف یہ ھے کہ غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کرنے کے طریقے سوچے جائیں ۔ اور یہ یقین کیا جائے کہ ان سکیموں پر جو تیسرے پنج سالہ منصوبے میں شامل ھیں یہ خرچ کم سے کم ھو ۔ یہاں یہ ذکر کرنا بے جا نہ ھو گا کہ پختہ سڑکوں کے لئے مروجہ تخصیصات کی بجائے ایک انچ سے دو انچ موٹی لک اور بجری کی تہہ بچھائی جائے اس سے نہ

صرف ہموار اور ٹریفک کے لئے عمدہ سطح حاصل ہوگی بلکہ سڑک کو برقرار رکھنے کا خرچ بھی کافی کم ہو جائے گا۔ اندازہ ہے کہ عام طور پر لک بجری کے تین کوٹوں پر ۱۵۰۰۰ روپے فی میل کے موجودہ خرچ کے بجائے ۳۵۰۰۰ روپے فی میل ایک انچ سے دو انچ لک اور بجری کی تہہ بچھانے پر صرف ہوگا۔ اس سے ۲۰۰۰ روپے فی میل کا بار بار ہونے والا خرچ اگلے پندرہ سے بیس سال تک کم از کم ستر (۷۰) فیصد کم ہو جائے گا۔

اسی طرح موجودہ سڑکوں کو بہتر بنانے کی تخصیصات میں ایسی ہی تبدیلی سے موجودہ سڑکوں پر غیر ترقیاتی خرچ اسی تناسب سے کم ہو جائے گا۔

اگرچہ ان تبدیلیوں سے تعمیری اخراجات کی صورت میں زائد خرچ ہوگا۔ مگر اس سے غیر ترقیاتی اخراجات عملی طور پر موجودہ لاگت کا تیسرا حصہ رہ جائیں گے اور حکومت کے لئے آسان ہو جائے گا کہ شارعاتی پروگرام کی توسیع اعلیٰ پیمانے پر کر سکے۔ مزید برآں عملے پر صرف ہونے والا غیر ترقیاتی خرچ بھی کافی کم ہو جائے گا۔

یہ احتیاط منصوبہ کی تکمیل کے بعد آئندہ پندرہ بیس سال کے آزمائشی دور میں کی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد ان ترقی یافتہ ذرائع آمد و رفت کے سبب ملکی معشیت ان کی برقراری کے مصارف میں خود کفیل ہو جائے گی۔

یہ امر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ لاگت اور منفعت کے تناسب کی تفصیلات کا مطالعہ کیا جائے جو بالواسطہ ایسے منصوبوں کے روبہ عمل لانے سے ان کے خود کفیل ہونے تک حاصل ہوتا ہے۔

دوسری نشست

۲۳ ستمبر ۱۹٦۴ء   ۳-۳۰ بعد دوپہر

صدر :   جناب ایس - آئی حق - سی - ایس - پی

ایڈیشنل چیف سیکرٹری (ڈویلپمنٹ) مغربی پاکستان

سیکرٹری :   جناب ذکا اللہ نائک - پی - ایس - سی

ڈپٹی ڈائریکٹر (پراجیکٹس) محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

روئداد دوسری نشست

از

ذکاء اللہ نائیک پی - سی - ایس

ڈپٹی ڈائریکٹر (پراجیکٹس) محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

سید واجد علی گیلانی نے مقالہ بعنوان ''بہاولپور اور ملتان کی کمشنریوں میں زرعی اور صنعتی ترقی میں تحریک امداد باھمی کا کردار پڑھا۔'' گیلانی صاحب نے تجویز کیا کہ تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں چھوٹے کاشتکاروں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ زرعی ترقی، بہتر آبپاشی، تخم و کھاد کی فراھمی اور مشینی کاشت کے لئے جنس اور مشترکہ مفاد کے لئے کاروباری انجمنیں قائم کریں۔ صاحب مقالہ نے بتایا کہ قیام پاکستان کے بعد محکمہ امداد باھمی کو مختلف تجارتی کاروبار اور فیکٹریاں چلانے کا کام سپرد کیا گیا۔ مزید برآں اراضی کی تقسیم اور اس کا انتظام بھی انجمنوں کے سپرد کیا گیا۔ انجمنوں نے یہ کام نہایت خوش اسلوبی سے نبھائے۔ محکمہ انجمن امداد باھمی نے تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز ملتان اور بہاولپور کی کمشنریوں کے لئے پیش کی ھیں:—

(۱) زرعی قرضہ کی انجمنوں کا استحکام کیا جائے۔

(۲) مشینی کاشت و امداد باھمی کے طریق پر ٹیوب ویلوں کو فروغ دیا جائے۔

(۳) خرید و فروخت کی انجمنیں قائم کی جائیں۔

(۴) چینی کے کارخانے، پھلوں کو محفوظ کرنے کے کارخانے اور اون کی صفائی کے کارخانے قائم کئے جائیں۔

(۵) دیہاتی اور سروس کوآپریٹو سوسائیٹیز میں تخم اور کھاد کے لئے گودام تعمیر کئے جائیں ۔

(٦) صنعتی اشیا کو عوام تک مناسب نرخوں پر پہنچانے کے لئے انجمنیں قائم کی جائیں ۔

(۷) نادار لوگوں کے لئے مکانات تعمیر کرنے کے لئے انجمنیں بنائی جائیں۔

مرزا ثناءاللہ خاں نے مقالہ بعنوان ''بنیادی جمہوریتوں کے ترقیاتی پروگراموں کی تیاری اور تکمیل میں مشکلات اور ان کا حل،، پڑھا ۔ مرز صاحب نے فرمایا کہ ڈسٹرکٹ اور ڈویژنل سطح پر بنیادی، جمہوریت کا نظام انتہائی قابل تعریف ہے ۔ لیکن ابھی تک کارکردگی کے عملی نتائج مرتب نہیں ہوئے ۔ عوام ٹیکسوں کو ناپسند کرتے ہیں ۔ عوام کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ترقیاتی سکیمیں ، ٹیکسوں کی ایزادی کے بغیر ، زیر عمل نہیں لائی جا سکتی ۔ ہماری تعلیمی پس ماندگی کو دور کرنے کے لئے تعلیم بالغاں کے مراکز کھولے جائیں ۔ ترقیاتی سکیموں کو زیر عمل لانے کے لئے بنیادی جمہوریتوں کے اختیارات وسیع تر کئے جائیں ۔ گورنمنٹ کے محکموں کو تاکید کی جائے کہ بنیادی جمہوریتوں کے اداروں سے تعاون کریں اور ان کو ترقیاتی سکیموں کے سلسلہ میں ضروری معلومات بہم پہنچائیں ۔ قوم کے کردار کو اخلاقی اعتبار سے مضبوط کیا جائے ۔ عوام اور سرکاری ملازمین کے درمیان اشتراک کار کے جذبہ کو تقویت دی جائے ۔ غلام حیدر وائیں صاحب نے اپنا مقالہ ''تیسرے قومی ترقیاتی منصوبے کا تخیل،، پڑھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ترقی یافتہ قوموں کے دانشور اس طریق سے منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ اپنے محدود وسائل کے دائرہ میں ہی عوام اقتصادی خوش حالی سے ہمکنار ہو جائیں ۔ مزید برآں یہ ضروری ہے کہ اقتصادی اور سماجی زندگی کے تمام شعبے قومی سطح پر اس طرح ترقی کریں کہ ان

کا باھمی توازن درست رھے ۔ تیسرے پنج سالہ منصوبہ کی تکمیل کے لئے لازم ھے کہ ھر یونین کونسل اور یونین کمیٹی اپنے حلقے کی ضروریات کا مکمل جائزہ لے ۔ اور ان ضروریات کو ملحوظ رکھ کر ھر یونین کونسل یا یونین کمیٹی اپنا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ مرتب کرے ۔ اسی طرح ھر ڈسٹرکٹ کونسل اور ڈویژنل کونسل ترقیاتی پروگرام مرتب کرے ۔ ضروریات کا جو جائزہ مرتب ھو ان کو مدنظر رکھ کر منصوبہ بندی کمیشن کے ماھرین ، منصوبہ مرتب کریں ۔ اس طرح یہ قومی ترقیاتی منصوبہ نچلی سطح پر تین ذیلی ترقیاتی منصوبوں کو خود بخود عملی صورت عطا کر دے گا ۔ اس سے قومی منصوبہ بندی کی داغ بیل عوامی امنگوں پر استوار کی جائے گی ۔ غلام حیدر صاحب نے فرمایا کہ تیسرے پنج سالہ منصوبہ میں بھاری صنعتوں میں سب سے پہلے ان سکیموں کو ترجیح دی جائے جو ھماری زرعی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کام دے سکیں جن سے اس قسم کی مشینری اور فاضل پرزہ جات تیار کئے جائیں جو ھماری دیگر ملکی صنعتوں کو فائدہ پہنچا سکیں ۔ صنعتوں کی تقسیم اس طرح سے نہ کی جائے کہ چند محدود افراد میں مرکوز ھو جائے ۔ رھائشی اور مواصلاتی نظام کی ترقی اور ترویج کے لئے اس طرح سے منصوبہ بندی کی جائے ۔ کہ قومی ترقیاتی منصوبے کے تحت ، میونسپل کمیٹیاں، ڈسٹرکٹ کونسلیں ، صوبائی اور مرکزی حکومتیں مشترکہ طور پر سرمایہ فراھم کریں اور عوام کے لئے مکانات اور سڑکیں تعمیر کریں ۔ تعلیمی میدان میں اس طریق سے منصوبہ بندی کی جائے کہ کلرک کی بجائے انجینئر ، ڈاکٹر ماھرین تعلیم ، ماھرین زراعت اور سائنسدان تعلیمی درس گاھوں سے پیدا ھوں ۔ اس کے لئے ھمیں تعلیمی اداروں کی ھر سطح پر فنی تعلیم کا انتظام کرنا چاھیئے ۔ علاوہ ازیں ھماری حکومت نے ۱۹۵۸ء کے انقلاب سے اب تک بہت سے کمیشن قومی سطح پر قائم کئے ھیں ۔ تیسرا قومی منصوبہ مرتب کرتے وقت کمشنروں کی رپورٹوں کو ملحوظ رکھا جائے ۔

نجم الدین لغاری صاحب نے اپنا مقالہ ''تعلیمی مسائل اور ان کا حل،، پڑھا ۔ لغاری صاحب نے فرمایا کہ تعلیمی مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں :-

(۱) درسی مسائل

(۲) غیر درسی مسائل

تعلیمی مسائل پر غور کرنے سے پہلے اپنی قوم کی نفسیات کو مدنظر رکھنا چاہئیے ۔ ہم نے اسلام کے نام پر قوم کو متحد کر کے اتنا عظیم ملک حاصل کیا ہے اور اب بھی اسلام کے نام پر قوم سے ہر قربانی لے سکتے ہیں ۔ ہمارا موجودہ نصاب تعلیم طالب علم کے سیرت اور کردار کو اسلامی سانچے میں نہیں ڈھالتا ۔ اسلامی نظریہ فکر کے چند نکات بحیثیت اعتقادات اس کے پاس محفوظ ہوتے ہیں لیکن آن کی گہرائی اور سچائی اس پر واضح نہیں ہوتی ۔ اور عملی اعتبار سے وہ اپنے سہارے سے ، اپنے مسائل حیات حل نہیں کر سکتا ۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے دین اور دنیا دو مختلف چیزیں نہیں ہیں ۔ ہمارے تعلیمی اداروں پر لازم ہے کہ وہ عملی زندگی میں دین اور دنیا دونوں کو نباہ سکیں ۔ ان اداروں کا تحصیل شدہ طالبعلم دنیاوی علوم اور دینی علوم سے بخوبی آگاہ ہو۔ ہمارے دینی علماء اور مغرب زدہ اصحاب کا ذہنی بعد غیر ضروری ہے ۔ ہماری ترقی کے لئے ناگریز ہے کہ دونوں طبقات ایک دوسرے کے قریب آئیں ۔ ہمارے نصاب میں انگریزی زبان کو جو موجودہ اہمیت حاصل ہے وہ غیر ضروری بلکہ مضر ہے ۔ بیرونی ممالک میں معتدد ایسی مثالیں ہیں کہ ان قوموں نے بعض اوقات تعلیم کے فروغ کے لئے ۴۰ سے ۶۰ فیصدی تک اپنے بجٹ کا حصہ خرچ کیا ہے ۔ ہماری حکومت کی ذمہ داری صرف ابتدائی تعلیم تک محدود ہے اور ثانوی اور اعلی تعلیم کے لئے حکومت پرائیویٹ اداروں کو فروغ دینا چاہتی ہے ۔ پرائیویٹ اداروں میں ایسا ماحول نہیں پیدا ہو سکتا جو ہمارے ملکی اور ملی مقاصد کا متقاضی ہو ۔ یہ ادارے کم و بیش

تجارتی صورت اختیار کر چکے ھیں - ھمارے عام تعلیمی اداروں کا معیار روز افزوں پست ھوتا جا رھا ھے - لازم ھے کہ ھماری حکومت ابتدا سے آخر تک تمام تر ذمہ داری درس و تدریس خود سنبھالے اور طالبعلموں کی تدریس اور تربیت کا انتظام کرے - اس طرح ھر ادارے کے ساتھ دارالاقامت کی ضرورت ھو گی - اس سکیم کو عملی طور پر نافذ کرنے کے لئے دو مشکلات ھونگی - اولاً ، والدین کو بچوں کی جدائی برداشت کرنا پڑے گی - والدین یہ جدائی ، بچوں کی بہتری کے پیش نظر قبول کر لیں گے - دوئم اس عظیم منصوبہ کے لئے اخراجات بہم کرنا ھے - اس مسئلہ کا حل یہ ھے کہ ایجوکیشنل سس (Educational cess) لگایا جائے - جب ھماری قوم کو یقین ھو جائے گا کہ یہ رقم ، ایماندارنہ طور پر ان کے بچوں کی تعلیم و ترتبیت پر صرف ھو گی تو وہ بخوشی حکومت سے تعاون سے کرے گی - آمدن کا ایک طریقہ یہ بھی ھے کہ ھر ادارے کے ساتھ لوکل انڈسٹری قائم کی جائے گھریلو صنعتوں کے کام، بچے، اپنی بڑھتی ھوئی صلاحیت کے ساتھ نباہ سکتے ھیں - اسی طرح یہ ارادے بہت حد تک اخراجات نکال سکتے ھیں - اس منصوبہ کو زیر عمل لانے کے لئے ھمیں اپنے نصاب تعلیم میں بے حد تبدیلی کرنا ھو گی - ھمیں اپنے نظام تعلیم میں یہ ملحوظ رکھنا ھو گا کہ اسلام نے عورت کو معاشرے میں کیا مقام دیا ھے - اور اس کے مطابق ، نظام تعلیم میں لڑکیوں کو ایسے شعبوں میں داخل کیا جائے جہاں سے فارغ التحصیل ھو کر ، عملی زندگی میں اسلامی مزاج کے مطابق شرکت کر سکے - تعلیم بالغاں پر بھی ، ھمیں خصوصی توجہ دینا چاھیئے - اس کے لئے ھمیں ترکی کی طرح Peoples Houses کی طرز پر عوامی مراکز خصوصی طور پر تربیت یافتہ افراد کی زیر نگرانی کھولنے ھونگے - جو بالغان کو ضروری حد تک لکھنا پڑھنا سکھائیں اور حالات حاضرہ سے باخبر کریں -

مسٹر حسن علی نے ''ڈسٹرکٹ ورکس پروگرام'' پر سیر حاصل تبصرہ کیا - اور اس پروگرام کو زیر عمل لانے میں جو مشکلات پیش آ رھی

ھیں ۔ اُن کا تجزیہ کرنے کے بعد ان پر قابو پانے کے لئے قابل عمل تجاویز پیش کیں ۔

مسٹر ریحان شریف سیمینار میں اپنا مقالہ پڑھنے کے لئے تشریف نہ لا سکے ۔ علاقائی ترقی کے متعلق آپ نے فکر انگیز مقالہ تحریر کیا ھے ۔ اور اس کی افادیت کے پیش نظر اس کتابچہ میں شامل کیا جاتا ھے ۔

ڈاکٹر ڈی ۔ ایم ۔ قریشی نے اپنے مضمون میں دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے دوران ملتان اور بہاول پور ڈویژنوں میں ترقیاتی اخراجات کا ایک خاکہ پیش کیا ۔

(یہ تینوں مضامین انگریزی حصہ میں شامل ھیں) ۔

بہاولپور اور ملتان کی کمشنریوں میں زرعی اور صنعتی ترقی میں تحریک امداد باہمی کا کردار

از

سید واجد علی گیلانی ، کواپر ٹیو سوسائیٹیز ملتان

قبل اس کے کہ میں اس کے اصل موضوع کے متعلق کچھ عرض کروں میں تحریک امداد باہمی کے متعلق کچھ تبصرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ امداد باہمی کے معنی مل جل کر کام کرنا ھے اور اس طریق کار کی بدولت جو افراد اپنے مشترکہ اقتصادی مسائل کو انفرادی طور حل کرنے کے متحمل نہیں ہوتے وہ اپنی مرضی کے مطابق اکٹھے ہو کر ایک انجمن کی بنیاد رکھتے ھیں ۔ ایسی انجمن کا کاروبار باھمی صلاح اور مشورہ سے ایک انتظامیہ کمیٹی کے سپرد ہوتا ھے ۔ چونکہ ممبران کے حقوق رائے دہی مساوی ہوتے ھیں اس لئے یہ ایک اقتصادی جمہوری نظام ھے جو ملک کے سیاسی جمہوری نظام کے لئے ایک اہم تربیتی پروگرام کا کام بھی سر انجام دیتا ھے ۔ کسی امداد باھمی ادارے کی اچھائی یا برائی بالکل اسی طرح ھے جس طرح کسی بنیادی جمہوریت کی ھے ۔ جہاں جہاں ممبران کاروبار انجمن دلچسپی لیتے ھیں اور انتظامیہ کمیٹی دیانتداری اور محنت سے کام کرتی ھے اس ادارے کا وجود ممبران کے لئے نہایت ھی مفید ثابت ہوتا ھے اور جب ممبران غافل ہو جاتے ھیں تو انجمن کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو جاتی ھے ۔ اسلئے کسی امداد باھمی کے ادارے کو کامیاب بنانے کے لئے نہایت ضروری ھے کہ ممبران اور انتظامیہ کمیٹی انجمن کے کاروبار میں زیادہ سے زیادہ

دلچسپی - لیں جہاں تک بنیادی جمہوریت کے اداروں کا تعلق ہے وہ اس ضمن میں خاطر خواہ طریق پر ان اقتصادی اداروں کو چلانے میں مفید و ممد ہو سکتے ہے -

ہر اقتصادی ادارے کو بنیادی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور مطلوبہ سرمایہ اکٹھا کرنا ممبران کا فرض ہوتا ہے - لیکن جس انجمن کے ممبران کو مزید سرمایہ کار ہو وہ مقامی کواپریٹو بنک سے فراہم شدہ حصص کے تناسب سے مناسب کفالت دیکر قرض حاصل کر سکتے ہیں - لہذا تحریک امداد باھمی کا بڑا مقصد یہ ہے کہ عوام کو اپنے مسائل مشترکہ جد و جہد سے جمہوری طریق سے حل کرنے کے اہل بنایا جائے تاکہ ان کا معیار زندگی بلند ہو - اور وہ ایسا معاشرہ اور ماحول پیدا کر سکیں جو اعلیٰ اور بہتر شہری پیدا کرنے کا ذمہ دار ہو ظاہر ہے کہ جس تحریک کے یہ مقاصد ہوں وہ یقینی طور پر بنی نوع انسان کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوتی ہے - اپنے ان اوصاف کی بدولت یہ تحریک کمزور معیشت والے افراد تھوڑی پونجی والے کاشتکاروں کاریگروں اور صنعتکاروں کے لئے معاشی استحکام اور فارغ البالی کی حامل ہے - اس طریق سے نہ تو کوئی سرمایہ دار کسی کارکن کو مرعوب کر سکتا ہے اور نہ ہی کارکن کسی دوسرے کی حق تلفی کر سکتے ہیں -

پاکستان ایک زرعی ملک ہے - اس کی آبادی کا بیشتر حصہ کھیتی باڑی سے اپنی روزی کماتا ہے - کاشتکار طبقہ کی معاشی حالت کا انحصار قدرتی وسائل پر زیادہ ہوتا ہے - اگر وقت پر بارش ہو تو فصل اچھی ہونے کے امکانات ہو جاتے ہیں - اگر وقت پر مینہ نہ برسا یا نہروں کی بندی ہو جائے تو کھڑی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں - ایسی صورت حال کاشتکار کی معاشی حالت کو مستحکم بننے نہیں دیتی اور انہیں ہر وقت یہ

خطرہ رہتا ہے کہ خدا جانے کل کیا ہو گا۔ ان حالات سے دو چار ہونے والے کاشتکاروں کا اقتصادی استحکام امداد باہمی کے اصول پر منظم ہو جانے میں مضمر ہے۔ مسلسل بچت اور کفائت شعاری کی عادت پیدا کر کے مستقل خطرات کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے وسائل کو بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ جن سے ان کی زرعی و دیگر ضرویات کم سے کم خرچ پر مہیا ہو سکتی ہیں۔ مقامی طور پر سرمایہ فراہم کر کے اور حسب ضرورت بیرونی امداد حاصل کر کے امداد باہمی کے اصول پر ذرائع آبپاشی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ جس کی کمی ہمارے صوبہ کی زراعت کی ترقی میں حائل ہے۔

بہاولپور اور ملتان کی ڈویژنوں میں زرعی اور چھوٹی صنعتوں کی ترقی کے لئے بہت سی امداد باہمی انجمنین کام کر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر زرعی قرضہ دیہی ترقیاتی ٹیوب ویل فروخت اجناس۔ صنعتی انجمنیں۔ سروس کواپریٹوز اور بہتر کاشتکاری کی انجمنیں۔ جن کی تعداد تقریباً ساڑھے چارہزار ہے۔ اور ان کے ممبران کی تعداد تین لاکھ دس ہزار سے زائد ہے۔ اگر فی کنبہ افراد کی تعداد ۵ ہو تو کل آبادی کا تقریباً سولہ فی صد آبادی تحریک سے منسلک ہے۔

جہاں کاشتکاروں کی زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے قرضہ ، اچھا تخم اور کیمیاوی کھاد امداد باہمی کی انجمنوں اور دیگر اداروں کو کاشتکاری کے لئے مہیا کیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ زمیندار کی پیداوار اور بھی مناسب قیمت پر فروخت کی جائے۔ تاکہ انہیں اپنی محنت کا پورا صلہ مل سکے۔ ورنہ پیداوار کے اضافہ کے باوجود ان کی اقتصادی حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے خرید و فروخت کی انجمنیں بڑی بڑی منڈیوں میں قائم ہیں ایسی انجمنوں کے ممبر کاشتکار انفرادی طور پر بھی بن سکتے

ھیں یا ان کی مقامی دیہاتی انجمنیں ان کی ممبر بنتی ھیں ۔ تجربہ سے یہ ثابت ھو چکا ھے کہ اجتماعی طور پر کپاس کو فروخت کرنے سے کاشتکاری کی انجمنوں نے منڈی کے بھاؤ سے تین سے چار روپے فی من زیادہ قیمت حاصل کی ۔ اس کے برعکس عام طور پر چھوٹے کاشتکار کو منڈی کے بھاؤ سے ایک روپیہ تک کم قیمت وصول ھوئی ۔ ایسی انجمنیں ممبران کے خلوص اور دلچسپی کے بغیر کامیاب نہیں ھو سکتیں ۔ اگر زرعی اجناس یکساں اور اعلی قسم کی ھوں ۔ تو ان انجمنوں کو فائدہ اور بھی زیادہ ھوگا ۔ ان انجمنوں کی پیداوار برائے فروخت خصوصاً گندم ، گڑ وغیرہ کی کھپت کمی والے علاقوں میں ایسی خریدار انجمنوں کے ذریعے ھو سکتی ھے ۔ جن کے ممبر صارفین ھوں ۔ اس طرح مختلف اضلاع کی انجمنوں میں رابطہ قائم کرنا ضروری ھے ۔ چنانچہ اس امر کی طرف موجودہ پنجسالہ منصوبہ میں امید واثق ھے کہ محکمانہ تجویز کے مطابق حکومت امداد کی صورت میں قرضہ منظور کرے گی ۔

دوسرے پنجسالہ منصوبے سے قبل امداد باھمی کی انجمنوں کا دائرہ بڑی حد تک صرف قرضہ کے اجرا تک محدود تھا ۔ گو پاکستان کے قیام کے بعد محکمہ امداد باھمی کو مختلف تجارتی کاروبار اور فیکٹریاں چلانے کا کام سپرد ھوا ۔ اس کے ھنگامی حالات کے تحت باوجود ناتجربہ کاری کے ھر ممکن کوشش کر کے انجمنوں نے غیر مسلم تجارتی خلا کو خوش اسلوبی سے پر کیا ۔

تجارت کے علاوہ مہاجرین کی آبادی کے سلسلے میں بھی انجمن امداد باھمی کے اداروں کی معرفت اراضی کی تقسیم اور اس کا انتظام سپرد ھوا ۔ جو کہ اس ملک میں ایک اپنی قسم کا نیا کام تھا ۔ چنانچہ کم و بیش ڈیڑھ لاکھ ایکڑ اراضی ملتان، منٹگمری اور لائلپور کے اضلاع کے میں انجمنوں کو پٹہ پر دی گئی ۔ جو کہ ساڑھے بارہ ایکڑ فی ممبر کے حساب سے انجمنوں نے تقسیم کی ۔ ان ممبران کی محنت اور ھمت سے ان کو اس

قابل بنایا کہ وہ اب خوش‌حال بستیوں میں آباد ھیں۔ اور عموماً ان ممبران کی اقتصادی حالت تسلی بخش ھے۔ سرکاری واجبات کی ادائیگی کے بعد جو کچھ بھی بچ جاتا ھے وہ ممبران کی بہبودی، تعلیم، طبی امداد اور زرعی ترقی کے لئے صرف کیا جاتا ھے۔ چنانچہ پندرہ سال میں ان انجمنوں نے تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپے سے زائد رقم بطور مالیہ سرکار ادا کیا۔ اور کم و بیش پچاس لاکھ روپیہ حکومت کو اس کے عملہ کی تنخواھوں کے لئے ادا کیا۔ اس کے علاوہ پچیس لاکھ سے زائد رقم ممبران کی اراضی کی اصلاح اور ان کی تعلیم و طبی امداد پر صرف ہوا۔ چنانچہ اب تقریباً ہر گاؤں میں بچوں کا ایک سکول اور مساجد قائم ھیں۔ جنس کی فراھمی کے لئے سٹور بنائے گئے ھیں۔ تاکہ اجتماعی طور پر فروختگی اجناس کا مفاد حاصل کیا جائے۔ گذشتہ ڈیڑھ سال کے عرصے میں ساٹھ ٹریکٹر و دیگر آلات مالیتی دس لاکھ روپیہ انجمنوں نے اپنے سرمایہ سے خرید کئے ھیں۔ جو کہ ممبران کرایہ پر استعمال کرتے ھیں۔ یہ امر قابل ذکر ھے کہ ان ٹریکٹروں کا کرایہ پانچ روپیہ فی گھنٹہ کے حساب سے وصول کیا جاتا ھے۔ جبکہ عام طور پر ٹریکٹر اس سے دوگنے کرایہ پر دستیاب ھوتے ھیں۔ اس طرح انجمنوں نے ٹیوب‌ویل اور مشینی جھلاریں بھی قائم کی ھیں جو کہ $12\frac{1}{2}$ ایکڑ کا کاشتکار انفرادی طور پر کسی صورت میں نہیں لگا سکتا۔

مندرجہ بالا سے ظاہر ھے کہ جہاں تک چھوٹے کاشتکاروں کی زرعی ترقی مطلوب ھے۔ وہ بغیر امداد باھمی کے اصول کے مشکل ھے۔

چونکہ آئندہ پنجسالہ منصوبہ میں زرعی ترقی پر مزید خاصی رقم خرچ کی جائے گی۔ اس لئے یہ ضروری ھے کہ نقد قرضے دینے کے علاوہ ایسے چھوٹے کاشتکاروں کو آمادہ کیا جائے کہ زرعی ترقی بہتر آبپاشی تخم و کھاد کی فراھمی اور مشینی کاشت کے لئے جنس اور مشترکہ مفاد کے لئے کاروباری انجمنیں قائم کریں۔

چونکہ اب بجلی کی فراہمی دیہاتوں میں تیز تر ہو جائے گی اس لئے ٹیوب ویل اور دیگر ایسے کام جو بجلی کے استعمال سے ہو سکتے ہیں۔ نسبتاً کم قیمت پر ہو جائیں گے۔ البتہ مشینی کاشت کے متعلق چند خدشات ہیں۔ کیونکہ ٹریکٹرون اور ہلوں کی قیمت عام طور پر ۴۰ فیصد تک بڑھ چکی ہے۔ گو حکومت نے درآمد کرنے کے لئے کاشتکاروں کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا ہے۔ مگر اس امر کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے اندر ہی ٹریکٹروں اور متعلقہ آلات زرعی کے بنانے کے کارخانے قائم کئے جائیں اور ان کی مرمت کے لئے خاطر خواہ انتظام ہونا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں میرے علم کے مطابق حکومت نے مناسب کاروائی شروع کی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ امداد باہمی کے اداروں کو خصوصیت سے ٹریکٹر کی درآمد اور ٹیوب ویلوں کے لئے بجلی کی فراہمی کےلئے ترجیح دی جائے۔

آئندہ پنج سالہ منصوبہ میں میں مندرجہ ذیل تجاویز مقامی حالات مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ نے پیش کی ہیں۔

(۱) زرعی قرضہ کی انجمنوں کا استحکام

(۲) مشینی کاشت و امدادباہمی کے طریق پر ٹیوب ویلوں کا فروغ

(۳) خرید و فروخت کی انجمنوں قیام

(۴) خریدوفروخت اجناس اور زرعی جنس کے لئے کارخانوں کا قیام۔ اس میں چینی کے کارخانے، پھلوں کو محفوظ کرنا اون کی صفائی اور اس کے استعمال کی تیاری شامل ہیں۔ کیونکہ خوش قسمتی سے ملتان اور بہاولپور میں ایسی خام اشیاء کی پیداوار وافر ہے۔ اور زمیندار کو اس وقت تک صحیح قیمت نہیں ملکستی۔ جب تک کہ وہ ایسے اداروں میں حصہ دار نہ ہوں۔ بہر حال ایسی صنعتوں کا قیام صوبائی سطح پر دوسرے علاقوں کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہو سکتا ہے۔

(۵) دیہاتی اور سروس کواپریٹوسوسائٹیز میں تخم اور کھاد مہیا کرنے کے لئے گوداموں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لہذا اس کے لئے بھی تجویز پیش کی گئی ہے۔ سروس سوسائٹیز نے گذشتہ دو سال میں سولہ لاکھ اسی ہزار بوری کھاد کاشتکاروں کو ان کے نزدیک ترین مقام پر مہیا کر کے زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے خاصی امداد دی ہے۔

(۶) صنعتی علاقوں اور بڑے شہروں مین صارفین کو مناسب قیمت پر اشیاء مہیا کرنے کے لئے ان کی اپنی انجمنوں کا قائم کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ تیسرے پنجسالہ منصوبے میں یہ تجویز بھی پیش کی گئی ہے۔

(۷) چونکہ شہروں کی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے اور موجودہ مکانیت ناکافی ہے۔ اس لئے عام شہروں میں ایسی انجمنیں قائم کی جائیں گی جو ممبران خصوصاً تھوڑی پونجی والے مزدوروں کو اس قابل بنا سکیں کہ وہ اپنے مکان تعمیر کر سکیں۔

(۸) دریائی علاقے مثلاً ستلج۔ چناب اور جہلم کے دونوں طرف جہاں نہری پانی میسر نہیں یا کم ہے۔ ٹیوب ویل کی مدد سے پانی مہیا ہو سکتا ہے۔ ایسے ٹیوب ویل اگر بجلی سے چلائے جائیں تو لاگت آبپاشی میں کافی کمی ہوگی۔ اس سکیم کی بدولت امید ہے کہ زرعی پیداوار کے اضافہ کے علاوہ سیم کی روک تھام میں بھی کافی مدد ملے گی۔ اس سکیم کے تحت مخصوص علاقے، بہاولپور سمہ سٹہ ریلوے لائن کا شمالی حصہ اور دریائے سندھ کا مشرقی حصہ خصوصیت سے لایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض جگہ پر مثلاً تحصیل تونسہ میں جو کہ دریائے سندھ کے مغرب میں متوازی ہے۔ پانی بذریعہ پمپ آبپاشی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گو اس وقت یہ علاقہ باران ہے اور یہاں پانی کی بہت قلت ہے۔ اگرچہ زمین زرخیز

ہے - مگر وسائل آبپاشی نہ ہونے کی وجہ کم و بیش آٹھ سو مربع میل رقبہ غیر آباد پڑا ہے - اس کے ساتھ ساتھ بعض مسائل ایسے بھی ہیں - جو محکمہ نہر یا واپڈا ہی بڑے پیمانے پر حل کر سکتے ہیں - مثلاً ڈیرہ غازیخان میں رورکوہی کے پانی کا مناسب انتظام یا بجلی کی فراہمی وغیرہ -

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے - ہر منصوبہ کے لئے روپیہ اور صحیح قسم کے مال کی فراہمی نہایت ضروری ہے - چونکہ سنٹرل کواپریٹو بینک سردست تھوڑے عرصے کی میعاد کے قرضے دے سکتے ہیں - اس لئے ایسے وسائل جہاں سے لمبے عرصے کے لئے قرضے مل سکیں ڈھونڈنے پڑیں گے یا ایسے وسائل اختیار کرنا پڑیں گے جن کی بدولت لمبے عرصے کے لئے سرمایہ فراہم ہو سکے - ممبران کا اپنا جمع کردہ سرمایہ ہمیشہ مفید ثابت ہوا ہے - مگر جہاں ضرورت ہو - حکومت یا سٹیٹ بینک مناسب امداد دینے کے لئے تیار ہے - اگر ضرورت ہوئی تو ترقیاتی بانڈز کے اجراء کے لئے بھی حکومت سے درخواست کی جائیگی - خوش قسمتی سے بہاولپور میں مقامی سرمایہ بہ نسبت قسمت ملتان کے قلیل ہے اور زیادہ سرمایہ باہر سے قرض لیا جاتا ہے - جس سے ظاہر ہے کہ شرح سود زیادہ سے زیادہ ہوگی - اس لئے میں درخواست کروں گا کہ اہالیان قسمت بہاولپور زیادہ سرمایہ خود فراہم کریں - اور اس کے ساتھ ڈسٹرکٹ کونسل و یونین کونسل کا فالتو سرمایہ عباسیہ کواپریٹو بینک میں جمع کیا جائے - تاکہ اس سرمایہ سے ان زرعی علاقوں کی ترقی ہو سکے جہاں سے یہ وصول ہوتا ہے -

جہاں تک یونین کونسل اور دوسری کونسلوں کا تعلق ہے ان کے فرائض میں عوام کی اقتصادی اور زرعی ترقی شامل ہے - اور اس کو سب سے زیادہ اہمیت دینی چاہیئے - اس کے حصول کے لئے تحریک امداد

باھمی کو فروغ دینا بھی ان اداروں کے فرائض میں رکھا گیا ہے - کیونکہ عوام کی ذاتی دلچسپی کے بغیر مقامی ادارے کامیاب نہیں ہو سکتے - اس لئے میں آپ سب حضرات سے پر زور درخواست کرتا ہوں کہ جہاں آپ اپنے حلقہ کےعوام کے لئے سکول، طبی امداد کی بہم رسانی کے لئے کوشاں رہیں - وہاں غریب کاشتکار کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ان کی پوری رہنمائی و امداد کریں - تاکہ وہ اپنی مدد آپ کے اصول پر اپنی اقتصادی حالت کو بہتر کرکے مملکت خداداد پاکستان کو مزید مستحکم کریں - اس سے عوام خوش حال ہوں گے اور حکومت کا بوجھ بھی ھلکا ہو گا -

بنیادی جمہوریتوں کے ترقیاتی پروگراموں کی تیاری اور تکمیل میں مشکلات اور ان کا حل

از

مرزا ثناء اللہ خاں

وائس چیئرمین میونسپل کمیٹی بہاولنگر، رکن ڈویژنل کونسل

سب سے پہلے میں یہ اپنا خوش گوار فرض سمجھتا ہوں کہ آپ سب کا شکریہ ادا کروں کہ مجھے اس نمائیندہ اجلاس سے مخاطب ہونے کے لئے منتخب کیا گیا ۔ مجھے بنیادی جمہوریتونکے ترقیاتی منصوبوں پر عمل کرنے میں مشکلات اور آن کا حل کے بارہ میں کچھ عرض کرنا ہے جب تک مشکلات کا ذکر نہ کیا جائے مشکلات کے حل کے لئے تدابیر کا سامنے آنا نا ممکن ہوتا ہے ۔ چنانچہ میں ان عملی دشواریوں کا ذکر کروں گا ۔ جن سے بنیادی جمہوریتوں سے وابستہ حضرات کو دو چار ہونا پڑتا ہے تاکہ مشکلات کی تکمیل میں ٹھوس تجاویز سامنے آ سکیں ۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جمہوری حکومت میں اقتدار کا صحیح سر چشمہ عوام ہوتے ہیں ۔ اور نظام حکومت چلانے میں انہیں ایک اہم حیثیت حاصل ہوتی ہے ۔ یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ حکومت کے در و بست پر منتخب نمائیندے قابض ہوں۔ اس سے پیشتر ہمارے ملک میں جو جمہوری نظام رائج تھا وہ عوام کی نمائیندگی کرنے سے قاصر تھا ۔ چنانچہ بنیادی جمہوریتوں کا نظام رائج کیا گیا ۔ بد قسمتی سے ہماری حکومت کی بہترین کوششوں کے باوجود اس نظام کے چلانے میں چند مشکلات حائل ہیں ۔ میرے نزدیک ان عملی مشکلات کا تجزیہ یہ ہے ۔

(۱) ڈسٹرکٹ اور ڈویژنل سطح پر یہ نظام انتہائی قابل تعریف ہے ۔ عوامی نمائندے اور عمال حکومت مل کر بیٹھتے ہیں ۔ لیکن عملی طور پر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ کیوں کہ روز مرہ کے امور میں عوامی نمائیندوں کو قانوناً شریک نہیں کیا گیا ۔ جس سے عوامی نمائیندوں کی ساری باتیں صدابہ صحرا ثابت ہو کے رہ جاتی ہیں ۔

(۲) یہ بات متفق علیہ ہے کہ عوام میں ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا انتھک جذبہ موجود ہے ۔ لیکن جہاں عوامی نمائیندے افسران سے ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہیں ۔ وہاں بعض سرکاری اہل کار آن سے تعاون کرنا اپنے راہ میں ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں ۔ بنیادی جمہوریتوں کا نظام متقاضی ہے کہ عوام اور افسران سر جوڑ کر بیٹھیں ۔ چنانچہ ہر سطح پر لازمی کیا جائے کہ مختلف محکموں کے سربراہ ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں فکری اور عملی دلچسپی کا مظاہرہ کریں ۔ اس کے بغیر تمام منصوبے جوں کے توں رہ جائیں گے ۔

(۳) ۔ بنیادی جمہورتیں پاکستان کو صیحح جمہوری زندگی عطا کرنے کی دعویدار ہیں ۔ اسکی مختلف سمتوں پر عوام کو امور حکومت میں شامل کرنے کا طریقہ متعدد بیرونی ممالک سے داد تحسین پا چکا ہے اور چند ممالک اسے اپنانے کی فکر میں ہیں ۔ لیکن اس کی موجودہ شکل جمہوری روایات پیدا کرنے کے لئے قطعی طور پر معیاری نہیں کہی جا سکتی ۔ یونین کونسل اور تحصیل کونسل کے علاوہ دوسری سطحیں عوام کی نمائیندہ نہیں ہیں ۔ جسکے باعث آئے دن ایسی مشکلات پیش آ رہی ہیں جن کی وجہ سے ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کی امید نہیں رکھی جا سکتی ۔ اس لئے ضروری ہے کہ ڈسٹرکٹ اور ڈویژنل کونسل کو جمہوری طور پر آئیندہ الیکشن کا انتظار کئے بغیر مربوط کیا جائے ۔

(۴) کہا جاتا ہے کہ بنیادی جمہوریتیں ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کرائیں ۔ لیکن محکموں کے ترقیاتی پروگراموں میں شامل کئے

بغیر یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ محکموں کے پروگرام بنیادی جمہوریتوں کے پروگراموں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ۔ لہذا ضروری ھے کہ دیہی منصوبوں کی سطح پر محکمے یونین کونسل کے مقابلہ میں اپنی کوئی الگ تنظیم قائم نہ کریں ۔ بلکہ یونین کونسل ھی کی طرف رجوع کریں ۔

(۵) پانچویں بڑی چیز جو ھماری ترقیاتی سکیموں کی تکمیل میں سنگ راہ ھے ۔ وہ یہ ھے کہ ھمارے ملک کی بیشتر آبادی کو معاشی مسئلہ در پیش ھے ۔ جب ھم اپنے چوپالوں میں ترقیاتی منصوبوں کے خاکوں پر غور کرنا شروع کرتے ھیں ۔ تو بے شمار لوگ جو معاشی نا ھمواری کا شکار ھیں۔ ھمارے سامنے تصریر احتجاج بن کر کھڑے ھو جاتے ھیں ۔ اور نہ صرف وہ ترقیاتی خاکے مدھم پڑ جاتے ھیں ۔ بلکہ ھم اجتماعی ترقی کے دائرہ سے نکل کر انفرادی تلخیوں میں گم ھو جاتے ھیں ۔ حکومت نے اس صورت حال کے انسداد کے لئے بہترین سکیمیں مثلاً امداد باھمی اور معیاری قرضہ جات تشکیل دی ھیں ۔ لیکن ان سکیموں کے مرھم سے بھی عوام کے زخم مند مل نہیں ھو سکے ۔ اقتصادی کمزوری کے تدارک کے لئے ٹیکس عائد کئے جا سکتے ھیں ۔ لیکن ٹیکسوں کو عوام ذھنی طور پر پسند نہیں کرتے ۔ اور ترقیاتی منصوبوں سے متنفر ھو جاتے ھیں ۔ ضرورت اس بات کی ھے کہ عوام کو آگاہ کیا جائے کہ گورنمنٹ کی طرف سے گرانٹ کم ملنے کے باعث ٹیکسوں کا عائد کرنا ناگزیر ھے ۔ تا کہ عوام ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں ھاتھ بٹائیں ۔

(۶) بنیادی جمہوریتوں کو عظیم ذمہ داریاں سونپی گئی ھیں ۔ جن کی تکمیل قواعد و ضوابط کے ذریعے ھوتی ھے ۔ قواعد و ضوابط کا سمجھنا ایک درد سر ھوتا ھے ۔ بعض سطحوں پر ممبران ناخواندہ ھیں ۔ جو قواعد و ضوابط کی فنیت کی وجہ سے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ھیں ۔ جن سے ان کی کارکردگی متاثر ھوتی ھے ۔ نتیجتاً ترقیاتی اسکیموں پر عمل کرنے میں سہل انگاری اور اغماض برتا جاتا ھے ۔ لہذا قواعد و ضوابط کو عام فہم بنانا از بس ضروری ھے ۔

(۷) ترقیاتی اسکیموں کے نفاذ میں مسائل کے درک کا فقدان بھی ایک روکاٹ ہے ۔ جس کی وجہ تعلیمی کمی ہے ۔ ہر مسئلہ ایک ہی زاویہ نگاہ سے دیکھنے سے حل نہیں ہو سکتا ۔ اس کے لئے ہر دو پہلو روشن اور تاریک پر نظر رکھنا پڑتی ہے ۔ اس مرض کا واحد علاج تعلیم بالغان ہی سے ہوسکتا ہے ۔ اس لئے ہر یونین میں تعلیم بالغان کا مرکز کھولنا ناگزیر ہے ۔

(۸) بنیادی جمہوریتوں کے سپرد بعض ایسے معاملات ہیں جن میں انہیں وسیع اختیارات حاصل نہیں ہیں ۔ اور ان کی تکمیل کے لئے دوسروں کی مدد لینا پڑتی ہے ۔ ترقیاتی اسکیموں پر علمدرآمد کے لئے سراسر دوسروں پر انحصار اور اپنی بے بسی ایسی دلشکن بات ہے ۔ جس کا علاج فی‌الفور ہونا چاہئے ۔ یونین کمیٹیوں کی بے اختیاری بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔ ان کی ترقیاتی اسکیمیں میونسپل کمیٹی کے رحم و کرم پر ہیں اور بعض مقامات پر تو انہیں میونسپل کمیٹی میں نمائندگی بھی میسر نہیں ۔ ترقیاتی منصوبے شہروں میں صرف ایسی صورت میں عملی شکل اختیار کر سکتے ہیں ۔ اگر یونین کمیٹیوں کو موثر اور فعال ادارے بنایا جائے ۔

(۹) بنیادی جمہوریتیں اپنے ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لئے مختلف محکموں سے جو (estimates) طلب کرتی ہیں ۔ جو بر وقت نہیں بنتے جس کی بنا پر ساری اسکیمیں تشنہ تکمیل رہ جاتی ہیں ۔ اس سہل انگاری کے طلسم کو توڑنا چاہئے ۔ تاکہ ترقیاتی منصوبے برق رفتاری سے تکمیل پائیں ۔ علاوہ ازیں ضروری مٹیریل کی نایابی بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے ۔ اس کیلئے پہلے مقامی مٹیریل کو استعمال کیا جانا چاہئے ۔

(۱۰) موجودہ پروگراموں پر عمل میں سماجی مقاصد بری طرح حائل ھیں ۔ بعض مقامات پر منصوبہ بندی عوام کی مخصوص ضروریات کے پیش نظر ھوتی ھے۔ بلکہ سفارشوں کی بنیاد پر ھوتی ھے۔ چند افراد کی خوشنودی کے لئے قومی دولت کا یہ ضیاع افسوسناک امر ھے ۔ اس کی اصلاح نہایت ضروری ھے ۔ منصوبوں کی تکمیل کے بعد ان کی مناسب دیکھ بھال کا نہ ھونا بھی ذرائع کے ضیاع کا باعث ھے۔ مناسب دیکھ بھال سے جو رقم بچے گی اسے دوسری ترقیاتی اسکیموں پر لگایا جا سکتا ھے ۔ جس سے ھر علاقے کے محفوظ مستقبل کی ضمانت مل سکتی ھے ۔ معاشرہ میں دھڑے بندی اور تعصب کی وجہ سے انتشار پرور رجحانات بڑھ رہے ھیں ۔ اور مختلف امتیازات کی بنا پر ترقیاتی منصوبوں کے نفاذ کیلئے ٹیم سپرٹ مردہ ھو رھی ھے ۔ بنابریں کیسے توقع کی جا سکتی ھے کہ عوام مشترکہ مفاد کی خاطر مل کر کسی منصوبے کو پائیہ تکمیل تک پہنچائیں گے ۔ اس لئے ضروری ھے کہ ممکن حد تک ان برائیوں کا قلع قمع کیا جائے ۔ لوگوں کو ایثار و قربانی پر ابھارا جائے ۔ خدمت خلق کا جذبہ پیدا کیا جائے ۔ قومی خطوط پر سیرت و کردار کی تشکیل کی جائے۔ حقیقی لیڈر شپ کو ابھارا جائے اور اپنی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے خودی کو فروغ دیا جائے کیونکہ —

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رھتی
ھو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد
نا چیز جہاں مہ و پرویں تیرے آگے
وہ عالم مجبور ھے تو عالم آزاد
موجوں کی تپش کیا ھے فقط ذوق طلب ھے
پنہاں جو صدف میں ھے وہ دولت ھے خداداد

(۱۱) یہ دیکھا گیا ہے ۔ کہ ترقیاتی منصوبے تیار کرتے وقت مقامی کونسلیں اپنی آمدنی اور اخراجات کو پیش نظر نہیں رکھتیں ۔ جس کے باعث ہمارے اکثر ترقیاتی منصوبے کھوکھلے ہوتے ھیں ۔ میری تجویز ہے کہ ترقیاتی منصوبے تیار کرتے وقت یہ دیکھا جائے کہ بجٹ میں آمدنی کی مد میں اتنی رقم ہے کہ ان منصوں پر مجوزہ رقم خرچ کی جا سکے ۔ اور یہ کہ کیا منصوبہ سے اتنی آمدنی یا فائدہ ہے ۔ جتنا کہ اس پر خرچ کیا جا رہا ہے ۔

(۱۲) میونسپل کمیٹی کا چیئر مین نامزد ہوتا ہے ۔ جبکہ وائس چیئرمین منتخب ہوتا ہے ۔ وائس چیئر مین ہر معاملہ میں اپنی نمائیندہ حیثیت کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے ۔ جبکہ چیئرمین ہر قدم پر سرکاری اقدار کا تحفظ اپنا فرض سمجھتا ہے ۔ وائس چیئرمین عوامی مفاد کے لئے ترقیاتی منصوبون کی تکمیل کے لئے جب کچھ کرنا چاھتا ہے ۔ تو اختیارات کے محدودات اس کا راستہ روک لیتے ھیں ۔ دوسری طرف چیئر مین اسکے خلاف ہو جاتا ہے ۔ اس کھچاؤ کے باعث ترقی کی راھیں مسدود ہو جاتی ھیں ۔

(۱۳) ترقیاتی پروگراموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے عمال حکومت اور عوام میں ایک خاص ذہنیت ایک خاص روح اور ایک خاص جذبہ کی ضرورت ہے ۔ جبتک کہ یہ چیزیں دونوں میں پیدا نہیں ہوتیں ۔ ترقیاتی پروگراموں کی تکمیل ممکن نہ ہو سکے گی ۔ سرکاری محکموں کا عملہ ، افسران اور بنیادی جمہورتیں ایک ھی مشینری کے کل پرزے ھیں ۔ اور ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لئے ان میں تعاون اور اشتراک عمل نہایت ضروری ہے ۔ انتظامیہ کی سابقہ تاریخ شاھد ہے کہ محکموں کے درمیان بہت کم رابطہ رھا ہے ۔ بلکہ متعدد محکموں کے لئے رابطہ آج بھی نئی چیز ہے ۔ موجودہ نظام کے وجود میں آنے کے بعد تعمیر نو کے محکموں سے توقع بندھی تھی کہ وہ اپنے آپ کو نئے سانچون

میں ڈھال کر ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں ممدو معاون ثابت ہوں گے۔ لیکن یہ توقعات بارآور نہیں ہوئیں۔

آخیر میں میں ترقیاتی منصوبوں پر عمل درآمد کے لئے چند تجاویز پیش کر کے آپ سے رخصت چاہوں گا۔

(۱) ایک دوسرے کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کیا جائے۔ قرب سے ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اور غلط فہمی دور ہوتی ہے۔ نکتہ چینی بالخصوص تخریبی نکتہ چینی سے احتراز کریں۔ افسران اور عوامی نمائیندے مل کر دورہ کیا کریں۔ جس سے اجتماعی جذبہ نکھار پائے۔

(۲) دیگر محکمے والے اگر کسی معاملہ میں امداد چاہیں جیسا کہ یونین کونسلیں امداد کی طالب ہوتی ہیں تو فراخ دلی سے مطلوبہ امداد دی جائے۔

(۳) منصوبہ بندی کے وقت حسب ضرورت متعلقہ محکموں کے افسران کو شامل کیا جائے۔ اور ماہرانہ رائے کو اہمیت دی جائے۔ منصوبہ بندی کے وقت دیہی کونسلوں کو چاہئیے کہ وہ عوام کو اعتماد میں لیں۔ اور منصوبوں کی افادیت ان کو سمجھائیں تاکہ ان میں دلچسپی پیدا ہو اور عوام اور کار پردازان بنیادی جمہوریت ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں ایک دوسرے کے پشت پناہ ہوں۔

حضرات! بنیادی جمہوریتوں کے ممبران کی حیثیت سے ہم پر گراں ذمہ داریاں عائد ہیں۔ ہمیں ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئیے۔ اور اپنے اندر ایسا کردار پیدا کرنا چاہئیے۔ کہ ہمارے جانے کے بعد لوگ یہ نہ کہیں کہ فکروعمل کا ایک اُبلتا ہوا سرچشمہ تھا جو سرد پڑ گیا ہے۔ ہدایت کا ایک مینار تھا جو ٹوٹ گیا ہے۔ روشنی کا ایک دیا تھا جو بجھ گیا ہے۔ ذاتی نقطۂ نظر سے اُبھر کر سوچیں

قومی اور اسلامی کردار پیدا کریں اور اس پر ایک خوشحال پاکستان کو اٹھان دیں ۔ نقص تمام اداروں میں ہوتے ہیں ۔ بنیادی جمہوریتیں اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں ۔ جن مشکلات کا میں نے ذکر کیا ہے ۔ وہ بالکل قدرتی ہین ۔ ان کا تدارک نہایت ضروری ہے ۔ اس میں ہماری نجات اور ترقی پنہاں ہے ۔

تیسرے قومی ترقیاتی منصوبے کا تخیل

از

غلام حیدر وائن

وائس چیئرمین بلدیہ میاں چنوں ، ممبر ڈسٹرکٹ کونسل ملتان

ایک آزاد ملک کی قومی حکومت کی بلا شبہ یہ ایک دلی خواہش ھوتی ھے کہ وہ ملک اور عوام کی اقتصادی ترقی اور معاشی فارغ البالی کے لئے اپنے تمام ذرائع اور قوتوں کو استعمال میں لائے - ھوشمند قوموں کے زیرک اور دانشور افراد ھمیشہ یہ احتیاط کرتے ھیں کہ ملک کی ترقیاتی سکیموں کا ڈھانچہ اس طریقے سے تیار کیا جائے جس سے ملک کی بنیادی ضروریات کے لئے اپنے محدود وسائل کے اندر رہ کر اس طرح منصوبہ بندی کی جائے جس سے عوام غربت کے بوجھ سے نجات پاکر اقتصادی طور پر خوشحال ھو سکیں - آج کے سائنسی دور میں ھم یہ دیکھ رھے ھیں - کہ اقتصادی آزادی کے بغیر ملکی آزادی محض سراب یا ذھنی مفروضہ بن کر رہ گئی ھے اور اقتصادی طور پر پسماندہ ممالک اپنی معاشی کمزوری کی بنا پر ترقی یافتہ طاقتوں کے دست نگر ھو کر رہ گئے ھیں ان حالات میں ملکی اور ملی آزادی کی بقاء اس بات کی مقتضی ھے - کہ آزادی کی اعلیٰ قدروں کی صحیح نشوونما کے لئے ھر ایک اقتصادی طور پر خود کفیل ھو سکیں -

در حقیقت اصلی ترقی کا راز بھی یہ ھے کہ اقتصادی اور سماجی زندگی کے تمام شعبے قومی سطح پر اس طرح آگے بڑھیں کہ ان کا باھمی توازن درست رھے اور ان میں بجائے اختلاف یا کسی تصادم کے ھم آھنگی اور اور یکجہتی ھو - ورنہ خدشہ ھوتا ھے کہ بجائے قومی مسائل کو حل

کرنے کے کہیں مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہو جائیں - تو گویا ملک کے اقتصادی اور سماجی نظام میں توازن برقرار رکھنا اور اسے ایک معین اور مخصوص انداز سے آگے کی طرف لے جانا تاکہ ملک کی مجموعی طور پر بہتری ہو - اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو سکے - اسی کا نام قومی ترقیاتی منصوبہ بندی ہے -

کسی ملک کی ترقیاتی منصوبہ بندی اس وقت صحیح معنوں میں کامیاب ہو سکتی ہے جب وہ قومی اور ملکی زندگی کے ہر پہلو کو مدنظر رکھ کر تیار کی جائے - اور اس میں ملک کے تمام وسائل اور عوام کی ہر اہم ضرورت کو ملحوظ رکھا جائے اب تک جس قدر منصوبے پاکستان میں بنے ہیں وہ زیادہ تر مرکز میں ماہرین فن کے تخیلات اور ان کی کوششوں کا نتیجہ ہیں - اگر چہ ان میں حالات اور وسائل کے مطابق ملکی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے بایں ہمہ تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ اس قسم کی منصوبہ بندی مرکز پزیر ماحول میں ہوتی رہی ہے - اس لئے بہت سے مقامی لیکن قومی اہمیت کے امور اور مسائل نظر انداز ہوتے رہے - جس کو اگر پیش نظر رکھا جاتا - تو زیادہ بہتر نتائج برآمد کئے جا سکتے تھے -

ہمارے ملک میں بنیادی جمہوریت کا نظام ایک نظام ہے - جس کی اساس اس اصول پر رکھی گئی ہے - کہ کسی علاقہ کے سیاسی معاشرتی - اقتصادی - اور معاشی حالات کا احساس بنیادی طور پر وہاں کے باشندوں اور ان کے نمائندوں کو ہو - یہ بات بڑی حوصلہ افزا ہے - کہ بنیادی جمہوریت کا نظام عوام کو براہ راست حکومت کے معاملات مین شریک کرنے کا وہ معاشرتی اور اقتصادی ذریعہ ہے جو ہمارے ملکی حالات اور مسائل کے عین مطابق ہے -

پاکستان کے لئے تیسرے قومی ترقیاتی منصوبہ کو تربیت دینے کے لئے نہایت موزوں ہو گا کہ ہم اس قومی منصوبہ کو تیار کرنے کے لئے یہ

اصول اختیار کریں ۔ کہ سب سے نچلی سطح پر ہر یونین کونسل اور یونین کمیٹی اپنے حلقے کی ضروریات کا مکمل جائزہ لے اور اس جائزہ کو مکمل کرنے کے لئے متعلقہ محکموں کے افسران سے فنی مشورہ اور رہنمائی حاصل کرے ۔ ان ضروریات کو سامنے رکھ کر اپنے مالی وسائل کے پیش نظر ہر یونین کونسل یا یونین کمیٹی اپنا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ تیار کرے ۔ اور اپنے اپنے حلقہ کی وہ ضروریات جن کو وہ پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو ۔ ان کو ڈسٹرکٹ کونسل یا متعلقہ میونسپل کمیٹی کو ارسال کرے۔ اس طرح مناسب ترمیم اور تنسیخ کے بعد ہر ڈسٹرکٹ کونسل اور میونسپل کمیٹی اپنے اپنے دیہاتی اور شہری حلقہ سے، یونین کونسلوں اور یونین کمیٹیوں کی ارسال کردہ بقایا ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے مالی وسائل کے مطابق پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ تیار کر کے اس پر عمل درآمد شروع کریں ۔ اور اپنے علاقوں کی بقایا وہ بنیادی ضروریات جن کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ڈسٹرکٹ کونسل کے مالی اختیار سے باہر ہو ۔ انہیں ڈویژنل کونسل کو ارسال کردے ۔ اس طرح ہر ڈویژنل کونسل تمام حلقوں سے آمدہ ترقیاتی منصوبوں کی پوری طرح چھان بین کرنے کے بعد ایسے منصوبہ‌جات صوبائی حکومت کو ارسال کرے ۔ ان میں سے وہ منصوبے جو صوبائی حکومت سرانجام دے سکتی ہو ۔ پایہ تکمیل کو پہنچائے اور بقایا سارے صوبہ سے وصول کردہ ترقیاتی منصوبوں اور علاقائی ضروریات و مطالبہ جات کو مرکزی حکومت کے پاس قومی ترقیاتی منصوبہ میں شامل کرنے کے لئے ضروری سفارشات کے ساتھ ارسال کر دے ۔ ان ضروریات اور سفارشات کو سامنے رکھ کر منصوبہ بندی کمیشن کے ماہرین فن جو منصوبہ تیار کرینگے وہ حقیقی معنوں میں ایک قومی ترقیاتی منصوبہ ہو گا ۔ اور اس میں یونین کونسل کے ایک گاؤں سے لیکر اعلیٰ ترین سطح کے ہر نمائندہ ادارہ اور محکمہ کی امنگوں اور خواہشات و ضروریات کی ترجمانی ہو گی ۔ نیز اس اصول

سے تیار کردہ قومی ترقیاتی منصوبہ 'یونین کونسل، یونین کمیٹی، ڈسٹرکٹ کونسل یا میونسپل کمیٹی اور صوبائی حکومت کی ترقیاتی اور علاقائی ضروریات سے عبارت ہو گا ۔ اس طرح یہ قومی ترقیاتی منصوبہ نچلی سطح پر تین ذیلی ترقیاتی منصوبوں کو عملی صورت میں لانے کا موجد بن جائیگا گویا قومی مسائل اور علاقائی ضروریات کو بہت سے مدارج سے گذر کر قومی منصوبہ کا رتبہ دیا جائیگا ۔ اور اس طرح یہ سہ آتشہ بلکہ چہار آتشہ سے قومی دستاویز بن جائیگی ۔ اور اس قومی ترقیاتی منصوبہ کی بدولت سارے ملک میں صوبائی 'ضلعی، بلدیاتی اور مقامی سطح پر ملکی ترقی کا کا ایک ایسا دور شروع ہو جائیگا ۔ جو ہر ادارہ اور ہر محکمہ کو اس کی حیثیت طاقت اور اس کے وسائل کے مطابق قومی ترقی کی دوڑ میں شریک کار بنا دیگا ۔

قومی ترقیاتی منصوبہ اگر فی الحقیقت ھی ملک اور قوم کے اقتصادی مسائل حل کرے ۔ اور عوام کی معاشی مشکلات کے حل کا وسیلہ ہو تو پھر ایک عام شہری کی حیثیت سے ہر ایک کے ذہن میں یہ قدرتی سوال اُبھرتا ھے کہ یہ منصوبہ عوام کی بنیادی ضروریات میں سے کون کون سے شعبوں میں عوام کو بنیادی سہولتیں میسر کرنے کا ذریعہ بنے گا ۔ یہ سوال فوراً ذہن میں ان تخیلات کو جنم دیتا ھے کہ

(۱) کیا ھمارا یہ منصوبہ ھمیں سستے داموں ھماری ضروریات کے مطابق خوراک ۔ پوشاک ۔ تعلیمی ۔ طبی رھائشی اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کریگا ۔ جس سے عوام کا معیار زندگی بلند سے بلند تر ھو ۔ آپ ملک کے تمام منصوبوں اور ترقیاتی پروگراموں کو خواہ کسی بھی زاویہ سے دیکھیں ان کا ماحاصل ان ھی تخیلات پر پہنچکر اٹک جائیگا ۔ اگر ھم اپنے تیسرے قومی ترقیاتی منصوبہ کیلئے فنی نقطہ نگاہ سے قطع نظر ایک عام شہری کی حیثیت سے اور اپنے مذکورہ بالا سوال کی روشنی میں چند ایک افکار Ideas پیش کریں ۔ تو ھمارے ماھرین

فن اس قومی منصوبہ کو آخری شکل دینے سے پیشتر ایک عام شہری کے انداز فکر کو پیش نظر رکھ سکیں گے ۔ اور بہت ممکن ہے کہ ہماری تجاویز کا کوئی جز یا کل ان کے اس اہم کام میں کوئی مدد دے سکے ۔ جو نتیجتاً ہماری قومی ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہو ۔ پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اور اسکی خوشحالی کا دارومدار بڑی حد تک اس کے زرعی نظام کی پائیداری اور استحکام پر ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کا ہر ملک زرعی نظام کی پیداواری کے ساتھ ساتھ صنعتی نظام کی ترقی کو بھی دوش بدوش چلاتا ہے ۔ مگر میری ناقص رائے میں اگر زراعت کو وقت کے تقاضوں کے مطابق صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ ترقی دی جائے تو پاکستان کی زراعت اس ملک کی سب سے بڑی صنعت بھی بن سکتی ہے ۔ جو نہ صرف پاکستان کی معیشت میں ایک انقلاب پیدا کرنے کا موجب ہوگی ۔ بلکہ اس زرعی صنعت سے غیر ملکی منڈیوں میں بھی پاکستان ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لے گا ۔

لیکن بد قسمتی سے ہمارا زرعی نظام آج بھی تین سو برس پہلے کے زرعی نظام سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ۔ ہماری پیداوار فی ایکڑ افسوس ناک حد تک کم ہے حالانکہ ہماری زرعی زمین دنیا کی بہترین زرعی زمینوں میں شمار ہوتی ہے ۔ آزادی سے پیشتر تو اس انحطاط کو اجنبی حکومت کی روائتی سیاسی بے نیازی کا ایک لازمی نتیجۂ قرار دے کر صبر و شکر کر لیا جاتا تھا لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ حصول آزادی کے بعد بھی ہماری زرعی پیداوار میں اضافہ نہ ہوا بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ہم زرعی طور پر اس قدر پسماندہ ہو گئے کہ پاکستان جیسے عظیم زرعی ملک کو اپنی خوراک کی ضروریات پوراکرنے کے لئے اپنے پہلے قومی ترقیاتی منصوبے کے دوران سنتالیس کروڑ روپیہ سالانہ کا زر مبادلہ محض خوراک کی ضروریات پورا کرنے کے لئے غلہ درآمد کرنے پر صرف کرنا پڑا ۔ پاکستان

کی تاریخ میں یہ ایک ایسا سیاہ باب ہے جس کو ہزار کوششوں کے باوجود ابھی تک مٹایا نہیں جا سکا۔ اس کی ذمہ‌داری کس کس پر عائد ہوتی ہے۔ اس کا احساس ہم کو خود ایک سچے پاکستانی کی حیثیت سے کرنا چاہئے۔ یہ پس منظر اور پیش منظر اس بات کا شدید تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے تیسرے قومی ترقیاتی منصوبہ میں زراعت کی ترقی پر سب سے زیادہ توجہ دیں تاکہ ہمارے ملک میں زراعت کا معیار بلند ہو سکے ملک کی زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لئے پانی، عمدہ بیج، کھاد، زرعی آلات، زمین اور فصلات کا بیماری سے تحفظ بنیادی عناصر ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک چیز اپنی جگہ پر بہت ضروری ہے لیکن ان سب میں سب سے ضروری بات مناسب مقدار میں پانی کی فراہمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری حکومت آبی وسائل کو بہترین طریقہ سے زرعی ضروریات کے لئے دریاؤں کو استعمال کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے تاہم یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مغربی پاکستان میں ہمارے عظیم زرعی نظام کی ضرورت کو ہمارے موجودہ آبی وسائل پورا نہیں کر رہے۔ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمارے پاس کوئی اور طریقہ کار نہیں رہ جاتا۔ ماسوائے اس کے کہ ہم اپنی زرعی ضروریات کی تکمیل کے لئے زیر زمین پانی کے وسیع ذخائر کو ٹیوب ویلوں سے استعمال میں لائیں۔

گذشتہ پانچ سال کا عرصہ اس بات کا شاہد ہے کہ اس قلیل عرصہ میں حکومت اور عوام نے ٹیوب ویلوں کو اپنے زرعی نظام کا جز بنانے کے لئے حوصلہ افزا ابتدا کر دی ہے۔ لیکن قومی سطح پر اس مفید ترین رجحان کی حوصلہ افزائی کے لئے اور ہمارے ملک کے زرعی نظام کو کرنے کیلئے یہ تجویز پیش ہے کہ تیسرے قومی منصوبہ میں حکومت زرعی مقاصد کیلئے ٹیوب ویل فراہم کرنے کی خاطر مناسب رقوم

رکھے - اس سلسلے میں میں یہ تجویز کروں گا کہ ہر یونین کونسل کے ہر گاؤں کو جو نہری کھال پانی فراہم کرتے ہیں ان کے ناکوں پر حکومت پانچ سالہ منصوبہ کے تحت بڑے سائز کا ایک ایک ٹیوب ویل نصب کرے جس کا پانی براہ راست اس کھال میں پڑے جہاں سے متعلقہ گاؤں کو پانی تقسیم کیا جاتا ہو - اس سکیم کے تحت ہر گاؤں میں تقریباً دو ٹیوب ویل اور ہر یونین کونسل میں قریباً بارہ ٹیوب ویل درکار ہوں گے - مغربی پاکستان میں ۳۶۵۵ یونین کونسلیں ہیں جن میں سے اندازاً دو ہزار یونین کونسلیں ایسے رقبوں پر مشتمل ہیں جن میں نہری ذرائع سے آبپاشی کیجاتی ہے اور مزید پانی کی فراہمی زرعی پیداوار میں اضافہ کا موجب بن سکتی اس لحاظ سے مغربی پاکستان کی آن قریباً ۲,۰۰۰ یونین کونسلوں میں جہاں نہری نظام آب پاشی جاری ہے وہاں پر قریباً ۲۴,۰۰۰ ٹیوب ویل درکار ہوں گے - جن پر -/۱۵,۰۰۰ روپیہ فی ٹیوب ویل کے حساب سے قریباً -/۳۶,۰۰,۰۰,۰۰۰ روپیہ خرچ آئے گا - پانچ سال کے عرصہ میں اس سکیم کی تکمیل کیلئے ہمیں ہر سال قریباً ۴,۸۰۰ ٹیوب ویل قومی سطح پر فراہم کرنے ہوں گے جس پر قریباً سوا سات کروڑ روپیہ سالانہ کی ضرورت ہوگی ان ٹیوب ویلوں نے چونکہ نہری پانی کے ساتھ مل کر چلنا ہوگا اس لئے ان کو ہمہ وقت چالو حالت میں رکھنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ ہر ایسے ٹیوب ویل کے ساتھ بجلی کی دو موٹریں نصب کی جائیں تاکہ بارہ بارہ گھنٹے کے وقفے پر ہر موٹر ٹیوب ویل کو چالو رکھے - اس سکیم سے چونکہ ہر گاؤں کے چھوٹے بڑے زمینداروں کو مساوی فائدہ پہنچے گا - اس لئے اس کے اخراجات کو کم کرنے کے لئے یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ ٹیوب ویل کی تعمیر کے سلسلہ میں غیر فنی کھدائی اور تعمیر کا دستی کام متعلقہ گاؤں کے لوگ بلا اجرت سرانجام دیں جس کی فراہمی کی ذمہ داری متعلقہ یونین کونسل کے ذمہ ہو اس طرح سے قومی خرچ کے اس تخمینہ میں مزید کفایت ہو سکتی ہے اور ان ٹیوب ویلوں کے جاریہ

اخراجات کو متعلقہ زمینداروں پر تقسیم کر کے بطور آبیانہ وصول کیا جائے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہماری بڑھتی ہوئی پانی کی زرعی ضروریات کو ہماری یہ سکیم مکمل طور پر خود کفیل کر سکے ۔ تاہم اس سکیم کے نفاذ سے مقامی سطح سے لیکر قوی سطح کے دور رس مفید نتائج برآمد ہوں گے جس سے ملک کی زرعی پیداوار کے بڑھنے اور سیم کی وبا پر قابو پانے اور قومی آمدن میں اضافہ کے روشن پہلو موجود ہیں - ٹیوب ویل کو اپنے زرعی نظام کا لازمی جزو بنانے کے لئے دیہاتوں میں بجلی کا جال بچھانے کی اشد ضرورت ہے ۔ اس وقت ہمارے دیہات بجلی کی نعمت سے قریباً محروم ہیں جس کی وجہ سے لوگ دیہاتوں میں ڈیزل انجن ٹیوب ویل نصب کرنے پر مجبور ہوتے ہیں - ایسے ٹیوب ویل پر نہ صرف لاگت زیادہ آتی ہے بلکہ جاریہ اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں- نیز ڈیزل آئل انجن ایک ایسی آئیٹم ہے جس پر حکومت کو کثیر زر مبادلہ خرچ کرنا پڑتا ہے ۔ ان حالات میں اگر ہم نے بجلی کی فراہمی پر مناسب توجہ نہ دی تو ٹیوب ویلون کے ر ان سے زر مبادلہ کے ذخائر متاثر ہوں گے جس کی ہمارے ہاں پہلے ہی کمی محسوس کی جاتی ہے اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کیلئے سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے پنج سالہ قومی منصوبہ میں بجلی کی فراہمی کی جو سکیمیں رکھی گئی تھیں انکو تیسرا قومی منصوبہ شروع کرنے سے پیشتر ہر حالت میں مکمل کیا جائے اور تیسرے قومی منصوبہ میں زرعی مقاصد کیلئے سستے نرخوں بجلی مہیا کرنے کیلئے دیہاتی علاقوں کو فوقیت دیجائے ۔ اور بجلی کی سکیموں کو سب سے پہلے اور اگر ممکن ہو سکے تو وقت سے پہلے شروع ہی نہیں بلکہ مکمل کیا جائے زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے مصنوعی کھاد اور عمدہ بیج کی مناسب وقت مقدار اور مناسب نرخ پر سپلائی کی اشد ضرورت ہے ۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تجویز ہے کہ حکومت قومی منصوبہ میں کھاد

کی فیکٹریوں کیلئے اس حد تک سرمایہ فراہم کرے جس سے ہماری ضروریات پوری ہو سکیں اس سلسلے میں یہ بات بڑی ضروری ہے کہ کھاد کی موجودہ قیمت کو اس حد تک کم کیا جائے جو ایک عام زمیندار کی قوت خرید میں آسکے - موجودہ حالات میں مصنوعی کھاد کا استعمال اول تو ہمارے دیہاتی عوام کے لیے ایک بالکل نیا تجربہ ہے - جس سے ابھی تک ہمارا کسان پوری طرح سمجھوتہ نہیں پایا - اور اگر اس کے ذہن میں خوش گوار تبدیلی کے آثار پیدا ہونے لگے تھے تو اسے مصنوعی کھاد کی گراں بار قیمتوں نے مجروح کر کے رکھ دیا - کھاد کی قیمتوں کو کم کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم موجودہ کھاد فیکٹریوں کو Economical Units بنانے کے لئے ان میں اس حد تک توسیع کریں - کہ یہ زیادہ سے زیادہ سستے داموں میں کھاد مہیا کرسکیں - حکومت کے زیر انتظام جاری ہونے والی بھاری صنعتوں میں اندھا دھند انتظامیہ اور جاریہ اخراجات پر بے دریغ خرچ ان کی پیداوار کی قیمتوں کو گراں کرنے کا موجب ہے - اس پہلو پر خاص توجہ کی ضرورت ہے - موجودہ کھاد فیکٹریوں میں توسیع سے اخراجات میں کافی کفایت اور پیداوار میں معقول اضافہ ہو سکتا ہے - لیکن ایک ضروری پہلو یہ بھی ہے کہ ہم نئی کھاد فیکٹریاں بھی ضرور قائم کریں تاکہ مصنوعی کھاد کی پیداوار بڑھے اور ان میں صحت مندانہ قسم کا مقابلہ بھی ہو تاکہ کھاد کی قیمتیں کم ہوں - اگر صرف موجودہ فیکٹریوں کی توسیع تک ھی اکتفا کیا گیا تو ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ فیکٹریاں اپنی اجارہ داری سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور کھاد کی قیمتوں کو مناسب حد تک قائم نہ کریں - زرعی پیداوار بڑھانے کیلئے اگلی ضرورت ٹریکٹر اوردیگر زرعی آلات کی فراھمی ہے اس کے لئے حکومت ھمیشہ وسیع پیمانہ پر ٹریکٹر اور دیگر زرعی مشینری درآمد کرنے کا بوجھ برداشت نہیں کر سکے گی - اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ تیسرے ترقیاتی منصوبہ میں ھمہ قسم

کے ٹریکٹر اور دیگر زرعی فاضل پرزہ جات ملک میں تیار کرنے کے لئے سرمایہ اور دیگر وسائل فراہم کئے جائیں تا کہ زمیندار آسان طریقہ سے سستے نرخوں پر زرعی مشینری کی ضروریات کو پورا کر سکیں ۔ ٹریکٹر زرعی فاضل پرزے اور دیگر زرعی آلات کی صنعت کو پرائیویٹ سیکٹر میں ترغیب دینے کے لئے صنعت کاروں کو خام مال اور دیگر زیادہ سے زیادہ سہولتیں دیجائیں اور کم از کم پانچ سال کیلئے انکم ٹیکس کی چھوٹ دیجائے تاکہ لوگوں کا رحجان زرعی صنعت کی طرف بڑھے ۔ مزید برآں تیسرے قومی منصوبہ کے دوران پاکستان میں جن نئی بنجر زمینوں کو ترقی دیکر قابل کاشت بنانا مقصود ہو گا اس کے لئے یہ شرط لگانا مناسب ہوگی کہ اس قسم کی نئی Colonies میں تمام نئی زمینوں پر مشینی زراعت کی جائے تاکہ کم از کم نئی Colonies سے ہم مشینی زراعت کے تابع شرائط زیادہ سے زیادہ زرعی پیداوار حاصل کرکے قوم کی خوشحالی کی نئی راھیں کھول سکیں ۔ ملک کی زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت ھے کہ ہم کوئی ایسی صورت پیدا کرسکیں جس سے ہم اپنی زمینوں سے دوھری فصلات حاصل کر سکیں۔ یہ ایک ایسی پکار ھے جس کو پورا کرنے کے لئے ھمیں اپنے ماھرین فن کے بہترین مشوروں کی ضرورت ھے ۔ ھمیں امید رکھنی چاھئیے کہ ھمارا تیسرا قومی ترقیاتی منصوبہ دوھری فصلوں کے حصول کیلئے کوئی مفید سکیم منصوبہ میں شامل کرکے قوم اور ملک پر بہت بڑا احسان کرنے کا موجب بنے گا ۔ ھمارے ملکی دریاؤں کا کروڑوں کیوسک پانی سیلاب کی شکل میں سمندر کی نظر ھی نہیں ہو جاتا بلکہ قریباً ہر سال وسیع پیمانے پر تباھی کا موجب بھی بنتا ھے جس سے قومی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ھوتی ھیں لہذا ضرورت اس امر کی ھے کہ تیسرے قومی منصوبہ میں سیلابوں پر کنٹرول کرنے کے لئے مناسب ڈیم تیار کئے جائیں ۔ اور سیلاب کے پانی کو زرعی مقاصد کے لئے استعمال میں لایا جائے ۔ سیم اور تھور ھماری

زرعی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں - اس عذاب سے ملک کو بچانے کے لئے فوری اورمناسب تدابیر کی ضرورت ہے- ملک کی زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے کوآپریٹو فارمنگ وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے - اس سکیم کی افادیت کے پیش نظر یہ بات بہت ضروری ہے کہ قومی منصوبہ میں کوآپرٹیو فارمنگ کیلئے مناسب گنجائش رکھی جائے - اس اس سلسلہ میں یونین کونسلیں بڑا مفید کام کر سکتی ہیں - اس کے علاوہ زرعی ترقیاتی کارپوریشن اور اسی قسم کی دوسرے ادارے ملک کی زرعی ترقی میں بڑا مفید کام سرانجام دے سکتے ہیں - ہمارا تیسرا قومی منصوبہ زرعی میدان میں اگر ہماری ان ضروریات کو پورا کر سکا تو اس سے ہمارے ملک کی اقتصادی حالت میں ایک ایسا انقلاب آ سکتا ہے جو کہ پاکستان کو ترقی یافتہ قوموں کی صف میں لاکر کھڑا کرے گا - ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ ہمارے ماہرین فن اپنی پوری صلاحیتوں اور وسائل کو ایسا ماحول پیدا کرنے کے بروئے کار لائیں گے -

صنعتی ترقی

دیگر شعبوں کی طرح پاکستان کو آزادی کے وقت صنعتی پسماندگی بھی ورثہ میں ملی - غیر ملکی انگریز حکومت کا یہ ایک ناقابل تردید سیاہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے مخصوص سیاسی مقاصد کے لئے ہمارے ملک کو جان بوجھ کر صنعتی طور پر مایوس کن حد تک پسماندہ رکھا جس کے نتیجہ میں ہمیں آزادی کے بعد صنعتی منصوبہ بندی ابتدائی طور سے کرنا پڑی اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان بننے کے بعد اب تک صنعتی میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے لیکن پھر بھی ہم مقابلتاً صنعتی میدان میں بہت پیچھے ہیں - تیسرے قومی منصوبہ میں‌صنعتی ترقی کیلئے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے تاکہ لوگوں کی ضروریات ملکی پیداوار سے پوری ہو سکیں صنعتوں کا قیام نہ صرف ہماری ملکی ضروریات کو پورا

کرنیکا موجب بنے گا بلکہ اس ترقی سے ایک طرف تو لوگوں کو ملازمت اور کاروبار کے وسائل میسر آئیں گے اور دوسری طرف صنعتی اور زرعی پیدا وار کے بڑھنے سے قیمتوں میں کمی ہوگی اور افراط زر پر قابو پایا جا سکے گا۔ صنعتوں کے قیام کے لئے بجلی کی فراھمی، خام مال کی دستیابی، فنی عملہ کا حصول، بھاری مشینری اور سرمایہ کی فراھمی اھم ضرورتیں ھیں قومی منصوبہ میں صنعتوں کی تفصیل کو ترتیب دیتے وقت ھمیں اس بات کا بڑی احتیاط سے خیال رکھنا ھے کہ بھاری صنعتوں میں سے سب سے پہلے ان سکیموں کو ترجیح دی جائے جو ھماری زرعی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بالواسطہ یا بلا واسطہ کام دے سکیں۔ دوسرے ھم ایسی بھاری صنعتوں کو پروگرام میں شامل کریں جو اس قسم کی مشینری اور فاضل پرزہ جات تیار کریں جن سے ھماری دیگر بہت سی ملکی صنعتیں استفادہ حاصل کر سکیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بڑی ضروری ھے کہ ھم ایسی صنعتوں کے قیام کےلئے پرائیویٹ سرمایہ کو ترجیح دیں اورصرف ایسی صنعتوں میں قومی سرمایہ لگائیں جو ملک کی اھم ضرورت تو ھو مگر پرائیویٹ سرمایہ کار رحجان اس کی طرف نہ ھو۔ نیز منصوبہ بندی کرتے وقت ھمیں اس بات کا خیال رکھنا چاھئے کہ اگر ایسی صنعت کے قیام سے پہلے یا قیام کے دوران پرائیویٹ سرمایہ میسر آ سکے تو اسے آسانی سے پبلک سیکٹر کی طرف سے پرائیویٹ سیکٹر کی طرف منتقل کیا جا سکے۔

صنعتی منصوبہ بندی کرتے وقت ھمیں اس بات کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنا ھے کہ صنعتوں کی تقسیم کہیں چند ایک مخصوص ھاتھوں میں نہ چلی جائے جس سے صنعتی اجارہ داری کے رحجان کو تقویت پہنچتی ھو۔ اگر اس پہلو پر ابتدائی طور پر قابو نہ پایا گیا تو سرمایہ دار منافع خوری کے لالچ میں ایسی صنعتوں کا ناجائز طور پر استعمال کرے گا جس سے قومی منصوبے کے بنیادی مقاصد حاصل نہیں ہو سکیں گے۔

پاکستان میں ترقی کا جائزہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ صنعتی ترقی کے میدان میں ہمارے چند ایک شہر بہت آگے بڑھ گئے ہیں - اس کے مقابلہ میں ملک کے چھوٹے اور ترقی پذیر شہر اور قصبات اس میدان میں بہت پیچھے رہ گئے - کسی بڑے شہر میں اندھا دھند نئی صنعتوں کا قیام نہ صرف یہ کہ اس شہر کی بلدیاتی انتظامیہ کے لئے نئی نئی مشکلات پیدا کر رہا ہے بلکہ اس غیر مساوی صنعتی تقسیم کی وجہ سے چھوٹے اور ترقی پذیر قصبات زیادہ پس ماندہ نظر آنے لگے ہیں - صنعتی ترقی کا یکطرفہ رحجان ملک کے وسیع تر قومی تقاضوں کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا - ان حالات میں قومی منصوبہ ترتیب دینے والے ماہرین فن سے گذارش ہے کہ وہ صنعتی ترقی کے منصوبوں کو ملک کے تمام حصوں میں اس طرح سے پھیلائیں جس سے ملک کا ہر علاقہ اپنے جغرافیائی محل وقوع اور ذرائع کے مطابق صنعتی طور پر اپنا صحیح حق حاصل کر سکے - چھوٹے اور ترقی پذیر قصبات میں صنعتوں کا قیام ان کی ترقی کا ضامن ہوگا - اس لئے میں یہ سفارش کرنے کی جسارت کروں گا - کہ قومی ترقیاتی منصوبہ میں بڑی اور چھوٹی صنعتوں کے قیام پر اس قسم کی پابندی لگا دی جائیں جس سے بھاری صنعتوں کے قیام کا رجحان مخصوص بڑے بڑے شہروں کی بجائے چھوٹے اور ترقی پذیر شہروں اور قصبات کی طرف بڑھے اور Small Scale Industries اور گھریلو صنعتوں کا رجحان ان دیہاتوں کی طرف منتقل ہو جہاں پر ایسی صنعتوں کے قیام کے لئے مواقع موجود ہوں - دیہاتوں اور چھوٹے ترق پذیر علاقوں میں Small Scale Industries اور گھریلو صنعتوں کے قیام کے سلسلہ میں کوآپرٹیو سوسائٹیز بڑا مفید کام سرانجام دے سکتی ہیں - ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ

قومی منصوبہ ترتیب دیتے وقت ان امور کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

رہائشی اور مواصلاتی منصوبہ بندی

یوں تو آزادی کے فوراً بعد ملک کی ضروریات کے پیش نظر رہائشی اور مواصلاتی نظام کی ترقی کا احساس موجود تھا مگر ملک میں بڑھتی ہوئی آبادی اور مہاجرین کی مسلسل ھجرت نے رہائشی اور مواصلاتی ضروریات کو ایک پیچیدہ مسئلہ کی صورت دے دی ھے۔ ھمارے ملک کی ۸۵ فیصدی آبادی دیہاتوں میں آباد ھے اوران دیہاتوں کی پسماندگی کی ایک بڑی وجہ مواصلات کی سہولتوں کی افسوس ناک حد تک کمی ھے۔ اس طرح چھوٹے اور ترقی پذیر قصبات میں رہائشی مسئلہ ایک سنگین صورت حال پیدا کر رہا ھے۔ شہروں میں بڑھتی ہوئی آبادی کا رجحان رہائشی مسئلہ کے ساتھ ساتھ نظام آب رسانی اور گندے پانی کے اخراج کی دقتوں کو جنم دے رہا ھے۔ شہروں میں رہائشی آب رسانی اور گندے پانی کے اخراج کی سکیموں اور دیہاتوں میں سڑکوں کا جال بچھانے کے قومی لئے منصوبہ میں مناسب رقوم کا تعین بڑا لازمی ھے۔ ایسی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کچھ اس قسم کی منصوبہ بندی کرنی چاھئے جس سے قومی ترقیاتی منصوبے کے تابع ان اھم فرائض کی تکمیل کے لئے میونسپل کمیٹیاں، ڈسٹرکٹ کونسلیں، صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت مشترکہ طور پر سرمایہ فراہم کریں۔

صرف یہی ایک طریقہ ھے جس سے عوام کے بنیادی مسائل مشترکہ سرمایہ کی فراھمی سے پایہ تکمیل کو پہنچائے جا سکتے ھیں۔ ھمیں امید ھے کہ منصوبہ بندی کمیشن ملک کے اس اھم بنیادی مسئلہ کے مناسب حل کے لئے ضروری سرمایہ کی گنجائش رکھے گا۔

تعلیمی منصوبہ بندی

ملکی ترقی کا رجحان اس بات کا مقتضی ہے کہ ہم اپنے نظام تعلیم میں اس قسم بنیادی تبدیلیاں کریں جس سے ہمارا فارغ التحصیل نوجوان طبقہ ملک کی ترقی کی دوڑ میں پورا ساتھ دے سکے۔ ہمارا نظام تعلیم کلرک بنانے کے سوا کچھ اہلیت نہیں رکھتا۔ وقت کے تقاضے اس امر کا شدید مطالبہ کرتے ہیں کہ اب ہمارے نظام تعلیم کو کلرک کی بجائے انجینئر ڈاکٹر ماہرین تعلیم سائنس دان اور ماہرین زراعت پیدا کرنے چاہئیں اس ضرورت کے پیش نظر ہمیں اپنے تعلیمی ڈھانچہ کو اس ترتیب پر ڈھالنا چاہئے۔ کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں ہر سطح پر فنی تعلیم کا بندوبست ہو۔ اس کے لئے تیسرے قومی منصوبہ میں خاص طور پر توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ اتنی اہم ضرورت ہے کہ اس کے لئے نہ صرف وسیع پیمانہ پر فنی سکول اور کالج درکار ہیں بلکہ میں تجویز کروں گا کہ مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے تیسرے قومی منصوبہ کے تحت دونوں صوبوں میں ایک ایک فنی یونیورسٹی قائم کرنی چاہئے علاوہ ازیں ۱۹۵۸ء کے انقلاب سے اب تک ہماری حکومت نے بہت سے کمیشن قومی سطح پر قائم کئے اور ان سے پاکستان کے تقریباً تمام پراہم مسائل پر مفصل رپورٹیں مکمل کرائیں۔ تیسرا قومی ترقیاتی منصوبہ مکمل کرتے وقت ایسی Commission Reports کو مدنظر رکھنا بہت مفید ثابت ہوگا۔ آخر میں میں آپ سب حضرات کا تہ دل سے شکر گذار ہوں کہ آپ نے پوری معروضات کو پوری دلچسپی اور انہماک سے سنا۔

تعلیمی مسائل اور ان کا حل

از نجم الدین لغاری ایڈوکیٹ بہاولپور

یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کے اوپر ماہرین نے متعدد بار سیر حاصل بحث کی ہے اور ان مسائل پر بہت سی کتابیں اور کتابچے اس وقت کتب خانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں ۔ سرکاری طور پر کئی بار کمشن مقرر کئے گئے ان کی رپورٹوں پر اونچی سطح پر غور و خوض کیا گیا ماہرین کی کچھ تجاویز کو قابل عمل سمجھ کر بروے کار لایا گیا اور بعض تجاویز کر چند وجوہ کی بنا پر ناقابل عمل قرار دے کر ملتوی رکھا گیا ہے اور بعض تجویز کو مختلف مدارج دے کر رائج کیا گیا ہے ۔ یعنی اکثر اوقات ایک اکائی کے کئی ٹکڑے کئے گئے ۔ انکی کڑیوں کو توڑ توڑ کر جوڑنے کی کوشش کی گئی لیکن واقف حال نے جس سالمیت کے پیش نظر مقاصد کے حصول کے لئے جو راستے تجویز کئے تھے اُن میں ترمیم و تنسیخ سے وہ بات نہ رہی بلکہ نتیجۃً ایسی اُلجھنیں پیدا ہو گئیں کہ وہ پہلی سی کیفیت بھی جاتی رہی ۔

میں اس موضوع پر شاید ہی کوئی نئی بات کہہ سکوں اور پھر یہ موضوع کوئی اتنا مختصر نہیں کہ اتنے تھوڑے سے وقت میں اس کے تمام پہلوؤں پر پوری طرح سے روشنی ڈالی جا سکے یا چند صفحات میں اسے سمویا جائے ۔ بہر صورت کچھ کہنے کی باتیں ہیں اور کچھ کہے بغیر رہا بھی نہیں جا سکتا ۔

البتہ میں ان مختصر لمحات میں تعلیمی نظام کے صرف ان ناسوروں کی طرف توجہ دلا سکتا ہوں جو ہمارے لئے آہستہ آہستہ مہلک ثابت ہو رہے ہیں ۔ اگر آج ہماری قوم اور ارباب اختیار نے ان مسائل کی طرف توجہ نہ دی تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ملک میں قطعی

طور پر استحکام اور استقامت پیدا نہیں ہو سکتی - بلکه روز افزوں اندرونی اور بیرونی خلفشار ہوتے چلے جائیں گے -

تعلیمی مسائل کو ہم مندرجه ذیل دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں -

نمبر ۱ درسی مسائل نمبر ۲ غیر درسی مسائل

کسی مسئله پر غور کرنے سے پہلے ہمیں اپنی قوم کی نفسیات کو مدنظر رکھنا چاهئے - ان مسائل کا حل اس بات میں نہیں ہے که بیرونی ممالک میں ایسے مسئلے اس طریقه کار سے حل کئے گئے ہیں - لہذا وہ اصول یہاں بھی اسی طرح کامیاب ہوں گے - معاشرے اور ماحول کا صدیوں کا رحجان بیرونی اور اندرونی اشراف کا ردعمل فوری ضروریات کے تقاضے پر قوم کے کردار کے اندر ایک خصوصیت پیدا کر دیتے ہیں - جو دوسری اقوام کے طور طریقوں اور طرز فکر سے قطعی مختلف ہوتی ہے - یہی وجہ ہے که جب ہم نے درسی مسائل کے اندر دیگر اقوام اور خصوصی طور پر مغربی اقوام کے رائج شدہ طریقه کار کو اپنانے کی کوشش کی تو ہم اپنی چال ہی بھول گئے حصول مقصد تو اپنی جگه رہا ہم نے اپنے لئے کئی ایک ایسی الجھنیں پیدا کرلیں که جن سے نپٹنا اس وقت مشکل ہو رہا ہے -

دیکھنا اس وقت یه ہے که ہمارے ملک کی بنیاد کس بات پر قائم کی گئی ہے - اور اس کے اوپر ہم نے کون سے طرز فکر کی عمارت کھڑی کرنا ہے - جب ہم اس بات کا تصفیه کرلیتے ہیں تو ہماری آدھی مشکل حل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد صرف ایک بات رہ جاتی ہے - اس مقصد کی تکمیل کے لئے اپنی قوم کے مزاج کے مطابق ہمیں کونسا راہ عمل تجویز کرنا چاهئے -

اس امر سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا که اسلام کے نام پر یه ملک حاصل کیا گیا اور اسلامی نظام حیات ہی ہمارے جمله مسائل کا

حل ہے - اگر یہ جواب صحیح ہے اور یقینی طور پر اس سے مختلف جواب اور کوئی صحیح نہیں تو پھر اس مقصد کے حصول میں لیت و لعل اور مزید تاخیر ناقابل فہم ہے -

جب ہم اللہ اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں قرآن کو آخری الہامی کتاب سمجھتے ہیں اور پھر قرآن کو مکمل ضابطہ حیات بھی بھی تسلیم کرتے ہیں - رسول اکرم کے اسوۂ حسنہ کو جب ہم نے شمع راہ کی حثیت دی ہوئی ہے - تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے لئے نئی راہیں ، نئے مرحلے اور نئی منزلیں تجویز کریں - یہ تمام راہیں جانی پہچانی ہیں - اس کے راستے ناقابل عبور نہیں اور یہ منزلیں بھی طے شدہ ہیں -

اسلام کے نام پر پہلے بھی اس قوم کو متفق و متحد کر کے آپ نے اتنا بڑا عظیم ملک حاصل کیا اور اب بھی صرف یہی ایک نام ہے جس کے تحت آپ اس قوم سے ہر قربانی لے سکتے ہیں - صرف شرط یہ ہے کہ آپ کے نعرے میں صحیح روح اور آپ کی کوششیں پرخلوص ہوں -

لیکن جب اس ترازو پر ہم اپنے موجودہ نصاب تعلیم کو تولتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری حکومت نے اس نظریہ کو اپنانے کی ہلکی سی کوشش تو کی ہے لیکن وہ سوائے اشک شوئی کے اور کچھ نہیں - ظاہر ہے کہ ہمارا نصاب تعلیم مغرب زدہ اذہان کی پیداوار ہے - ہمارا طالب علم جب ابتدائی ، ثانوی یا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہمارے سامنے آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مغربیت کے تو بہت قریب ہے لیکن اسلامی نظریۂ فکر کے صرف چند نکات بحثیت اعتقادات کے، اس کے پاس ہیں اور وہ بھی بیشتر اوقات ضعیف حالت میں ان کی گہرائی اور سچائی پر واضح نہیں - نہ صرف اتنا بلکہ حصول تعلیم کے بعد وہ بے حد پریشان اور بعض اوقات پشیمان نظر آتا ہے کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے - اسے سہارے کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری

اداروں کے دروازوں پر دستک دینا پڑتی ہے یا اپنے والدین کا سہارا لینا پڑتا ہے جو پہلے ہی اس کی تعلیم کے بوجھ اٹھانے سے کمزور ہو چکے ہوتے ہیں - ایسے نوجوانوں سے ہمارے ملک و قوم کو وہ فائدہ نہیں پہنچتا جسکی ہمیں صحیح معنوں میں ضرورت ہے یہ نوجوان بجائے ہمارے مسائل حل کرنے کے ہمارے لئے ایک مسئلہ بن جاتے ہیں - ہمارے نصاب تعلیم کے مرتبین نے اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے لیکن متذکرہ بالا ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا - اس کے مقابلے میں ہمارے پاس چند ایک دینی ادارے بھی موجود ہیں ان کے لئے بھی بعینہ وہی اعتراض کیا جا سکتا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے - بلکہ ایسے اداروں کے تحصیل شدہ طالب علم اس دنیا میں اور زیادہ ناکام اور پریشان حال رہتے ہیں - ان دونوں اداروں کا بیک وقت علیحدہ علیحدہ وجود اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان کو ایک دوسرے کے نصاب سے اتفاق نہیں یا دوسرے الفاظ میں ان میں سے ایک قسم کے اداروں کو ہم اسلامی اور دوسرے اداروں کو غیر اسلامی کہتے ہیں - حالانکہ اسلام میں اس قسم کا تصور غلط ہے -

اسلامی نقطۂ نگاہ سے دین اور دنیا دو مختلف چیزیں ہیں - دین ہی ایک ایسا راستہ ہے جس میں دنیا خود بخود شامل ہے - ہمارے اداروں کی تشکیل میں یہ امر لازمی طور پر ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا کہ ایسے اداروں کی تعلیم ہر دو مقاصد کی تکمیل ساتھ ساتھ اس طرح سے کرے کہ ان میں سے کوئی مقصد تشنۂ تکمیل نہ رہے جس کو مختصراً میں صرف ان الفاظ میں بیان کر سکتا ہوں کہ ان اداروں کا تحصیل شدہ طالب علم اگر کبھی ڈپٹی کمشنر بن جائے تو وہ اس قابل ضرور ہو کہ عیدین کی نمازوں کی امامت کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو - اس طرح ہمارے تحصیلی، ضلعی افسر اور ڈویژنل اور دیگر فوجی افسران وغیرہ کی قابلیت ایسی

ہو کہ نہ صرف وہ دنیاوی علوم میں ماہر ہوں بلکہ وہ دینی علوم میں بھی پوری قابلیت رکھتے ہوں۔ محاذ جنگ میں ہمارا سالار نہ صرف رموز جنگ سے واقف ہو بلکہ جہاد کے میدان میں نماز و دیگر مذہبی امور کی پیشوائی کر سکے - یہی وہ طریقہ کار ہے جو صحیح اسلامی نظریہ تعلیم ہے اور اس کے پیش نظر ہمیں پورے نصاب تعلیم میں تغیر و تبدل کرنا ہے -

میری اس بحث سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ میں دنیاوی تعلیم کے خلاف ہوں بلکہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ موجودہ دنیا، مسلمان قوم کی احسان مند ہے جنہوں نے نہ صرف ہر شعبہ علم میں بیشتر ترقی کی بلکہ تمام دنیا میں اس کو پھیلایا - آج کی دنیا میں اگر ہم دیگر اقوام کی برابری یا ان سے برتری حاصل کرنا چاہتے ہین تو یہ ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم ہر شعبہ تعلیم کی طرف مکمل توجہ دیں اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی نظریۂ حیات کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں - اس مسئلہ کو ہمارے علماء اور کچھ ہمارے مغرب زدہ اذہان نے ایسا اُلجھا دیا ہے کہ ان کے پیش نظر یہ دونوں نظریات فکر ایک ساتھ نہیں چل سکتے - میرے خیال میں ہر دو طبقات تنگ نظری اور کچھ بےجا خوف و ہراس اور اپنی کمزور فطرت کے باعث ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتے - دونوں طبقات انتہا پسند واقع ہوئے ہیں حالانکہ یہ مسئلہ نہایت سیدھا سادھا اور بہت ہی سہل ہے مغرب زدہ اذہان، انگریزی زبان اور فرنگیت طرز معاشرت کے کچھ اس طرح دلدادہ ہوئے ہیں کہ انہیں عربی زبان اور مدنی طرز فکر سے خوف آنے لگا ہے اور ادھر ہمارا دوسرا طبقہ انگریزی زبان کی اُلجھنوں اور اس کے نتائج سے خوف کھاتا ہے - حالانکہ انگریزی زبان اور عربی زبان کا اس میں قصہ ہی نہیں- سوال صرف سمجھ کا ہے اور وہ ہم اپنی قومی زبان سے کام لے سکتے ہیں - عربی اور انگریزی کی تعلیم صرف ہمارے لئے اس حد تک ضروری ہے جہاں اس کے بغیر چارہ کار نہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی زبان کو ہمارے ملک میں اب غیر ضروری طور پر جاری رکھنا ہمارے لئے سخت مضر اور نقصان دہ

ثابت ہو رہا ہے۔ انگریزی کے مروج رہنے کے لئے بہت سے دلائل دیئے جاتے ہیں اور اس حد تک کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے استحکام کے لئے اور دوسرے ممالک کے ساتھ روابط قائم رکھنے کے لئے صرف یہی ایک زبان ہے حالانکہ دنیا میں ایسے ترقی یافتہ ممالک بھی موجود ہیں جو بغیر انگریزی کے بھی روز افزوں ترقی پذیر ہو رہے ہیں۔ میں انگریزی زبان کے خلاف نہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ اسے ہمارے نصاب سے خارج کیا جائے بلکہ اسے صرف اس قدر اہمیت دینی چاہیئے جتنی اس کی ضرورت ہے اور نصاب میں اسے ایسے مقام سے شروع کرنا چاہئے اور صرف اس حد تک جگہ دینی چاہئے جو ہماری ملکی ضروریات کی کم سے کم لیکن نہایت ضروری مواقع کے لئے لازمی ہو۔ بہر صورت اسے نصاب میں اختیاری پوزیشن دی جانی چاہیئے نہ کہ اسے ضروری مضمون قرار دیکر ہمارے طلبا کا ۷۵ فیصد وقت ضائع کرنا چاہیئے۔ تجربے اور مشاہدے سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہمارے بہترین دماغ صرف انگریزی کے ساتھ دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہے اور پھر جو ہر قیمت پر تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کا ۵۰ سے ۷۵ فیصدی وقت صرف انگریزی زبان کے سیکھنے پر خرچ ہو جاتا ہے جس کا اثر دوسرے مضامین پر کیا پڑتا ہے وہ صاف ظاہر ہے۔

جہاں تک حکومت کی طرف سے تعلیمی مصارف برداشت کرنے کا تعلق ہے وہ اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر نہایت ہی کم ہے۔ بیرونی ممالک میں آپ کو اس ضمن میں متعدد ایسی مثالیں ملیں گی کہ انہوں نے بعض اوقات تعلیم کے فروغ کے لئے ۴۰ سے لیکر ۶۰ فیصدی تک اپنے بجٹ کا حصہ خرچ کیا ہے۔ اس وقت تک نظریہ یہ چلا آرہا ہے کہ حکومت کی ذمہ داری صرف ابتدائی تعلیم کی حد تک ہے اور اس کے بعد قوم اور خصوصی طور پر والدین اپنے بچوں کی تعلیم کے خود ذمہ دار ہیں۔ اور حکومت چاہتی یہ ہے کہ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے پرائیویٹ

اداروں کو فروغ دینا چاھئے جن کے اخراجات والدین خود برداشت کریں - اس وقت بھی صوبہ مغربی پاکستان میں تقریباً ۱۲ سو ھائی سکول ھیں جن میں تین چوتھائی پرائیویٹ اداروں کے تحت چل رھے ھیں - پرائیویٹ اداروں کی چاھے آپ کیسی ھی نگرانی کیوں نہ کریں لیکن وہ اپنے محدود ذرائع کے پیش نظر بچوں کے لئے وہ سہولتیں اور ماحول پیدا نہیں کر سکتے جو ھمارے ملکی و ملی ضروریات اور مقاصد کا متقاضی ھو - یہ ادارے کم و بیش تجارتی صورت اختیار کر چکے ھیں - ان اداروں میں تعلیم کم اور تجارت زیادہ ھو رھی ھے نتیجتاً ھمارے بچے تعلیم کے ان جواھر سے محروم رھتے ھیں جو تعلیم کا لازمی نتیجہ ھونا چاھئے - حقیقت دراصل یہ ھے کہ ان اداروں میں طلباء داخل ھی صرف اس لئے ھوتے ھیں کہ سرکاری اداروں میں انہیں داخلہ نہیں ملتا - ایسے پرائیویٹ ادارے بہت کم ھیں جن میں طلباء صرف اس غرض کے لئے داخل ھوتے ھیں کہ وہ کچھ ایسی صحیح تعلیمی خصوصیات کے متحمل ھیں جو باقی اداروں میں نہیں پائی جاتیں - شومئی قسمت آج کل گنتی کے چند اداروں کو چھوڑ کر باقی تمام سرکاری اداروں میں تعلیمی معیار روز افزوں پست ھوتا جا رھا ھے دیگر وجوھات کے علاوہ طلبا کی تعداد ایک بہت بڑی وجہ ھے - ھر جماعت میں تین سے لیکر چھ تک سیکشن ھیں اور پھر ھر سیکشن میں ۵۰ سے ۷۰ طلبا تک کی تعداد ھے جن کی تسلیم شدہ تعلیمی اصولوں کے تحت کوئی بھی استاد تدریس نہیں کر سکتا - اداروں کی عمارتیں اس تعداد کی متحمل نہیں ھیں - طلباء کو وہ ماحول میسر نہیں آرھا جس میں ان کے ذھنوں کے صحیح طور پر نشونما ھوسکے - اساتذہ کی شخصیت ان عوامل کی متحمل نہیں جو طلباء کے لئے پرکشش اور باعث اقتدار ھو - اساتذہ معاشرتی ، اقتصادی اور سماجی طور پر ذھنی پریشانیوں کا شکار ھیں ان میں رھبری کے وہ اوصاف نہیں جو متعلمین پر اثر انداز ھو سکیں جس کا نتیجہ یہ ھے کہ ھمارے طلباء مدرسہ کے ماحول

میں بجائے کچھ حاصل کرنے کے اپنے کردار میں ایسی کج رویاں لائے ہیں جو ہمارے معاشرے کے لئے ایک عجیب اُلجھن بنتی جارہی ہیں - تعلیمی معیار ان کے نتائج سے واقف ہے اور جو نتائج اس وقت محکمانہ بورڈ یا یونیورسٹی کی طرف سے جس تناسب سے نکل رہے ہیں وہ بھی باامر مجبوری کیونکہ چند مصلحتوں کی بنا پر وہ کامیاب طلباء کا تناسب اس سے زیادہ کم نہیں کر سکتے ورنہ اگر صحیح اصول اور صحیح معیار پر نتائج کا اعلان کیا جائے تو کامیاب طلباء کی تعداد حیران کن حد تک کم ہو گی - یہاں مجھے یہ بھی کہنے کی اجازت دیجئے کہ امتحانوں میں کامیاب ہونے والے طلباء کی تعداد میں بیشتر حصہ ان طلباء کا بھی شامل ہوتا ہے جو نقل اور سفارش کے سہارے پاس ہوتے ہیں جسے مزاحاً آج کل امریکن ایڈ کہا جاتا ہے تعلیمی پستی اور حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اساتذہ آج کل عملاً بھی طلباء کی طرف مدرسہ کے اوقات میں کم توجہ دیتے ہیں اور وہ بعض اوقات گری ہوئی سطح تک ایسے حربے استعمال کرتے ہیں کہ طلباء ان کے پاس ٹیوشن پڑھیں - باوجود محکمانہ پابندیوں کے ہر شام کے وقت ان کے پاس ایک باقاعدہ سکول کھلا ہوا ہوتا ہے - ٹیوشن پڑھنے سے طلباء کے معیار تعلیم میں اضافہ ہو یا نہ ہو البتہ سکول کے اندر اس استاد کی وجہ سے اسے وقتی طور پر کچھ وقار حاصل ہو جاتا ہے - اور لوکل امتحان میں استاد صاحب کی سفارش کے طفیل کامیابی یقینی سمجھی جاتی ہے - بھلا ان حالات اور ایسی تعلیم سے ہم اپنی قوم کے نوجوانوں سے آگے چل کر کیا توقع کر سکتے ہیں -

ہمارے نونہالان قوم کی امانت ہیں- والدین سے زیادہ تمام قوم پر ان کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کی ذمہ‌داری عائد ہوتی ہے - موجودہ ماحول اور موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ ہماری قوم اس ذمہ‌داری کا احساس کرے - ہمیں چاھئے کہ ہم اپنی زیادہ سے زیادہ توجہ اس اہم ترین مسئلہ کی طرف موڑ دیں اگر ہمارے نوجوان ہمارے ملی تقاضوں کے مقابلہ کے لئے ہماری

براہ راست تربیت کے توسط سے تیار ہو گئے تو آپ یقین کیجئے کہ وہ دنیا کی ہر طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک چٹان ثابت ہوں گے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں کسی وقت بھی نہیں جھکا سکتی - ہم ان تمام کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ایک اکائی ، یکجہتی ، یقین ، محکم اور عمل پیہم کی بنیادوں پر تیار کر رہے ہوں گے ، ہم ان جواہر پاروں کی خصوصیات سے پورے طور پر آگاہ ہون گے ، ہمیں انکے براہ راست اور اور لمبے تعلق کی وجہ سے اس کا پوری طرح علم ہوگا کہ ان مین سے کون کس وقت اور کس مرحلے پر زیادہ موزوں اور صحیح طور پر مناسب ہے -

میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ ہماری حکومت ابتدا سے لے کر آخر تعلیم تک تمام‌تر ذمہ‌داری خود سبنھالے اس کے بعد حکومت کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ان نوجوانوں کے ذمہ جو بھی مناسب کام سونپنا چاہے پورے اعتماد سے سونپ دے - صرف تدریس ہی ایک کام نہیں ہے بلکہ ان کی مکمل تربیت بھی کرنا ہو گی - کسی فرد کی خواندگی سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ تعلیم یافتہ ہوگیا ہے - اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ اُس کے کردار اور طرز فکر کی اصلاح نہ ہو تو ایسی خواندگی اکثر وبیشتر اوقات سخت خطرناک ثابت ہوتی ہے - جس کی مثالیں آجکل آپ کو ہمارے موجودہ معاشرے میں ہر جگہ ملتی ہیں - اس لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ صحیح تربیت کا ہونا نہایت ضروری ہے اور یہ تربیت صرف اُس وقت ممکن ہے جب ایک بچہ اپنے تعلیمی دور میں براہ راست اور لمبے عرصے کے لئے مکمل طور پر آپ نگرانی میں رہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ادارے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے تمام بچوں کے لئے ایک مکمل دارالاقامت کی ضرورت پڑے گی اور اُن کے خرچ وخوراک اور دیگر ضروریات زندگی کے لئے بھی اخراجات برداشت کرنا ہوں گے - اس اسکیم کو بروئے کار لانے کے لئے ہمیں دو طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا -

اولاً یہ کہ والدین کیا اپنے بچوں سے جدائی برداشت کریں گے اس کا جواب بالکل سیدھا سادھا ھے کہ یہ مسئلہ کوئی مشکل نہیں - والدین چاھتے ھیں کہ اُن کے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت ھو اور وہ بھی اس طرح کہ اُن پر اس کا بوجھ بھی نہ پڑے اور نہ اُن کو اس کے لئے کسی مزید تردد کرنے کی پریشانی ھو- میں سمجھتا ھوں کہ والدین اس بات سے انکار نہیں کریں گے جب اُن کو ساتھ ھی ساتھ اس امر کا یقین بھی دلایا جائے کہ تکمیل تعلیم کے بعد یہ بچے مع اپنی تمام صلاحیتوں کے اُنکو واپس دے دیئے جایئں گے - اور وہ اُن کی قابلیت، ذرائع آمدنی اور خدمتگذاری وغیرہ کے بالکل اسی طرح بلکہ اُن کی صحیح اصلاح کے بعد اس سے زیادہ موزوں طریق پر مستحق ھوں گے - جیسا کہ وہ آج ھیں - میرے خیال میں وہ اس تجویز کو نہ صرف بخوشی قبول کریں گے بلکہ ھر قسم کا تعاون کرنے کے لئے تیار ھو جائیں گے -

دوسرا مسئلہ جو سب سے اھم ھے اور ظاھری طور پر بہت ٹیڑھا نظر آتا ھے وہ یہ ھے کہ اتنے بڑے بلکہ اس ملک کے سب سے عظیم منصوبہ کے لئے اتنے اخراجات کہاں سے آئیں گے جب کہ آجکل حالت یہ ھے کہ ھم طلباء کی بڑھتی ھوئی تعداد کے پیش نظر اُنکو صرف تدریس کے لئے موزوں مدرسہ کی عمارت اور اساتذہ بھی بہم نہیں پہنچا سکتے - لیکن اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اور صحیح طور پر اس کی پلیننگ کی جائے تو یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں جو حل نہ ھوسکے اور اس کے لئے ھماری قوم ھمارا ساتھ نہ دے-

ھم نے ضرورت کے تحت مہاجر ٹیکس ، ڈیولپمنٹ چار جز (Development Charges) اور متعدد ٹیکس لگائے ھیں - بعینہ ھم موزوں اور مناسب طریقوں پر ایجوکیشنل سیس Educational Cess چارج لگا سکتے ھیں - جب ھماری قوم کو یہ یقین ھو جائے گا کہ یہ پیسہ ایماندارانہ طور پر اور صحیح طریقہ کار سے ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر صرف ھو رھا

ہے اور اُن کے بچے صحیح اسلامی روایات پر ڈھالے جا رہے ہیں جو ملک و ملت کی بقا کے لئے نہایت ہی ضروری اور اہم ہے تو ایسی حالت میں اللہ اور اُس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نہایت فراخ دلی اور بغیر کسی حیل و حجت کے حکومت سے ہر ممکن تعاون کریں گے۔ اس میں ایک نفسیاتی پہلو یہ بھی ہے کہ والدین حصول زر کے لئے ہر جائز و ناجائز اقدامات جو آجکل مروج ہیں اور جس کا جواز وہ اس بات میں تلاش کرتے ہیں کہ بھئی کیا کریں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کی پڑھائی ہے، کپڑا لینا ہے، ان کی بیماری ہے، وغیرہ وغیرہ۔ نہ صرف اتنا بلکہ اُنہیں یہ بھی فکر ہوتی ہے کہ بچوں کے حصول تعلیم کے بعد اُنہیں زندگی میں کسی راہ پر لگانے کے لئے بھی اخراجات کی ضرورت ہو گی تو ایسی حالت میں نہ صرف والدین اس فکر میں بجا طور پر بے حد پریشان ہوتے ہیں بلکہ جیسا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے ان ضروریات کی تکمیل کے لئے ایسے بے جا اور ناجائز اقدامات کرتے ہیں جو ہمارے معاشرے میں خرابیوں کا باعث ہیں۔ اگر اُن کے بچوں کی تعلیم و تربیت صحیح ماحول میں ہو جائے اور اُنہیں یقین ہو کہ حصول تعلیم کے بعد اُن کے بچے خود بخود اپنی قابلیت اور صلاحیت کی بنا پر اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے تو ایسی یقین دہانی کے بعد والدین بخوشی ہر ممکن تعاون کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ Educational Cess معمولی نہیں ہو گا۔ لیکن اس کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر جبکہ والدین کو وہ اتنے بڑے بوجھ سے سبکدوش کرتا ہے تو کسی کو اس کے ادا کرنے میں نہ ہی دقت محسوس ہو گی اور نہ کوئی اعتراض، البتہ اس کی وصولی کا طریقہ کار سہل مناسب اور مختلف مدّات پر منقسم ہونا چاہئیے۔

آمدنی کا ایک اور طریقہ بھی ہے، جو اس منصوبہ کا ایک ضروری جزو ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا ایک لازمی حصہ جو نہ

صرف بچوں کی صحیح تدریس کیلئے ضروری ہے بلکہ ان کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت اہم ہے اس سے نہ صرف ملک و قوم کے بہت سے مسئلے خود بخود حل ہو جائیں گے ، بلکہ تعلیمی اخراجات کا بوجھ طلبا خود بخود برداشت کرنا شروع کر دیں گے ، اور وہ یہ کہ ہمارے ہر ادارے کے ساتھ ایک لوکل انڈسٹری کا ہونا ضروری ہے جو موقع محل کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہیں - گھریلو صنعتوں کی قسم کے متعدد کام ایسے ہو سکتے ہیں جو ہر عمر کے بچے اپنی بڑھتی ہوئی صلاحیت کے ساتھ باآسانی کر سکتے ہیں - جس سے وہ نہ صرف ادارے کے بہت حد تک اخراجات نکال سکتے ہیں بلکہ وہ اپنی چھوٹی موٹی دیگر ضروریات بھی اپنی آجرت سے پورے کر سکتے ہیں - ان گھریلو صنعتوں کی پیداوار سے ہم اپنی بیشتر ملکی ضروریات بلکہ بیرونی ممالک میں برآمد کرنے سے ہم زرمبادلہ تک کما سکتے ہیں - یہ کوئی نئی چیز نہیں ایسا بھشتر ممالک میں ہو رہا ہے اور اس سے وہ پوری طور پر مستفیض ہو رہے ہیں - اس مسئلہ کا یہ حصہ غیر درسی مشغلہ ہے جو بچوں کے فارغ وقت میں مناسب طریق پر کام میں لایا جا سکتا ہے - یہ تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے ، بلکہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آج کل کے مروجہ تعلیمی طریقہ کار میں ہمارے طالب علم سال میں مشکل سے ساڑھے پانچ مہینے اسکول میں جاتے ہیں اور ان کو ساڑھے چھ مہینے کی کم و بیش رخصتیں ہوتی ہیں - اور جب سکول جاتے ہیں تو وہاں ان کی پڑھائی تقریباً ساڑھے پانچ گھنٹے ہوتی ہے - یعنی سال کے ۸۷۸۴ گھنٹوں میں سے صرف ۹۰۸ گھنٹے اسکول میں پڑھتے ہیں اور باقی ۷۸۷۶ گھنٹے ان کے فارغ ہوتے ہیں - اگر روزانہ کے دس گھنٹے ان کی نیند کھانا اور دیگر ضروریات کے لئے وضع کریں تو پھر بھی ان کے پاس ۴۶۹۶ گھنٹے بالکل فارغ وقت کے بچتے ہیں جن کو ہم نہایت موزوں طریق پر استعمال کر سکتے ہیں جو آج کل موجودہ طریقہ تعلیم کے لحاظ سے بالکل ضائع جا رہے ہیں - اس مصروف دور میں اکثر

والدین اپنے بچوں کی ان اوقات میں صحیح طور پر نگرانی نہیں کر سکتے اور نتیجةً یہ وقت ان کا بے راہ روی میں صرف ہوتا ہے ۔ وقت قوم کا ایک نہایت قیمتی اور اہم سرمایہ ہے جسے ہمیں سختی سے سنبھالنا چاہئیے ۔ ان اوقات میں ہم بچوں کی غیر درسی تربیت مثلاً جسمانی ذہنی و دیگر ضروری نشوونما بھی کر سکتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان سے اقتصادی مفاد حاصل کر سکتے ہیں ، بلکہ ضرورت کے مطابق ہم درسی اوقات میں بھی اضافہ کر سکتے ہیں ۔

یہاں میں پھر ایک بار اس امر کی طرف توجہ دلانا نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ اس منصوبہ کو زیر کار لاتے وقت ہمیں اپنے نصاب تعلیم میں بے حد تبدیلی کرنا ہو گی جو ہمارے مذہبی اقتصادی زرعی ، مشینی ، سائنسی ، ملکی و ملی ضروریات کا حامل ہو ۔ ہم نے آج کل اپنے نصاب میں مضامین کی بھرمار کر دی ہے اور بچوں کے ذہنوں پر اس قدر بوجھ ڈال دیا ہے ۔ کہ وہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے ۔ پرائمری اور ثانوی تعلیم کا طالب علم جب اپنا بستہ اٹھا کر گھر سے نکلتا ہے تو اس کے سر پر اچھی خاصی گٹھڑی ہوتی ہے جو بمشکل ہانپتا کانپتا سکول تک لے جاتا ہے ۔ اگر ماہرین تعلیم اس پر غور کریں تو ہم اپنے نصاب کو ضرورت کے مطابق مختصر بھی کر سکتے ہیں اور ایک کتاب میں ہم مختلف مضامین یکجا کر سکتے ہیں ۔ مثال کے طور پر جب ابتدائی جماعتوں میں بچوں کو اردو ادب پڑھانا مطلوب نہیں ہوتا ، صرف اردو کے الفاظ سے متعارف کرانا ہوتا ہے ، تو اردو کے مضمون سے ہی ہم انہیں ابتدائی تاریخ، جغرافیہ، سائینس اور اسلامیات وغیرہ کے اسباق دے سکتے ہیں ۔ ان جماعتوں میں ان مضامین کو علیحدہ علیحدہ پڑھانے سے بچوں کی دلچسپی نفسیاتی طور پر قائم نہیں رہ سکتی اور ایک عجیب اکتاہٹ سی محسوس کرنے لگتے ہیں ۔ بہر صورت نصاب تعلیم کے متعلق مختلف مدارج پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے ۔

اصول یہ ہونا چاہئیے کہ ہم طلباء کو زیادہ تر عملی زندگی کے لئے تیار کریں ۔ تعلیم کا رنگ اس قدر فلسفیانہ نہیں ہونا چاہئیے جس کے لئے آج کا دور متقاضی نہیں ۔

متذکرہ بالا بحث صرف لڑکوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ہماری طالبات کے لئے بھی تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ یہ امور اتنے ہی ضروری ہیں جتنا کہ لڑکوں کے لئے ، البتہ اس میں احتیاط نہایت لازمی ہے ۔ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ ہمارے اسلام نے عورت کو معاشرے میں کیا مقام دیا ہے ، اُسے گھر میں کیا حیثیت حاصل ہے ، اور وہ ملک و قوم کے لئے کہاں اور کس حد تک مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتی ہے ۔ جب ہم اس مسئلہ پر غوروخوض کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسے بہت سے شعبے ہیں جہاں عورت نہایت خوبی سے کام کر سکتی ہے ، اور کچھ ایسے شعبے ہیں جہاں صرف مرد کام کر سکتا ہے اور ایسے بھی شعبے ہیں جہاں مرد اور عورت ایک ساتھ اپنی حدود میں رہ کر کام کر سکتے ہیں ۔ اس طرح جن شعبوں میں عورتیں کام کر سکتی ہیں وہاں سے ہم مردوں کو فارغ کر کے ان سے کوئی اور بہتر کام لے سکتے ہیں ۔ عورت ہماری آبادی کا ۵۰ فیصدی حصہ ہے ۔ ہم انہیں بیکار رکھ کر آدھی طاقت کے ساتھ ان قوموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو اپنے ہر چھوٹے بڑے فرد کی مکمل صلاحیتوں کے ساتھ اس دنیا میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں ۔ ہمیں ہر صورت میں عورت سے اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ کام لینا ہے ۔ اور عورت کو مرد کے ساتھ حدود کے اندر شانہ بہ شانہ چلانا ہو گا اور اُسے اپنے ملک کی فلاح و بہبود کے لئے تیار کرنا ہو گا ۔ البتہ ان کی راہیں اور مرحلے تجویز کرنا ہمارا کام ہے ۔ لیکن یہ تعلیم کبھی بھی اور کسی مرحلہ پر ایسی نہیں ہونی چاہئیے جو ہمارے گھریلو نظام کو کسی وقت بھی نقصان پہنچائے ۔ اگر اس بات کا خیال نہ رکھا گیا تو ہم ایک ایسی غیر مطمئن زندگی سے دو چار ہو جائیں گے جس کا بیشتر مغربی ممالک

اس وقت شکار ہو رہے ہیں اور جو بالآخر ہمارے معاشرے کی بنیاد ہی کھوکھلی کر کے رکھ دے گی -

قلت وقت کے پیش نظر میں صرف اشارۃً آپ کی توجہ تعلیم بالغاں کی طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں - اسی موضوع پر میں نے ایک مکمل مقالہ اسی قسم کے ایک ایجوکیشنل سیمینار میں سابقہ ریاست بہاولپور کے زمانہ میں پڑھا تھا - حکومت کے مطالبہ پر انہیں مکمل سکیم ایک نصاب اور بجٹ بھی تیار کر دیا تھا - سابقہ ریاست بہاولپور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار بھی ہو گئی تھی لیکن وحدت مغربی پاکستان کے بعد وہ سکیم رہ گئی -

کسی ملک میں صحیح جمہوریت صرف اس وقت قائم ہو سکتی ہے جبکہ اس کے عوام صحیح سوجھ بوجھ رکھتے ہوں - ویسے بھی آج کے دور کا تقاضہ ہے کہ ہمارے عوام ملکی و قومی مسائل کو پوری طرح سمجھ سکیں - تعلیم بالغان کا یہ مقصد بہت پرانا ہے کہ انہیں خواندگی سکھائی جائے - خواندگی اپنی جگہ پر کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو لیکن ضرورت دراصل اس بات کی ہے کہ عوام کو صحیح سوجھ بوجھ، واقفیت عامہ اور ملکی و ملی تقاضوں کے متعلق ضروری آگاہی دلائی جائے - اس ضمن میں ترکی ، چین ، روس ، ڈنمارک اور کچھ دیگر مغربی ممالک نے اپنے وقتی تقاضوں کے تحت تھوڑے سے وقت میں عوام کو خاطرخواہ طریقوں پر تیار کیا اور نہایت ہی حوصلہ افزاء نتائج حاصل کئے - ہمیں اس مسئلہ سے بالکل غافل نہ رہنا چاہئیے کیونکہ ہمارے ملک کے ۸۵ فی صد سے زائد بالغان اس وقت ناخواندہ ہیں اور انہیں ہمارے روزمرہ کے مسائل سے صحیح طور پر آگاہی حاصل نہیں - ان اعداد و شمار سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیمی سرگرمیاں ان کی پرورش اور اپنے دیگر مقاصد کی تکمیل کیسے کر سکتے ہیں -

ہمارے عوام اپنی کاروباری زندگی کے سلسلہ میں غیر معین اوقات میں بیشتر اوقات مصروف رہتے ہیں - لہذا خواندگی کے لئے ہم

ان کے درسی اوقات کامیابی سے کسی خاص وقت کے لئے معین نہیں کر سکتے - اس کے لئے ملک کے کونے کونے میں ہمیں ترکی کی طرح Peoples Houses کی طرز پر عوامی مراکز خصوصی طور پر تربیت شدہ افراد کی زیر نگرانی کھولنے ہونگے جو کم از کم تین دفعہ مختلف گروپوں کو ایک خاص نصاب کے تحت عوام کو تعلیم دیں- جس میں ضروری حد تک لکھنا پڑھنا اور حسابی سوجھ بوجھ ہو تاکہ ہمارے بالغان صبح ، دوپہر یا شام جس وقت بھی آسانی سے فارغ ہوں اپنا سبق حاصل کر سکیں - لیکن اس خواندگی کے علاوہ جو امر نہایت ضروری ہے وہ واقفیت عامہ بہم پہنچانا اور ملکی و قومی حالات سے آگاہی دینا ہے - ہمارے عوام کو اس بات کے لئے کافی وقت درکار ہے - اور یہ بات سردست ناممکن نظر آتی ہے کہ ہمارے عوام اس حد تک پڑھ لکھ لیں کہ وہ خود بخود اخبارات اور رسائل سے ان چیزوں کے متعلق آگاہ ہو سکیں - اس لئے ان مراکز کے نگران کی ایک ذمہ‌داری یہ بھی ہو گی کہ ان اوقات میں وہ روزمرہ کے اخبار کے حالات، گورنمنٹ کی پالیسی، ملکی اور غیر ملکی خبریں پڑھ کر سنائے اخلاقی اور سماجی مسائل پر گفتگو کرے اور انہیں ان کے دیہات اور ان کے معاشرے کی اصلاح کے اصول سمجھائے- انہیں مراکز سے ان کے روزمرہ کے مسائل حل کئے جا سکتے ہیں اور ان کی مشکلات کا تدارک کیا جا سکتا ہے - یہی مراکز ان کی زرعی ، اقتصادی اور صحت کے مسائل کا بھی تدارک کر سکتے ہیں - اس طرح سے انہیں مراکز کی معرفت عورتوں کی خواندگی اور ان کی واقفیت عامہ کی طرف توجہ دی جا سکتی ہے - ہمارے دیہات سدھار کے مراکز نے اگرچہ انہیں بنیادوں پر کام شروع کیا تھا لیکن ان کے پروگرام میں وسعت کی ضرورت تھی - اگر مراکز کو صحیح طریق پر کارآمد بنایا جائے تو یہ مراکز خود بخود اپنے اخراجات برداشت کر سکتے ہیں - ہمارا ہر طریق عمل ہی ایسا ہونا چاہئیے کہ ہم اپنی حکومت کو زیر بار نہ کریں اور نہ ہی غیر ملکی امداد پر بھروسہ رکھیں بلکہ سکیم اور منصوبہ

ایسا مرتب کرنا چاھئیے - جو اپنا بوجھ خود سہار سکے اس ضمن میں ھم مسجد کے توسط سے بھی بہت زیادہ کام لے سکتے ھیں جس کے لئے ضروری ھو گا کہ مسجد کے امام کو خاص طور پر تربیت دی جائے اور پانچوں وقت میں حکومت کی تعلیمی اور ملکی و ملی پروگرام کے تحت عوام کے لئے مناسب طریق پر انہیں ھدایات دے اور جمعه کے روز خاص طور پر ملکی ضروریات کے تحت خطبه میں ایسے ذکروافکار کرے جو دینی اور دنیاوی ھر دو طریق سے مناسب ھوں - اس کے متعلق ھفتہوار آسے پروگرام ملنا چاھئیے تاکه عوام اور حکومت کے درمیان صحیح رابطه قائم رہ سکے -

میں آپ سے معذرت خواہ ھوں کہ باوجود انتہائی اختصار کے میں نے آپ کا کافی وقت لیا ھے - میں اس بات کا بھی اعتراف کرتا ھوں که اس موضوع میں بہت سے نکات ایسے ھیں جن کے متعلق میں وقت کی قلت کی وجہ سے ذکر نہیں کر سکا اور جن کا ذکر بھی کیا ھے وہ اس قدر ناکافی ھے کہ ان کا بہت سا حصه تشنه تشریح رہ گیا ھے - بہر صورت میں نے مختصراً چند نکات کی طرف اشارةً کہا ھے اب اگر حکومت مناسب سمجھے تو ماھرین ان پر پورا غوروخوض کر کے بہترین نتائج برآمد کر سکتے ھیں - میری یه تجاویز تعلیمی میدان میں ایک انقلاب کی حیثیت رکھتی ھیں اور آج ھمارے ملک میں ھماری قوم کی بہتری کے لئے اس انقلاب کی اشد ضرورت ھے - یه انقلاب جس قدر جلدی لایا جائے اتنا ھی مناسب ھے - اور جب اس پر عمل پیرا ھونا منظور ھو تو یه انقلاب تمام ملک میں بیک وقت لایا جائے، اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے گئے تو اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نه ھونگے -

تیسری نشست

۲۴ ستمبر ۱۹۶۳ ۳۰-۸ بجے صبح

صدر : جناب سید دربار علی شاہ - سی ایس پی
کمشنر ، بہاول پور ڈویژن

سیکریٹری : ڈاکٹر ڈی ایم قریشی - جنرل اکانومسٹ
محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

روئداد تیسری نشست

از

ڈاکٹر ڈی - ایم - قریشی - جنرل اکاؤنٹنٹ

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

تیسرا سیشن ساڑھے آٹھ بجے تلاوت قرآن حکیم سے شروع ہوا - آٹھ مقررین نے مختلف موضوعات پر مقالے پڑھے - مسٹر اے کیو راجپوت نے مقالہ بعنوان ''بہاولپور اور ملتان ڈویژن میں دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران صنعتی ترقی،، پڑھا - مسٹر عبدالقادر کا تحریر شدہ مقالہ بعنوان ''بہاولپور و ملتان ڈویژن میں دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران صنعتی ترقی،، مسٹر دین محمد نے پڑھا - مسٹر راجپوت نے صنعتی ترقی پر سیر حاصل تبصرہ کیا - اور بعد ازاں مسٹر جے - آر شیرانی نے ''چولستان میں چراگاھوں کے انتظام،، پر اپنے خیالات کا اظہار کیا - شیرانی صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ چولستان میں گھاس کی فراوانی ھے پھر بھی بے شمار جانور ھر سال مر جاتے ھیں - چراگاھوں کا انتظام اس طور پر کیا جائے کہ چارہ اور پانی اچھی قسم کے جانوروں کو ملتا رھے - اسکے بعد افتخار علی صاحب نے اپنے مقالہ بعنوان ''ضلع بہاولنگر میں سیم کی لعنت اور اس کے انسداد کی تدابیر،، پڑھا - افتخار علی صاحب نے علاقہ بہاولنگر میں سیم کی رفتار کا جائزہ لیا اور سیم دور کرنے کے لئے متعدد مفید تجاویز پیش کیں - ازاں بعد میر محمد صاحب نے ''بہاولپور ڈویژن کے کاشتکاروں کے زرعی مسائل اور ان کا حل،، کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا - صاحب مقالہ نے کھاد ، مال مویشی ، زمین اور سہولت قرضہ کے مسائل پر روشنی ڈالی اور مفید تجاویز پیش کیں ملک خدا بخش صاحب نے ''بہاولپور ڈویژن میں زراعت اور کاشتکاروں

کے مسائل،، پر مقالہ پڑھا - ازاں بعد مسٹر ایس - کے بلوچ نے ''بہاولپور ریجن میں آبپاشی کے مسائل اور ان کے حل،، پر مقالہ پڑھا - انہوں نے توسیع آبپاسی ، اصلاح اراضی اور سیلاب کی روک تھام کے مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مفید اور قابل عمل تجاویز پیش کیں - ڈاکٹر عبدالعزیز نے ''بہاولپور ڈویژن میں طبی سہولتوں کی ترقی کا،، جائزہ لیا - انہوں نے فرمایا کہ دیہی آبادی کو طبی امداد پہنچانے کے لئے ضلعی صدر مقامات کے ہسپتالوں میں موجودہ گشتی شفاخانوں کی تجدید کی گئی ہے - دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران رحیم یار خان اور بہاولنگر کے ضلعی صدرمقاموں میں ایک سو پچیس بستروں کے ہسپتال بنا دئیے جائیں گے - اس کے علاوہ ملیریا کے انسداد ، خاندانی منصوبہ بندی اور دیہی مراکز صحت کے متعلق سکیمیں زیر عمل ہیں - مس زیڈ - ایم شاہ ڈپٹی انسپکٹریس آف سکولز بہاولپور نے مقالہ بعنوان ''بہاولپور میں زنانہ مدارس اور دوسرا اور تیسرا پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ،، پڑھا - مس شاہ نے فرمایا کہ بہاولپور ڈویژن کے ہائی مدارس کے لئے سائنس اور ریاضی کی معلمات میسر آ رہی ہیں - دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں ترقی کی رفتار پہلے پنجسالہ منصوبہ کی نسبت تیز ہے - آخر میں مس شاہ نے تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے لئے چند مفید تجاویز حکومت کے غور و فکر کے لئے پیش کیں -

بہاول پور اور ملتان ڈویژن میں دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران

صنعتی ترقی

از

مسٹر اے کیو راجپوت بی-ایس-سی-(آنرز) ایم-ایس سی
ٹیکنیکل آئی-او-ایم-کینیڈا ڈپٹی ڈائرکٹر صنعت و حرفت
ملتان ریجن ملتان

مجھ سے کہا گیا کہ میں ملتان ریجن کی صنعتی ترقی پر جس میں بہاول پور اور ملتان ڈویژن شامل ھیں پہلے دوسرے اور تیسرے پنجسالہ منصوبہ جات کی روشنی میں ایک مقالہ پڑھوں - جو وقت مجھے دیا گیا تھا وہ اتنا قلیل تھا کہ میں ایک بالتفصیل مقالہ کیلئے ضروری اعداد و شمار جمع نہ کر سکا - اس مقالہ میں پہلے اور دوسرے پنجسالہ منصوبہ جات کے پروگرام اور پاکستان کو ایک صنعتی ملک بنانے میں ان کے اثرات پر روشنی ڈالی گئی ھے اور ملتان اور بہاول پور ڈویژن کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ھے - میرے لئے ممکن نہیں ھے کہ میں ایک فرد کی اوسط آمدنی میں اضافہ کے متعلق تفصیلات پیش کر سکوں - میں نے کوشش کی کہ پہلے دوسرے اور تیسرے پنجسالہ منصوبہ جات کے سلسلہ میں جو اقتصادی ھوئی ھے یا ھوگی ، اسے بیان کر سکوں - اس سے قبل کہ ان منصوبہ جات کے تحت صنعتی پروگرام پر روشنی ڈال سکوں میں آپ کے سامنے ان دو ڈویژنوں کے لئے حکومت کی طرف سے منظور شدہ صنعتی پروگرام کو پیش کرنا چاھتا ھوں - یہاں ایک علاقائی دفتر ھے جس کا سربراہ ایک ڈپٹی ڈائرکٹر ھے - اس کے تحت دو اسسٹنٹ ڈائرکٹر دیئے گئے ھیں جن کا اپنا سٹاف ھے - دفتر کا ھیڈکوارٹر ملتان

ہے - اعدادو شمار کا جائزہ لینے اور انہیں جمع کرنے کیلئے ہر صنعتی ہیڈکوارٹر میں ایک انڈسٹریل ڈوپلیمنٹ آفیسر متعین کیا گیا ہے - لیکن جہاں اس کی اشد ضرورت نہیں محسوس کی گئی وہاں دو ضلعوں کے لئے ایک افسر مقرر کیا گیا ہے - یہ اضلاعی افسران جنہیں فیلڈ آفیسر بھی کہا جاتا ہے ضلع کی ترقی پر نظر رکھتے ھیں - اور جہاں بھی ضرورت ہو وہاں ضروری امداد بہم پہنچاتے ھیں - ان افسروں کے ماتحت اسسٹنٹ انڈسٹریل ڈویلپمنٹ آفیسر ، ان کی ھدایات کے مطابق کام کرتے ھیں -

ایک ملک کی صنعتی ترقی کے لئے چند بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ھے - ان کی تفصیل مختصراً پیش کرتا ھوں -

۱ - خام مال کی دستیابی

بہاول پور اور ملتان ڈویژن زرعی علاقے ھیں اور یہاں روئی ، گیہوں چاول ، اور تمباکو بکثرت پیدا کیا جاتا ہے - اس کے علاوہ یہاں پر کھالیں اور چمڑا بھی کافی مقدار میں دستیاب ھوتا ہے - ان دونوں ڈویژنوں میں دھاتوں کی پیداوار معدوم ہے لیکن جو خام مال یہاں پیدا کیا جاتا ہے اسے پاکستان میں بہترین تصور کیا جاتا ہے - جو صنعتیں اس مال کے ذریعے دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں چلائی گئی ھیں اس پر میں آئند، روشنی ڈالوں گا -

۲ - پانی اور بجلی کے وسائل

پہلے پنجسالہ منصوبہ کے دوران ملتان ڈویژن میں بجلی موجود تھی لیکی بہاول پور ڈویژن میں نہیں تھی - جس کی وجہ سے ان دونوں ڈویژنوں میں صنعتیں عمدگی سے ترقی نہ پا سکیں - لیکن اب بجلی گڑو سسٹم کے ذریعے تمام بہاول پور ڈویژن کو پہنچائی جا رہی ہے - اور اب مشکلات پر قابو پا لیا جائے گا اور نئے منصوبہ جات کے لئے کافی بجلی مل سکے گی -

۳ - زمین

صنعتی منصوبوں کے قیام میں زمین کے نہ ملنے کی وجہ سے مشکلات حائل ہوگئیں تھیں ۔ ملتان اور بہاول پور ڈویژنوں کے زمیندار صنعتی یونٹوں کے استعمال کے لئے زمینیں دینے میں ہچکچاھٹ محسوس کرتے تھے جس کی وجہ سے ملتان میں زمین کی عدم موجودگی کے باعث صنعتی منصوبہ جات پر عمل نہ ہو سکا ۔ یہ مشکلات اب بھی درپیش ھیں اور چند یونٹ جن کی منظوری بہاولپوراور ملتان ڈویژن کے لئے دی گئی تھی زمین کے نہ ہونے سے یہاں نہ لگائے جا سکے ۔ مثلاً بہاول پور میں چمڑے کا ایک کارخانہ قائم کرنے کی تجویز تھی ، اس کے مالک نے زمین حاصل کرنے کیلئے ایک سال تک بہت تگ و دو کی ، لیکن ناکام رھا ، اور اس نے یہاں کارخانہ قائم کرنے کا خیال ترک کر دیا ۔

۴ - قرض

شیڈول اورکوآپرٹیو بنکوں سے قرض پر روپیہ حاصل کرنے کی کافی ھمت افزائی نہیں کی گئی ۔ ان دونوں ڈویژنوں میں سرمایہ پردہ نشین تھا ۔ یہ بات اس سے بخوبی ظاھر ھو جائیگی کہ ۶۲ - ۱۹۶۱ء میں ساڑھے تین کروڑ روپے اور ۱۹۶۲ء مین بہاول پور ڈویژن میں ایک کروڑ روپے کے صنعتی یونٹ قائم کرنے کی منظوری دی گئی تھی لیکن اس کے لئے کسی نےبھی درخواست نہیں دی ۔ پاکستان انڈسٹریل کریڈٹ انوسٹمنٹ کارپوریشن اور انڈسٹریل ڈوپلپمنٹ بنک نے اس بات کے مواقع فراھم کئے کہ بیرونی زر مبادلہ باآسانی حاصل کیا جا سکے لیکن کسی نے بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھایا ۔ جہاں تک مجھے معلوم ھے کسی شخص نے بھی بہاولپور مین کسی منصوبے کے قیام کے لئے درخواست نہیں دی البتہ ملتان نے اس سے فائدہ اٹھایا اور نئے صنعتی منصوبہ جات قائم کرنے کے لئے پاکستان انڈسٹریل کریڈٹ انوسٹمنٹ کارپوریشن اور انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بنک سے ایک کروڑ روپے سے زیادہ کا زرمبادلہ حاصل کیا ۔

۵ - حمل و نقل کی سہولتیں

بہاولپور اور ملتان ڈویژن ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پھیلے ہیں اور خام مال اور تیار شدہ مال کے حمل و نقل کے لئے کافی سڑکیں موجود ہیں۔

٦ - ٹیکنیکل معلومات

ملتان ڈویژن کے مقابلہ میں بہاول پور میں ٹکنیکی معلومات کا زبردست فقدان ہے ضوبائی حکومت نے یہاں پر ایک ٹیکنیکل ھائی سکول اور پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ قائم کیا ہے۔ ملتان میں بھی ایک پولی ٹیکنیک ادارہ قائم کرنے کیلئے منظوری دے دی گئی ہے تاکہ نئے منصوبہ جات کیلئے تربیت یافتہ لوگ مل سکیں۔

۷ - داخلی و خارجی اخراجات

بہاولپور ڈویژن میں جو مشکل درپیش آتی ہے وہ اس کی دور دور تک بکھری ہوئی آبادی ہے۔ اس ڈویژن میں ایسا کوئی شہر نہیں جس کی آبادی ایک لاکھ نفوس پر مشتمل ہو اور جہاں صارفین کے لئے مال تیار ہوتا ہو۔ جن صنعت کاروں کو اس بات کی ترغیب دلائی گئی کہ وہ بہاولپور ڈویژن میں فیکٹریاں لگائیں۔ انہوں نے ہچکچاہٹ کی اور بہانہ کرکے اس علاقے چلے گے حکومت مغربی پاکستان نے اعلان کیا کہ صنعت کاروں کو بہاولپور اور ملتان جیسے پسماندہ علاقوں میں صنعتیں لگانے کی ترغیب دی جائے گی لیکن اس ضمن میں اب تک واضح احکامات جاری نہیں کئے گئے . یہاں کے باشندوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ ایک پلان کے تحت سامنے آئیں۔ اور انڈسٹریل انوسٹمنٹ شیڈول کے تحت نئی صنعتیں قائم کریں۔ حکومت مغربی پاکستان اس بات کے لئے تیار ہے۔ کہ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے ان منصوبہ جات کی منظوری بھی دے دے جو انوسٹمنٹ شیڈول میں شامل نہیں ہیں۔

۸ - پہلا پنجسالہ منصوبہ

اس منصوبے کے تحت تین ارب اکیس کروڑ پچاس لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے - جس میں سے ایک ارب اڑتالیس کروڑ روپے پبلک سیکٹر کیلئے ، ایک ارب بہتر کروڑ پچاس لاکھ روپے پرائیویٹ سیکٹر کیلئے مختص کئے گئے -

۹ - دوسرا پنجسالہ منصوبہ

دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت ایک ارب ستر کروڑ روپے پبلک سیکرٹر کے لئے ، اور تین ارب انتالیس کروڑ روپے پرائیویٹ کے لئے منظور کئے گئے - اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت نے مندرجہ ذیل انڈسٹریل انوسمنٹ شیڈول تیار کئے ، جن پر ۱۹۶۳ء میں نظر ثانی کی گئی -

داخلی — تریسٹھ کروڑ تراسی لاکھ روپے

خارجی — نواسی کروڑ پانچ لاکھ روپے

میزان — ایک ارب باون کروڑ اٹھاسی لاکھ روپے

اس شیڈول میں سے مغربی پاکستان میں نئی یونٹوں کے قیام کے لئے پینتیس کروڑ اکانوے لاکھ روپے داخلی و خارجی دونوں مدوں کیلئے مختض کئے گئے - اور اکیس کروڑ ترپن لاکھ تجدید اور بیلینس کے لئے رکھے گئے - یہاں اس بات کا ذکر ضروری ھے - کہ انوسٹمنٹ شیڈول کا مکمل فائدہ آٹھایا گیا - بلکہ چند مدوں میں تو زیادہ خرچ کیا گیا پبلک سیکٹر کے ضمن میں تقریباً چوبیس کروڑ روپے کے سرمائے سے کھاد کا کارخانہ پہلے ھی لگایا جا چکا ھے اور تقریباً دو کروڑ روپے کے صرفہ سے ملتان ، بہاولپور ، اور رحیم یار خان میں انڈسٹریل کا اسٹیٹ قیام عمل میں آئیگا -

پرائیویٹ سیکٹروں کے سلسلہ میں تقریباً آٹھ کروڑ روپیہ داخلی و خارجی بہاولپور اور ملتان ڈویژن میں لگایا گیا۔ اس کے علاوہ ایک متعدد رقم تخمیناً اڑھائی کروڑ روپیہ شکر کی مل کے قیام پر صرف کیا گیا۔ مزید برآں دو بناسپتی گھی کے کارخانے، تین کپڑے کے کارخانے دو پہلوں سے اشیاء تیار کرنے کی فیکٹریاں اور ایک ورسٹڈ اون تیار کرنے کے پلانٹ کی منظوری دیدیگئی ہے جس کے لئے دو کروڑ روپے کی ایک رقم دی گئی ہے۔ امید ہے کہ دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے آخر تک چھ کروڑ روپے دو کپڑوں کی ملوں، ایک شکر سازی کا کارخانہ، ایک سگریٹ فیکٹری، اور ایک گتہ سازی کے کارخانہ پر بہاولپور اور ملتان ڈویژن میں صرف کئے جائیں گے۔ ان ڈویژنوں میں صنعتی پیداوار، مزدوری (Labour) اور مختلف صنعتوں کے متعلق معلومات حسب ذیل ہیں۔

پارچہ بافی کی صنعت

پہلے پنجسالہ منصوبہ کے دوران اس علاقہ میں سات کپڑے کی ملیں کام کر رہی تھیں اور ایک بند پڑی ہوئی تھی ان میں تکلوں کی تعداد اور پاور لوم کے اعداد و شمار علاقہ وار حسب ذیل ہیں:-

نام اور پتہ	تکلے	پاور لوم
ملتان ڈویژن		
۱- کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ملتان	۶۳۰۰۰	۱۳۷۸
۲- بورے والا ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ بورےوالا	۶۲۰۰۰	—
۳- کوآپریٹو ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ خانیوال	۲۵۰۰۰	—
۴- یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ملتان	۱۲۵۰۰	—
۵- ستلج کاٹن ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ آکاڑہ	۳۲۰۰	—

بہاول‌پور ڈویژن

	تکلے	پاور لوم
۶- عباسی ٹیکسٹائل ملز رحیم یار خاں	۳۶۴۴۰	۵۰۱
۷- بہاول‌پور ٹیکسٹائل ملز خان‌پور	۱۵۰۰۰	۳۰۰
	۲،۴۱،۱۴۰	۳۴۷۹

دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران تین نئے یونٹ منظور کئے گئے ہیں ان میں سے دو زیر غور ہیں ۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ موجودہ یونٹوں پر کم سے کم خرچ آئے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

ملتان ڈویژن

۱- اللہ وسایا ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ملتان	۱۲۵۰۰	—
۲- کے ڈی رانا اینڈ کمپنی منٹگمری	۱۲۵۰۰۰	—
۳- نجم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ منٹگمری	۲۵۰۰۰	۵۰۰
۴- بوریوالا ٹیکسٹائل ملز بوریوالا	—	۱۰۰۰
۵- کوآپریٹوٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ خانیوال	—	۴۲۷
۶- پنجند ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ملتان	۷۳۰۰ اور ۵۲۰۰ (زیر تبدیلی ہیں)	۸۷
۷- یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ملتان	—	۲۰۷
۸- ملتان میں ابھی ایک یونٹ زیر غور ہے ۴۲۵۰۰		—

بہاول‌پور ڈویژن

۹- عباسی ٹیکسٹائل ملز رحیم یارخاں	—	۵۰۰
۱۰- بہاولپور کیلئے ایک یونٹ ابھی زیرغور ہے ۲۵۰۰۰		
	۱،۰۰،۰۰۰	۲۷۲۱

عباسی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ رحیم یار خاں کو ۲۴۰۰۰ پرانے اور خستہ تکلوں کی بجائے دوسرے تکلے لگانے کی اجازت دی گئی ۔

جب یہ فیکٹریاں کام کرنا شروع کر دیں گی اس وقت اس علاقہ میں تکلوں کی تعداد ۳,۴۱,۱۴۰ اور پاور لومز کی تعداد ۶۲۰۰ ہو گی ۔

اب تک اس صنعت میں ۹,۲۰,۰۰,۰۰۰ روپیہ لگایا گیا اور مستقبل میں اس سرمائے میں ۶,۲۵,۰۰,۰۰۰ روپے کا اضافہ ہوگا ۔ اس صنعت میں ۲۲۰۰۰ لوگ ملازم ہیں جنہیں ۲۰,۵۰,۰۰۰ روپے مجموعی ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے ۔ دوسرے پنجسالہ منصوبے کے اختتام تک ملازمتوں اور مزدوری میں دوگنا اضافہ ہونے کا امکان ہے ۔

بناسپتی گھی بنانے کی صنعت

پہلے پنجسالہ منصوبے کے دوران اس علاقہ میں بناسپتی گھی بنانے کی دو فیکٹریاں موجود تھیں جہاں پر سالانہ ۱۵۰۰ ٹن گھی تیار کیا جاتا تھا ۔ دوسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران ملتان میں دو یونٹ قائم کئے گئے پہلا میسرز الہلال ویجیٹیبل گھی ملز ملتان اور دوسرا میسرز شیخ فضل الرحمان ویجی ٹیبل گھی ملز ملتان ، ان میں سے ہر مل کی پیداوار ۱۵۰۰ ٹن تھی اور اس طرح یہ سالانہ ۳۰۰۰ ٹن گھی تیار کرتی تھیں ۔ ان کی پیداوار میں سو فی صدی اضافہ ہوا ہے ۔ تیسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران ان کے لئے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ۔ ان تمام یونٹوں پر ایک کروڑ تراسی لاکھ چھہتر ہزار دوسو چالیس روپے لگایا گیا ۔ اس صنعت میں ۱۸۰۰ اشخاص برسرروزگار ہیں اور ان کی مجموعی ماہانہ تنخواہ ۴۰,۰۰۰ روپے ہے ۔

چمڑا رنگنے کی صنعت

ملتان ڈویژن میں پہلے پنجسالہ منصوبے کے دوران چھ رجسٹر شدہ چمڑا رنگنے کے کارخانے کام کر رہے تھے جن میں موجودہ منصوبے کے

دوران تین کارخانوں کا اضافہ کیا گیا ۔ ان کارخانوں کی حالت بہتر بنانے اور انہیں جدید شکل میں لانے کے لئے لائسنس دیئے گئے تاکہ یہ نہ صرف ملک کی ضروریات کو پورا کر سکیں بلکہ ان کے تیار کردہ مال کی برآمد میں خاطر خواہ اضافہ کیا جا سکے ۔ موجودہ پلان کے تحت امید ہے کہ ان کی پیداوار میں ۲۵ فی صد اضافہ ہو گا ۔ اس صنعت پر اٹھائیس لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے جو موجودہ پلان کے اختتام تک سینتیس لاکھ ہوجائے گا ۔ اس صنعت میں ساڑھے سات سو مزدور کام کر رہے ہیں ۔ جن کی ماہانہ مجموعی آمدنی ۴۰,۹۰۰ روپے ہے ۔ امید ہے کہ ۶۴-۱۹۶۵ء میں مزید ایک ہزار مزدور کام حاصل کر سکیں گے اور اسی طرح ماہانہ تنخواہ اسی ہزار روپے تک پہنچ جائے گی ۔

پھلوں کو محفوظ کرنے کی صنعت

محکمہ صنعت نے جام اور جیلی تیار کرنے والے دو چھوٹے کارخانوں کو ہر مالی سال کے لئے منظور شدہ قرار دیا ہے ۔ یہ ملتان ڈویژن میں واقع ہیں اور ان کی جام اور جیلی کی سالانہ پیداوار ایک ہزار بوتلیں ہیں جبکہ پھلوں کے رس اور پھلوں سے تیار ہونے والی دیگر اشیاء کی پیداوار ۲۵,۰۰۰ بوتلیں ہے ۔ حال ہی میں دوسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران ایک بڑا اور دو اوسط سائز کے یونٹ قائم کئے گئے ہیں جن میں سے ایک ضلع رحیم یار خاں میں واقع ہے ۔ امید ہے کہ جام اور جیلی کی سالانہ پیداوار ۳۸,۰۰,۰۰۰ بوتلیں اور پھلوں کے رس اور ضروری روغنیات کی پیداوار تیرہ لاکھ بوتلیں ہو جائے گی ۔ ان دونوں اشیاء کی پیداوار میں علی الترتیب پانچ ہزار فی صد اور ۴۰۰ فی صد اضافہ ہوگا ۔ اس ضمن میں ۹,۷۰,۰۰۰ روپے لگایا گیا ہے جو دوسرے پلان کے اختتام تک ۳۴,۰۰,۰۰۰ روپیہ ہو جائے گا ۔ فی الحال اس صنعت سے ۸۴ خاندان روزی حاصل کر رہے ہیں ان کی مجموعی ماہانہ تنخواہ دس ہزار روپے ہے ۔ لیکن جب یہ تمام نئے یونٹ اپنی پوری رفتار سے کام کریں گے اس وقت تین سو

خاندان اس صنعت سے اپنی روزی حاصل کریں گے اور مجموعی طور پر چالیس ہزار روپے ماہانہ بطور تنخواہ پائیں گے -

شکر سازی کی صنعت

پہلے پنجسالہ منصوبے کے دوران اس علاقہ میں لیہ کے مقام پر صرف ایک شکر سازی کا کارخانہ موجود تھا جس کا نام لیہ شوگر ملز لمیٹڈ تھا اور جس کی پیداوار ۱۵۰۰۰ ٹن تھی - لیکن دوسرے پنجسالہ منصوبے کے تحت خان پور اور بہاول نگر میں ایک ایک شکر مل قائم کیا جائے گا جن میں سے ہر ایک کی پیداوار ۱۵,۰۰۰ ٹن ہوگی - امید ہے کہ سال کے اختتام تک شکر کی پیداوار میں ۳۰۰ فی صد کا اضافہ ہوگا اور وہ ۴۵,۰۰۰ ٹن ہو جائے گی - اس صنعت میں ساٹھ لاکھ اٹھاسی ہزار روپیہ لگایا گیا ہے اور اس میں ۴۷۷ لوگ ملازم ہیں جن کی مجموعی ماہانہ آمدنی ۱۵۰۴۰۰ روپے ہے - دوسرے پلان کی تکمیل تک ۵۵,۰۰,۰۰۰ روپیہ لگایا جائے گا اور مزدوروں کی تعداد ۲۵۰۰ ہو جائے گی جن کی مجموعی تنخواہ ۵ لاکھ روپے ماہوار ہوگی - اس کے علاوہ ملتان میں ایک کھانڈ سری شکر بنانے کا کارخانہ ۶۵,۰۰۰۰ روپے کے سرمایہ سے قائم کیا جا چکا ہے اور اس کی پیداوار ۳۰۰۰ من سالانہ ہے -

مشترکہ سہولت کا مرکز

میسرز اللہ وسایا ٹیکسٹائل اینڈ فنشنگ ملز ملتان نے کپڑے کی بلیچنگ اور سوت کی مرسرائیزنگ کے لئے ایک مشترکہ سہولت کا مرکز کھولا ہے - جس پر ۳۰ لاکھ روپے صرف ہوئے - اس کی پیداوار کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

۱- کپڑے کی رنگائی	۲۰,۰۰۰ گز	فی شفٹ
۲- کپڑے کی بلیچنگ	۱۰,۰۰۰ پونڈ	” ”
۲- کپڑے کی فنشنگ	۱۰,۰۰۰ پونڈ	” ”

۴- سوت کی مرسرائیزنگ ۴۰۰۰ پونڈ " "

۵- کپڑے کی چھپائی ۲۰,۰۰۰ پونڈ " "

اس یونٹ سے ۲۰۵ خاندان اپنی روزی حاصل کرتے ہیں جو مجموعی طور پر ماہانہ ۱۴,۵۰۰ روپے ہوتی ہے - اس کے علاوہ ویسٹ پاکستان انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کارپوریشن (West Pakistan Industrial Development Corporation) ملتان میں ایک سمال انڈسٹریز سروس سنٹر (Small Industries Service Centre) قائم کر رہی ہے - جس پر ۱۰,۳۵,۰۰۰ روپے صرف ہوں گے اور تقریباً ۱۵۰ کنبوں کو روزگار ملے گا -

انجینئرنگ انڈسٹری

آلات کشاورزی ، پارچہ بافی کی مشینیں و پرزے اور دیگر متعلقہ اشیاء تیار کرنے کے لئے پہلے پنجسالہ منصوبے میں ۱۷ یونٹ قائم کئے گئے جن میں سے بہاول پور میں ایک تھا ، باقی سب ملتان ڈویژن میں تھے - ان کی اوسط سالانہ پیداوار ۲۰,۵۰,۰۰۰ روپے ہے- اور ان میں ۳۳۱ مزدور کام کرتے ہیں جن کی ماہانہ مجموعی آمدنی ۲۹۱۰۰ روپے ہے - ملتان ڈویژن میں اس صنعت میں ۲۱ لاکھ روپے لگائے گئے - جبکہ بہاول پور میں واقع یونٹ میں ۱۱۴۰۰۰ روپیہ لگایا گیا - امید ہے کہ ۱۹۶۵-۶۴ء تک پیداوار میں ۲۵ فی صد اضافہ ہوگا- دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران کسی نئے یونٹ کی منظوری نہیں دی گئی -

سلائی کی مشینوں کی صنعت

ملتان ڈویژن میں سلائی کی مشینیں تیار کرنے کے تین یونٹ ہیں جبکہ بہاول پور میں کوئی نہیں - اس صنعت میں مجموعی طور پر تین لاکھ روپیہ لگایا گیا اور اوسط پیداوار چھ لاکھ ساڑھے اٹھائیس ہزار روپے ہے - اس میں ایک سو بیس خاندان کام کرتے ہیں جن کی ماہانہ مجموعی تنخواہ ۸۱۳۰ روپے ہے - حکومت نے خان پور میں آلات کشاورزی تیار کرنے

کا ایک کارخانہ قائم کیا ہے جس میں تقریباً ۲۸,۰۰۰ روپے کی مشینیں لگائی گئی ہیں -

ٹین سازی کی صنعت

ملتان اور بہاولپور ڈویژن میں ٹین بنانے اور اس پر چھپائی کرنے کا کوئی کارخانہ پہلے پلان کے اختتام تک موجود نہیں تھا - لیکن اب چند کارخانے ملتان میں قائم کئے گئے ہیں جن کی پیداوار حسب ذیل ہے -

فرم کا نام و پتہ	پیداوار
۱- میسرز ایسٹ پاک ٹریڈرز ڈھاکہ لمیٹڈ ملتان -	۱- ٹین پرنٹنگ ۲۱۶۰۰۰ چادریں سالانہ فی شفٹ
	۲- ٹین سازی (کلاں) ۴ گیلن کے پانچ ہزار ٹن فی شفٹ
	۳- ٹین سازی (خورد) ایک تا دس پونڈ کے پندرہ تا بیس ہزار ٹین
۲- میسرز الہلال ویجی ٹیبل گھی ملز ملتان	۱- ٹین سازی (کلاں) ۴۸۰۰۰ ٹین سالانہ
	۲- ٹین سازی (خورد) ۳۶۰۰۰ ٹین سالانہ
۳- میسرز فضل الرحمان اینڈ سنز ملتان (گھی ملز)	۱- ٹین سازی (کلاں) ۹۶۰۰۰ ٹین سالانہ
	۲- ٹین سازی (خورد) ۷۲۰۰۰ ٹین سالانہ

ان کارخانوں کی مجموعی قیمت ۱۱,۵۰,۰۰۰ روپے ہے -

جراثیم کش ادویات بنانے کا کارخانہ

دونوں ڈویژنوں میں اس قسم کا کوئی کارخانہ نہ تھا لیکن میسرز جی ٹی ایم سی لمیٹڈ کراچی نے میسرز پسٹ کنٹرول پراڈکٹس کے نام سے عیسیٰ خیل اسٹیٹ ضلع رحیم یار خاں میں ایک کارخانہ قائم کیا جس پر چھ لاکھ بیاسی ہزار روپے صرف ہوئے۔ یہاں پر رقیق جراثیم کش دوائیں ۴۸۰۰۰ گیلن اور رقیق جراثیم کش دواؤں کے سفوف ۲۴۰۰ ٹن کی مقدار میں تیار ہوتے ہیں جن کی علی‌الترتیب قیمت ۱۴۴،۰۰،۰۰۰ اور ۴۸،۰۰،۰۰۰ روپے ہے۔

کولڈ اسٹوریج پلانٹ

پہلے پنجسالہ منصوبہ کے دوران ملتان ڈویژن میں آٹھ کولڈ اسٹوریج پلانٹ ہے جبکہ بہاول پور میں میسرز سعید آئس اینڈ کولڈ اسٹوریج اور ایس ایم اے حفیظ برادرز کے نام سے دو کارخانے کام کر رہے تھے۔ ان یونٹوں میں آلو کے بیجوں کی اڑتالیس ہزار بوریاں رکھی جا سکتی ہیں۔

دوسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران دو نئے پلانٹوں کا اضافہ کیا گیا جن میں سے ایک خانیوال میں موجود ہے اور دوسرا اوکاڑہ میں قائم کیا جائیگا۔ ان میں سے ہر پلانٹ میں بیس ہزار بوریوں کی گنجائش ہے۔ اس صنعت میں ۲۶،۰۰،۰۰۰ روپیہ لگایا گیا ہے اور امید ہے کہ دوسرے پلان کی تکمیل تک ۳۵،۰۰،۰۰۰ روپے ہو جائے گا۔ اس صنعت کے ذریعہ ۲۲۰ خاندان اپنا پیٹ پال رہے ہیں جن کی مجموعی ماہانہ تنخواہ تقریباً چالیس ہزار روپے ہے۔ امید ہے کہ نئے منظور شدہ پلانٹ کے قیام کے بعد روزگار میں ۲۵ فی صد کا اضافہ ہو جائے گا۔

اون کی صنعت

پہلے پلان کے اختتام تک ملتان ریجن میں صرف میسرز کالونی وولن ملز لمیٹڈ ملتان کام کر رہی تھی۔ جس میں ۱۹۳۶ تکلے اور ۳۶ پاور لوم تھے۔ جن کے ذریعے دیسی اون کاتا اور بنا جاتا تھا۔

اس مل پر ۳۲,۵۹,۰۰۰ روپے لگائے گئے تھے - مل کی سالانہ پیداوار کے اعداد و شمار ۲۶ تا ۳۰ لاکھ روپے تھے - اس صنعت میں ۵۴۴ خاندان ملازم تھے اور انہیں مجموعی طور پر ۳۴,۰۰۰ روپے تنخواہ ملتی تھی - ڈیرہ غازی خاں میں دوسرے پنجسالہ منصوبے کے تحت دیسی اون بننے کی ایک اور مل قائم کی جا رہی ہے جس پر پندرہ لاکھ روپے صرف ہونگے - لیکن بہاول پور ڈویژن میں کوئی مل نہیں ہے - میسرز کالونی وولن ملز ملتان کو دس ہزار تکلوں کی ایک ورسٹڈ وولن مل قائم کرنے کی منظوری دی گئی ہے - اس پر چالیس لاکھ روپے صرف ہوں گے - اس کے علاوہ یہ تجویز بھی زیر غور ہے کہ ڈیرہ غازی خاں میں بیس لاکھ کے سرمایہ سے ایک اور مل قائم کی جائے -

اون کے ارسکورنگ اور دھلائی کا کارخانہ

ملتان ڈویژن میں پہلے پنجسالہ منصوبہ کے اختتام تک اس قسم کا کوئی کارخانہ نہیں تھا لیکن تجویز ہے کہ موجودہ پلان کے تحت اس قسم کا کارخانہ ڈیرہ غازی خاں میں اور ایک بہاولنگر میں لگایا جائے -

مشروبات کی صنعت

اس علاقہ میں اب تک اسی قسم کا کوئی کارخانہ موجود نہیں - لیکن موجودہ پلان کے تحت ملتان اور بہاولپور میں ہائی جی اینگ مکینیکل سافٹ ڈرنکس مینوفیکچرنگ پلانٹ بنانے کی منظوری دی گئی ہے - جہاں سالانہ علی الترتیب ایک کروڑ چالیس لاکھ اور پچاس لاکھ بوتلیں تیار ہوا کریں گی - ان کارخانوں پر چھ لاکھ روپے صرف ہوں گے اور تقریباً تین سو خاندان ملازمت حاصل کر سکیں گے -

دستی اوزار بنانے کی صنعت

پہلے پنجسالہ منصوبے کے دوران اس علاقہ میں اس قسم کی کوئی صنعت نہ تھی لیکن اب دس لاکھ روپے کے سرمایہ سے ایک کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے جس کی سالانہ پیداوار آٹھ سے دس لاکھ ہوگی -

بچوں کے لئے غذائی اشیاء تیار کرنے کی صنعت

اس علاقہ میں اس قسم کا کوئی کارخانہ موجود نہیں لیکن میسرز گلیکسو لمیٹڈ کراچی ایک کارخانہ ریناله خورد میں چالیس لاکھ روپے کے سرمایہ سے قائم کر رہی ہے جہاں ایک شفٹ میں سالانہ چھ سو ٹن غذائی اشیاء تیار ہوں گی ۔

کراؤن کارک بنانے کی صنعت

چونکہ اس علاقہ میں اس قسم کا کوئی کارخانہ نہیں تھا حکومت نے میسرز مینجر جی مانک جی ملتان کو ایک کارخانہ قائم کرنے کی اجازت دی ۔ کارخانہ کے قیام پر تقریباً ۱,۲۵,۰۰۰ روپے صرف ہوئے اور آج کل یہ سالانہ دو لاکھ چالیس ہزار گرس کارک تیار کر رہا ہے ۔

سگریٹ سازی کا کارخانہ

پہلے پنجسالہ منصوبہ کے دوران سگریٹ سازی کا کوئی کارخانہ نہیں تھا لیکن اب منٹگمری اور ضلع رحیم یار خان میں ایک کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے جہاں مستی قسم کے ۳۵ سے چالیس کروڑ سگریٹ سالانہ تیار ہوسکیں گے ۔ ان کارخانوں پر بیس لاکھ روپے صرف ہونگے ۔

ٹوکے بنانے کا کارخانہ

چونکہ اس قسم کا بھی کوئی کارخانہ نہیں تھا لہذا میسرز فیرس میٹل انڈسٹریز لمیٹڈ ملتان کو ایک کارخانہ قائم کرنے کی اجازت دی گئی ۔ یہ کارخانہ ملتان میں ۵ لاکھ روپے کے سرمایہ سے قائم کیا جائیگا اور یہاں پر سالانہ ۶۵۰۰ درجن ٹوکے تیار ہوا کریں گے ۔

کھاد بنانے کا کارخانہ

دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران ملتان میں پی آئی ڈی سی نے جسے اب ڈبلیو پی آئی ڈی سی کہا جاتا ہے ۲۳,۹۰,۰۰,۰۰۰ روپے کے سرمایہ سے کھاد تیار کرنے کا ایک کارخانہ قائم کیا جو ۵۹۰۰۰ ٹن یوریا اور ایک لاکھ تین ہزار ٹن ایمونیا نائیٹریٹ جو ۲,۵۰,۰۰۰ ٹن ایمونیم سلفیٹ کے برابر ہے تیار کر رہا ہے ۔ اس صنعت میں ۱۲۵۰ خاندان برسرروزگار ہیں اور ان کی ماہانہ مجموعی آمدنی دو لاکھ روپے ہے ۔

کپاس صاف کرنیکا کارخانہ

کپاس صاف کرنے کے ملتان ڈویژن میں ۱۱۵ کارخانے ھیں جبکہ بہاولپور ڈویژن میں ۶۷ کارخانے ھیں اور ان پر علی‌الترتیب تین کروڑ پانچ لاکھ اور دو کروڑ ستر لاکھ روپیہ لگایا گیا ھے -

ان دونوں ڈویژنوں میں علی‌الترتیب ۲۵ ھزار اور ۵ ھزار اشخاص کام کرتے ھیں اور ہر سیزن میں ان کی ماھانہ مجموعی آمدنی دس لاکھ اور تین لاکہ روپے ھوتی ھے -

کل کارخانوں میں سے ملتان ڈویژن میں ۴۰ اور بہاولپور میں ۲۵ بند پڑے ھیں صاف شدہ کپاس کی پیداوار علی‌الترتیب ۵ لاکھ اور ڈھائی لاکھ گانٹھیں ھیں جن کی علی الترتیب قیمت ۲۰ کروڑ اور ۱۰ کروڑ روپے ھے -

صنعتی پیداوار میں اضافہ

پہلے اور دوسرے پنجسالہ منصوبہ جات کے دوران صنعتی میدان میں کافی ترقی ھوئی - بڑی صنعتوں میں ۵۰۰ فیصد اور چھوٹی اورگھریلو صنعتوں نے ۵ فیصد ترقی کی - ملتان اور بہاولپور ڈویژن میں بھی اس عرصہ میں اتنی ھی ترقی ھوئی -

تیسرا پنجسالہ منصوبہ

تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے صنعتی پروگرام کے متعلق پہلے سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کا دارومدار زرمبادلہ کے حصول داخلی و خارجی تجارت کا رحجان اشیاء صارفین میں اضافہ اور اس ملک کے باشندوں کی قوت خرید پر ھے - جو حصہ ملتان کے لئے مختص کیا جائے گا اس کا انحصار اس بات پر ھے کہ وھاں کے لوگ انفرادی طور پر کتنی اسکیمیں اور منصوبہ جات تیار کرتے ھیں - کوششیں کی جا رھی ھیں کہ ڈبلیو،

پی،آئی، ڈی سی، اور امداد باھمی کے محکمہ کے اشتراک سے ایک صنعتی منصوبہ تیسرے پنجسالہ منصوبے میں تیار کیا جائے کیونکہ مقامی سرمایہ پردہ نشین ھے۔

چھوٹی صنعتیں

کسی ملک میں روزگار فراہم کرنے کے سلسلہ میں چھوٹی صنعتیں ریڑھ کی ھڈی کا کام دیتی ھیں اور یہ بات قوت بشری کے اس جائزہ سے اور بھی واضح ھو جاتی ھے جو ۱۹۶۱ء میں لیا گیا تھا۔ اس میں بتایا گیا ھے کہ ۱۹۵۱ء میں ۱۲ لاکھ اشخاص چھوٹی اور گھریلو صنعتوں میں مصروف کار تھے جبکہ بڑی صنعتوں میں دو لاکھ آدمی بر سر روز گار تھے۔ ۱۹۶۱ء میں اس ضمن میں کافی اضافہ ھوا اور چار لاکھ پچاس ہزار اشخاص بڑی صنعتوں میں مصروف کار رھے جبکہ گھریلو اور چھوٹی صنعتوں میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ھوا۔ یہ بات ۵۹ - ۱۹۶۰ کے اعداد و شمار سے بھی واضح ھو جاتی ھے جبکہ انڈسٹریل انوسٹمنٹ شیڈول کی جو بھاری صنعتوں کے لئے کیا گیا تھا، تکمیل ھو گئی۔ چھوٹی صنعتوں اور بھاری صنعتوں میں برسرروزگار افراد کا تناسب ایک اور تین ھے دونوں ڈویژنوں میں اب بھی چھوٹی صنعتوں کے فروغ کے لئے کافی مواقع موجود ھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زرمبادلہ کی ادائیگی کے توازن کو برقرار رکھنے میں چھوٹی صنعتیں کوئی اھم کردار انجام نہیں دیتیں لیکن پھر بھی ان کی اھمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ زرمبادلہ حاصل کرنے کی ذمہ‌داری یقیناً بھاری صنعتوں پر ھے پھر بھی گھریلو دیہی اور پیشہ وارنہ صنعتوں کے لئے صحیح راستہ یہی ھے کہ وہ تربیت یافتہ مزدور کی ھمت افزائی کریں تاکہ ملک کی ترقی یافتہ معاشیات کی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ اس سلسلہ میں چھوٹی صنعتوں کے ڈویژن کے لئے ضروری ھے کہ وہ تحقیقی ادارے قائم کرے تاکہ جدید اوزار مہیا کئے جاسکیں اور چھوٹے صنعت کاروں کے مال کی کھپت ھوسکے

یہ کھپت پرائیویٹ اداروں کے ذریعہ ہونی چاہئے نہ کہ ان کے اپنے شعبوں کے ذریعہ - بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں میں چھوٹی صنعتوں کے قیام کے کافی مواقع ہیں کیونکہ یہاں پر سمال انڈسٹریز ڈویژن سے زرمبادلہ اور پاکستانی روپیہ بطور قرض حاصل کیا جا سکتا ہے -

انڈسٹریل اسٹیٹ

موجودہ پنجسالہ منصوبہ کے تحت تین صنعتی اسٹیٹ قائم کی جارہی ہیں جن میں سے ایک بہاولپور میں ہوگی ان کی تکمیل تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران ہوگی -

ملتان کی انڈسٹریل اسٹیٹ ۱۵ سو ایکڑ میں پھیلی ہوگی - جہاں ایک ایکڑ سے لے کر چار ایکڑ تک کے پلانٹ دیئے جائیں گے - اس منصوبے پر حسب ذیل خرچ ہوگا -

داخلی	خارجی
۷۸،۰۰،۰۰۰ روپے	۶،۰۰،۰۰۰ روپے

ماسوائے صنعتی عمارتوں کے کل میزان ۸۴،۰۰،۰۰۰ روپے ہوتا ہے جس میں ۳۲ لاکھ روپے اراضی کی خرید پر صرف کئے جائیں گے - اس منصوبہ کو پانچ سال میں تدریجی طور پر مکمل کیا جائے اور سڑک، مواصلات، بجلی، قدرتی گیس، پانی اور ڈرینیج کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی - اس کے علاوہ یہاں پر ریل کی پٹری بھی بچھائی جائے گی تاکہ خام مال عین کارخانوں کے دروازوں تک پہنچا دیا جائے اور وہیں سے تیار شدہ مال روانہ کیا جائے - اراضی کے حصول کا پہلا دور تقریباً مکمل ہوچکا ہے -

رحیم یارخان انڈسٹریل اسٹیٹ

یہ اسٹیٹ درمیانہ درجہ کی ہوگی اور ایک ہزار ایکڑ میں پھیلی ہوگی اس کے داخلی اخراجات پچاس لاکھ روپے اور خارجی چار لاکھ روپے ہوں گے - یہاں پر مذکورہ بالا سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں گی -

سمال انڈسٹریل اسٹیٹ بہاولپور

ڈبلیو - پی - آئی - ڈی - سی کا چھوٹی صنعتوں کا ڈویژن یہاں پر چھوٹی صنعتوں کے لئے پچاس ایکڑ رقبہ میں ایک صنعتی علاقہ قائم کر رہا ھے جہاں پر تین ہزار مربع فٹ ، پانچ ہزار مربع فٹ ، اور دس ہزار مربع فٹ ، تین قسم کے پلانٹ ہوں گے اور حسب ذیل صنعتیں قائم ہو جائیں گی -

۱ - ظروف سازی

۲ - چمڑے کا کام

۳ - قالین بافی

۴ - پھلوں کو ڈبے میں بند کرنے کی صنعت

۵ - بجلی کا سامان بنانے کی صنعت

۶ - دریاں اور نوار سازی کی صنعت

۷ - پارچہ بافی -

۸ - ہوزری

اس ضمن میں چھوٹی صنعتوں کا ڈویژن پانچ لاکھ روپے کا زرمبادلہ حاصل کر رہا ھے ، جو قرضوں کی صورت میں صنعتی اداروں کو دیا جائے گا تاکہ وہ غیر ممالک سے مشینیں خرید سکیں - اسی طرح ملکی کرنسی میں روپیہ مہیا کیا جائے گا تاکہ یہاں پر صنعتیں قائم کی جا سکیں - اس کے قیام سے صنعتکاروں اور مزدوروں کو بہت سے مواقع فراھم ہوں گے -

اس ضمن میں کمشنر بہاولپور ڈویژن نے ایک کمیٹی تشکیل کی ہے جس میں ڈپٹی ڈائرکٹر انڈسٹریز ملتان ریجن ملتان ، محکمہ بی اینڈ آر اور محکمہ مال کے نمائندے شامل ہوں گے - یہ کمیٹی ایک مناسب جگہ کا انتخاب کرے گی تاکہ یہاں پر دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے اختتام اور تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران نئی صنعتیں قائم کی جاسکیں -

کمپنیوں کا رجسٹریشن

ڈپٹی ڈائرکٹر انڈسٹریز ملتان ریجن ملتان، اسسٹنٹ رجسٹرار جائنٹ اسٹاک کمپنیز اور رجسٹرار آف فرمز اینڈ سوسائیٹز کی حیثیت سے بھی کمپنی ایکٹ کے تحت کام کرتے ہیں پہلے منصوبہ کے دوران بہالپور ڈویژن میں ۱۴ کمپنیاں قائم کی گئیں جن کا منظور شدہ سرمایہ ۳۲ لاکھ روپے تھا- دوسرے پلان کے دوران کمپنیوں کی تعداد بڑھ کر ۲۲ ہوگئی جن کا مجموعی سرمایہ ۸۰ لاکھ روپے تھا - حسب ذیل خاکہ میں ان کی تفصیل وضاحت سے کی گئی ہے -

بہاولپور	۱۹۵۵ سے ۱۹۵۹	۱۹۶۰ سے ۱۹۶۳
کل رجسٹر شدہ کمپنیاں -	۱۴	۲۶
منظور شدہ سرمایہ	۳۲,۰۰,۰۰۰ روپے	۸۰,۰۰,۰۰۰ روپے
ادا شدہ سرمایہ	۱۳,۸۹,۵۰۰ روپے	۲۱,۵۰,۷۰۰ روپے
کل رجسٹر شدہ فرمیں -	۱۴۹	۲۱۱
کل رجسٹر شدہ سوسائٹیاں	۱۵۰	۳۸

ملتان

کل رجسٹر شدہ کمپٹیاں -	۲۶	۴۴
منظور شدہ سرمایہ -	۲٬۱۴,۰۰,۰۰۰ روپے	۴,۹۰,۵۰,۰۰۰ روپے

ادا شدہ سرمایہ ۔	۱۰,۰۲,۰۰۰ روپے	۷۶,۸۸,۶۰۰ روپے
کل رجسٹر شدہ فرمیں ۔	۸۱۸	۱۲۳۷
کل رجسٹر شدہ سوسائٹیاں ۔	۱۰۱	۶۸

اس طرح پہلے پلان کے دوران ملتان ڈویژن میں ۲۶ کمپنیاں رجسٹر کی گئیں جن کا سرمایہ ۲,۱۴,۰۰,۰۰۰ روپے تھا جبکہ دوسرے پلان کے دوران ان کی تعداد ۴۴ ہوگئی جن کا کل سرمایہ ۴ کروڑ ۹۰ لاکھ پچاس ہزار روپے تھا ۔

ملتان اور بہاولپور ڈویژن میں دستیاب ہونے والا خام مال

مال کا نام	ملتان ڈویژن میں سالانہ پیداوار		بہاولپور ڈویژن میں سالانہ پیداوار	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
کھالیں (گایوں اور بھینسوں کی)	۲،۱۰،۰۰۰ عدد	۳۲،۰۰،۰۰۰ روپے	۱،۳۰،۰۰۰ عدد	۲۸،۰۰،۰۰۰ روپے
چمڑا (بکری بھیڑوں وغیرہ کا)	۷،۷۰،۰۰۰ عدد	۳۱،۰۰،۰۰۰ "	۵،۲۵،۰۰۰ عدد	۲۱،۰۰،۰۰۰ "
اون	۱۳،۰۰۰ گانٹھیں فی گانٹھ ۳ من	۱،۰۲،۰۰،۰۰۰ "	۱۱،۰۰۰ گانٹھیں ۳ من فی گانٹھ	۷۲،۳۰،۰۰۰ "
کپاس	۶۰،۰۰،۰۰۰ من	۱۸،۰۰،۰۰،۰۰۰ "	۳۰،۰۰،۰۰۰ من	۹،۰۰،۰۰،۰۰۰ "
روئی	۵،۰۰،۰۰۰ گانٹھیں ۳ من فی گانٹھ	۲ ۰۰،۰۰،۰۰۰ "	۲،۵۰،۰۰۰ گانٹھیں فی گانٹھ ۳ من	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰ "
بنولے	۰ ، ،۳۰ من	۱، ، ۵،٦ "	، ، ۲ من	۲،۸ "

چولستان میں چراگاہوں کا انتظام

از

جے - آر - شیرانی

بہاولپور ڈویژن کا رقبہ تقریباً بیس ہزار مربع میل ہے اس میں سے صرف سات ہزار مربع میل کے قریب مزروعہ یا آباد ہے باقی غیر آباد، ناقابل کاشت ہے - غیر آباد رقبہ بیشتر ریگستان ہے، جسے چولستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - اس علاقہ میں بہت سا رقبہ قابل کاشت ہے لیکن وسائل آبپاشی کے فقدان کے سبب بنجر و ریگستان بنا ہوا ہے - یہ وسیع علاقہ قدرتی طور پر بطور چراگاہ استعمال کیا جاتا ہے - اور اندرین حالات یہی اس کا واحد مصروف ہو سکتا ہے - اس ریگستانی علاقہ کو مقامی طور پر چولستان یعنی بے آب و گیاہ کہتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ یہ حصہ بے آب ہے لیکن گھاس کی فراوانی کے پیش نظر اس کو بے گیاہ کہنا نا واجب ہے -

اس محتاج توجہ علاقہ پر کم و بیش تیس ہزار فراد کے ذریعۂ معاش کا دارومدار ہے - اور ہم سب کی ضرویات مثلاً گھی و گوشت پورا کرنے میں یہ علاقہ مدو معاون ہی نہیں بلکہ زرمبادلہ دلانے والی اشیاء پشم و کھال قیمتی دو کروڑ سالانہ بھی اس علاقہ کی پیداوار ہیں جبکہ جگہ بہ جگہ پینے کے پانی کی کمیابی کی وجہ سے اس قدر مویشی تلف ہوتے ہیں کہ مردہ جانوروں کی ہڈیوں کی آمدن پچاس ہزار روپیہ سالانہ سے زائد ہوگئی ہے - یہ امر قابل غور ہے کہ مردہ جانوروں کی ہڈیوں کی قیمت اس قدر ہے تو زندہ جانوروں کی قیمت جن کی یہ ہڈیاں ہوتی ہیں، کس قدر ہوگی -

پس ماندہ ممالک میں پڑت اراضیات کسی نہ کسی وجہ سے حکومت کی مرکوز توجہ نہیں ہوا کرتی ہیں ، اگرچہ بالعموم یہ قومی ملکیت ہوا کرتی ہیں - لیکن ہمارے جیسے صوبہ میں یا بہاولپور جیسی کمشنری میں جس کا دو تہائی حصہ اس قسم کا ہو - یہ اقتضائے شہریت ہے کہ ان کو غیر معین عرصہ کے لئے نظر انداز نہ کیا جائے -

یہ امر مسلمہ ہے کہ ریگستانی علاقے غیر یقینی موسمی تغیرات کے آماجگاہ ہوتے ہیں جہاں ہر لمحہ قدرت کی مختلف النوع کار فرمائیوں کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے - یہی ہمارے چولستان کا حال ہے جہاں انسانی آبادی نہری علاقہ کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی ہے اور محنت کش کاشتکار بے آب وسیع اراضی کو دیکھ کر دل پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے وہاں آسائش پسند چرواھا اپنے جانوروں کو کلیلیں بھرتا دیکھ کر ریگستان میں بانسری بجاتا ہے - کیونکہ وہ ہر روز نئی چراگاہ کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنا ڈیرہ لے جاتا ہے - اور کبھی اس کے مال کار پر توجہ نہیں دیتا - نہ کبھی اس وقت کو یاد کرنے کی زحمت گوارا کرتا ہے جبکہ اسے پانی کمیاب ہونے پر اس آزاد و فراخ چراگاہ کو خیر باد کہہ کر مزروعہ نہری علاقہ میں بصد دقت پناہ لینی پڑتی ہے - سال بہ سال کی در بدری ، مویشیوں کی لاتعداد تباھی کے باوجود اس کو کسی قسم کی سہولت اور پریشانی میں کمی کے ذرائع سوچنے کا تصور ھی نہیں ہوتا ہے -

چرنے والے جانوروں کے لئے قدرتی چراگاھوں کی روزافزوں کمی اور انسانی آبادی کی بڑھتی ہوئی تعداد اس بات کی متقاضی ہے کہ ان چراگاھوں کی طرف فوری اور ضروری توجہ دی جائے - زمانۂ قدیم میں آبادی کی کمی کی وجہ سے چراگاھوں کی بہتات تھی - اور ہر چیز کی بہتات اس کی اھمیت میں قدرتی طور پر خاصی کمی کر دیتی ہے - اس لئے چولستانی چراگاھوں کا نظام غیر یقینی اور عارضی مصرف تصور کیا جاتا

رہا ہے ۔ نہری پانی لانے کی کوششیں جاری رہیں اور اب جبکہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ نہری پانی کی فراہمی اس علاقے کے لئے بیرون از بحث ہو چکی ہے تو ان چراگاہوں کا نظام حسب قدیم جاری رکھنا کسی طرح سود مند نہیں کہا جا سکتا ہے ۔ یہ حقیقت آپ سب کی خصوصی توجہ کی محتاج ہے ۔ تمام روشن خیال حضرات اس بات کو اچھی طرح سجھتے ہیں کہ غیر ذمہ دارانہ استعمال اراضی بالآخر ختم ہو جائے گا ۔ لیکن بد قسمتی سے اس حقیقت پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے کہ اس کے نتائج رفع کرنے میں قومی دولت کے علاوہ طویل مدت درکار ہوگی ۔

اگرچہ چولستان میں گھاس کی فراوانی ہے پھر بھی ان گنت جانور ہر سال مر جاتے ہیں ۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان چراگاہوں کا انتظام اس طریق پر کیا جائے ۔ کہ چارہ اور پانی پورے سال ، اچھی قسم کے جانوروں کو ملتا رہے ۔ اور مقابلتاً وافر چرائی اس طرح کی جائے کہ گھاس قدرتی طور پر پیدا ہو سکے ، اور بڑھ سکے ، اور زمین کی بہبودی ، چرواہوں کو ملحوظ خاطر رہے اور وہ یہ باور کر سکیں کہ اسی میں ان کی بھلائی کا راز ہے ۔

یہ ہے وہ پس منظر جو چولستان کے ترقیاتی پروگرام کی غرض و غایت اجمالی طور پر واضع کرتا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے سب سے مقدم پانی کی تلاش قرار پائی اور اب یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ چولستان کے بیشتر حصہ میں جگہ بہ جگہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پینے کے پانی کا انتظام کیا جا سکیگا ۔ اس مقصد کے لئے دستی پمپ ، پون چکی (ونڈمل) کنویں یا تالاب بنائے جائیں گے۔ تاکہ پانی کی کمیابی سے جو بے حساب جانور تلف ہوتے ہیں ان کو بچایا جا سکے ۔

اس کے ساتھ ساتھ چولستانیوں کے مشورہ سے موجودہ طریق چرائی کر اس طور پر کنٹرول کیا جائے گا ۔ کہ چرنے والے جانوروں کو بلا

ضرورت مسافت طے کرنا نہ پڑے اور نہ کسی چراگاہ پر اتنا بوجھ پڑے کہ اس کی افزائش میں کمی ہو جائے۔ جانوروں کے امراض پر کنٹرول پانے کے لئے جگہ جگہ ویٹرنری ڈسپنسریاں اور ہسپتال کھولے جائیں گے نیز سڑکوں کی حالت درست کرنے پر پوری توجہ دی جائے گی جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ چولستان کے جنگلی جانوروں کو بچانے کے لئے نگران عملہ کو نقل و حرکت کی آسانیاں میسر ہوں گی۔

اس قسم کے ریگستانی اور غیر مزروعہ رقبہ جات مغربی پاکستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ آسٹریلیا کا بیشتر حصہ اسی قسم کا ہے، افریقہ کا شمالی حصہ مخصوص طور پر بالکل ایسا ہی ہے، امریکہ میں اس طرح کے علاقے موجودہ ہیں۔ لیکن آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور امریکہ نے اس قسم کے علاقوں پر ضروری محنت اور توجہ سے ان کا انتظام اس احسن طریق پر کیا ہے کہ وہ علاقے آمدنی کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ چراگاہوں کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔ تو یہ بنجر اور بظاہر ویران علاقے ذریعہ آمدنی بن سکتے ہیں۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ مویشی پالنے والے اس قسم کے علاقوں کو زیادہ بارش والے علاقوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی سر زمین جانوروں کی بے شمار بیماریوں سے پاک ہوتی ہے۔ اور اگر پانی اور چارہ کا ضروری انتظام ہو سکے تو یہ قدرتی چراگاہیں جانوروں کی افزائش کے لئے بہترین علاقہ ثابت ہوتی ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ امریکہ کی مغربی ریاستوں میں جہاں کسی زمانہ میں کانوں سے سونا نکالا جاتا تھا وہاں اب سونا نکالنے کے مقابلہ میں چراگاہوں کے مناسب نظام کی وجہ سے لوگوں نے کان کنی کا پیشہ چھوڑ دیا ہے اور اب مویشی پال کر پہلے سے بہتر زندگی گزارتے ہیں۔

یہ چولستانیوں کی خوش قسمتی ہے کہ بہاولپور کی ڈویژنل کونسل کو چولستان کی ترقی نہایت عزیز ہے۔ اور پچھلے دوسال میں

اکثر و بیشتر چراگاھوں کے نظام میں گہری دلچسپی کا مظاھرہ کیا ھے۔ شاید ھی کوئی اجلاس ایسا گذرا ھو جس میں چراگاھوں کے نظام کو رائج کرنے پر ڈویژنل کونسل کے ممبران نے توجہ نہ دلائی ھو۔ اسی کا نتیجہ ھے کہ بالآخر اسی لاکھ روپیہ سے زائد اس منصوبہ کے آئند پانچ سال کے لئے مخصوص کرائے جا رھے ھیں۔ یہ ابتدائی سال ھے لیکن اسی سال میں کم از کم تین گزیٹڈ آفیسران کا مستقر چولستان میں مروٹ یزمان اور ڈھوری کے مقامات پر کر دیا جائے گا۔ ان افسران کی رھائش گاھیں، ان مقامات پر تعمیر کرانے کی صوبائی ترقیاتی کونسل نے منظوری دے دی ھے۔ ان کے علاوہ پچیس دیگر افسران کے لئے عمارتیں اندرون سال تعمیر کرانے کی منظوری ھوچکی ھے۔ جیسے ھی یہ عمارتیں آئیندہ چھ ماہ میں تیار ھوں گی پوری رفتار سے کام شروع کر دیا جائے گا اس منصوبہ کے بڑے افسر کا مستقر بہاول پور ھو گا۔ اس سلسلہ میں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ھے کہ چولستان کی ترقی میں محکمہ معدنیات حکومت پاکستان اور واپڈا نے گہری دلچسپی لی ھے اور پانی پر ھی ساری ترقی کا انحصار ھے اس لئے پانی تلاش کیا گیا ھے اور یہ کام آئندہ دوسال تک جاری رکھا جائے گا۔ اس کے علاوہ مقامی طور پر محکمہ پرورش حیوانات نے پہلے ھی سے جانوروں کےعلاج و معالجہ کا کام پوری تیزی کے ساتھ شروع کر دیا ھے۔ امداد باھمی کے محکمہ کی کارگذاریاں گنوانے کے بجائے مختصراً اتنا کہنا کافی ھوگا کہ اب چولستانیوں کی سب سے بڑی جنس یعنی پشم آڑھتی من مانگے داموں پر نہیں اٹھا سکتے ھیں بلکہ محکمہ امداد باھمی کی بر وقت توجہ کی وجہ سے پشم کی پوری پوری قیمت ملتی ھے۔ اور چولستان کے چپہ چپہ میں امداد باھمی کی سوسائٹیاں بنا دی گئی ھیں جو نہایت اچھا کام کر رھی ھیں۔

چولستان ہم سب کے لئے ایک چیلنج ہے ۔ بقول علامہ اقبالؒ

تو شب آفرید چراغ آفریدم
سفال آفریدی اداغ آفریدم

بیابان و کوہسار و راغ آفریدی
خیابان و گل زار و باغ آفریدم

من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہد دوشنیہ سازم

المختصر اس ترقیاتی منصوبہ کا مقصد چولستانیوں کو کس مپرسی کی حالت سے نجات دلانا ہے ۔ اور اب وہ دن دور نہیں کہ چولستانی باہم متبادلہ خیالات کے وقت اپنے آپ کو بھی دوسرے پاکستانیوں کی طرح خوش قسمت تصور کیا کریں گے ۔

ضلع بہاولنگر میں سیم کی لعنت اور اس کے انسداد کی تدابیر

از

افتخار علی

سپرنٹنڈنگ انجینئر محکمہ انہار بہاول نگر سرکل بہاولنگر

سیم کسے کہتے ہیں ؟

یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ ہوا میں دو گیسیں سب سے زیادہ تعداد میں پائی جاتی ہیں ، ایک نائیٹروجن اور دوسری آکسیجن ۔ نائیٹروجن پودوں کی نشوونما کے لئے نہایت ضروری ہے اور آکسیجن کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا ۔

در اصل پودوں کو نائٹریٹ قسم کے نمکوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کا بڑا جزو نائیٹروجن ہوتا ہے ۔ پودے اپنی ضرورت کے نائٹریٹ زمین میں سے جڑوں کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں زمین میں مٹی کے ذرات کے درمیان چھوٹے چھوٹے مسام یا سوراخ ہوتے ہیں جن میں ہوا بھری ہوتی ہے اس ہوا کی آکسیجن بیکٹریا نام کے چھوٹے چھوٹے جراثیم کو زندہ رکھتی ہے اور یہ جراثیم نائیٹروجن کو نائیٹریٹ میں تبدیل کرتے رہتے ہیں جو پودوں کی غذا ہے ۔

زمین کے ذرات میں کچھ نہ کچھ نمی تو ہوتی ہی ہے ۔ لیکن اگر یہ نمی بلحاظ وزن کے ۳۲ فصیدی تک پہنچ جائے تو زمین پر نم ہو

جاتی ہے - اس کے مسام پانی سے بھر جاتے ہیں - اور ان میں ہوا بہت کم یا مفقود ہو جاتی ہے - اس حالت میں بیکٹیریا جراثیم کو زندہ رہنے کے لئے آکسیجن اور نائیٹریٹ بنانے کے لئے نائیٹروجن نہیں رہتی - اور اس طرح پودوں کو اپنی غذا یعنی نائیٹریٹ نہیں مل پاتے - اور اس طرح ان کی پیداوار بہت کم ہو جاتی ہے - اگر آپ ایک شیشے کی نلکی یا ٹیوب لیں - جو ایک سرے پر بند ہو اور دوسرے سرے پر کھلی - اور منہ سے کھینچ کر اس کی ہوا نکال دیں - اور پھر اس نلکی کو پانی میں کھڑا کر دیں - تو پانی نلکی میں اوپر چڑھ جائے گا - یہ اس لئے ہوا کیونکہ نلکی خالی تھی ، اس میں ہوا نہ تھی - برتن میں جو پانی تھا ، اس پر ہوا کا دباؤ بڑھ رہا تھا - اس دباؤ کی وجہ سے پانی نلکی میں اوپر چڑھ گیا - زیر زمین بھی پانی کا ذخیرہ ہوتا ہے اور اوپر کی مٹی میں مسام ہوتے ہیں جو نلکی کا کام کرتے ہیں - جب درخت اور بیکڑیا ان مساموں کی ہوا کو استعمال کر لیتے ہیں - تو ان مساموں میں خلا پیدا ہو جاتا ہے - اور زیر زمین ذخیرہ آب کا پانی ان میں اوپر چڑھ جاتا ہے -

مساموں میں پانی کی اونچائی زمین کی بناوٹ کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے - اور تین فٹ سے لے کر گیارہ فٹ تک ہوسکتی ہے - ہمارے علاقہ میں عام طور پر یہ تین فٹ کے قریب ہی ہوتی ہے - اگر سطح زمین سے دو فٹ نیچے تک زیر زمین ذخیرہ آب کا پانی مسام کے ذریعہ کھینچکر آ جائے تو پودوں کی پیداوار گھٹ جاتی ہے - اور ایسے علاقہ کو سیم زدہ کہا جاتا ہے - پس ہمارے علاقہ میں سیم زدہ علاقہ اس کو کہیں گے - جہاں زیر زمین سطح آب پانچ فٹ تک آ جائے - لیکن اگر کسی جگہ زمین کے مساموں میں پانی کی بلندی ۱۱ فٹ ہو - تو وہاں اگر زیر زمین ذخیر آب کی سطح ۱۳ فٹ بھی ہو - تو اسے سیم زدہ علاقہ کہا جائے گا - مختلف اجناس کے پودوں کی جڑوں کی گہرائی مختلف ہوتی ہے - اس وجہ سے اگر سطح زمین سے زیر زمین ذخیرہ آب کی سطح مندرجہ ذیل حد تک پہنچ جائے تو اجناس کی پیداوار کم ہو جاتی ہے -

گندم - ۳ سے ۴ فٹ تک۔

کپاس - ۵ سے ۶ فٹ تک۔

چاول ۔ تقریباً ۲ فٹ -

نیشکر - ۳ فٹ۔

چارہ کی اجناس - ۴ فٹ

سوائے لوسن کے جس کی پیداوار پر ۷ - ۸ فٹ کی گہرائی بھی اثر انداز ہو جاتی ہے -

سیم زرخیزی زمین پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے

(اولاً) پرنم زمین میں ہوا کی کمی سے نائیٹریٹ کم بنتے ہیں - اور پودوں کی غذا کم ہو جاتی ہے -

(دوم) نم زمین میں قلبہ رانی اچھی طرح نہیں ہو سکتی -

(سوم) سیم زدہ علاقوں میں قدرتی گھاس اس قدر کثرت سے پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے کہ وہ پودوں کو پنپنے نہیں دیتی -

(چہارم) زیر زمین ذخیرہ آب میں کھاد کی موجودگی نقصان دہ ہو سکتی ہے -

سیم زدہ رقبہ - جس رقبہ میں سیم کا پانی سطح زمین پر آ جاتا ہے اس کی سالانہ گرداوری بھی کی جاتی ہے ۔ منسلکہ اعداد و شمار سے اس قسم کے رقبہ کی کل تعداد کا علم ہو گا ۔ اور معلوم ہو گا کہ مختلف سالوں میں رقبہ کی تعداد میں کس طرح زیادتی یا کمی ہوتی رہی - مختلف سالوں کی اوسط سالانہ بارش کے اعداد بھی شامل کئے گئے ہیں -

سطح زمین پر پانی آئے ہوئے رقبہ کی فیصدی نسبت بمقابل رقبہ قابل کاشت بھی دی گئی ہے -

کثرت بارش کا اثر سیم پر - مندرجہ بالا اعداد و شمار سے یہ واضح ھے کہ کثرت بارش سے سیم زدہ رقبہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے - حقیقت یہ ھے کہ بارش کا ۷۰-۸۰ فیصدی حصہ سیم زدہ علاقے میں سیم ھی کے اضافہ کا باعث ھوتا ھے - گو سیم زدہ علاقے کی فیصد نسبت بمقابلہ رقبہ قابل کاشت زیادہ معلوم نہیں ھوتی ھے - لیکن یہ بات یاد رکھنی چاھیے کہ ھماری آبادی روز بروز بڑھ رھی ھے - ھماری زراعتی پیداوار بھی اسی نسبت سے بڑھنی چاھئے - اور معمولی سے معمولی کمی بھی ھرگز برداشت نہیں کی جا سکتی -

سیم کے لحاظ سے یہ تو خوش قسمتی کی بات ھے کہ ۱۹۵۸ء کے بعد بارشیں کم ھوئی ھیں اور سیم کم ھوگیا ھے - لیکن یہ تو خشک سالی کا دور ھے اور اس کے بعد قانون قدرت کے مطابق کثرت باراں کا دور آئے گا - ۱۹۵۸ء کی بارشوں کا سیم پر جو یکدم اثر ھوا ھے وہ ھمیں متنبہ کرنے کے لئے کافی ھونا چاھئے اور ھمیں سمجھ لینا چاھئے کہ جب کثرت بارش کا دور آئیگا تو ھمارا سیم کا رقبہ یکدم بہت زیادہ بڑھ جائیگا - کیونکہ کچھ زیادتی تو نہروں کی وجہ سے لگا تار ھوتی ھی رھتی ھے - یہ قطعی ضروری ھے کہ ھم بارش کا فالتو پانی جلد سے جلد دریا میں خارج کرنے کا منصوبہ بنائیں اورساتھ ھی ساتھ جو مستقل طور پر سیم زدہ رقبہ ھے اس کا سیم دور کرنے کی تجویز کریں - تاکہ ھمارا سیم زدہ رقبہ پھر قابل کاشت ھو سکے - اور پیداوار میں اضافہ ھو - نیز کثرت بارش کے زمانہ میں سیم زدہ رقبہ میں ھرگز اضافہ ھو - اور کل رقبہ قابل کاشت رھے -

سیم دور کرنے کی تجاویز - ۱۹۵۸ء کی بارشوں کی کثرت نے جب سیم کا رقبہ یکدم بڑھا دیا تو کئی تجاویز سیم دور کرنے کی بنائی گئیں -

(۱) منچن آباد ڈرینج سکیم ۴۴۰۰۰ روپیہ کے تخمینہ سے ایک سکیم بنائی گئی - جس کا منشا یہ تھا کہ منچن آباد شہر کے گرد و نواح میں

جو جوھڑ اور تالاب ھیں ان کا پانی پمپ کر کے ایک نالے میں ڈالا جائے جو خود مدد آپ کے اصول کے تحت بنایا گیا - اور جو اس پانی کو دریا میں لے جا کر ڈالتا تھا -

(۲) شہر بہاول نگر میں سول اسٹیشن میں بہت زیادہ سیم ھو گیا تو سیم نالہ بنایا گیا - اور اس کا پانی نہر فورڈ واہ میں پمپ کیا جاتا ھے -

(۳) ایک سکیم کالی بڈھی ڈرینیج سکیم کے نام سے ۲۵ء۵۳ لاکھ روپے کی بنائی گئی ھے جس منشا یہ ھے کہ فورڈ واہ کے شمال اور جنوب اور درباری راجباہ اور فورڈ واہ کے درمیانی علاقہ کا سیم اور بارش کا فالتو پانی منچن آباد کے شمال میں دریا میں ڈالنے کا انتظام کیا جائے - یہ سکیم صوبائی ترقیاتی ورکنگ پارٹی نے منظور کر لی ھے ۱۹۶۳ء - ۱۹۶۴ء میں دس لاکھ روپے کے صرفہ کی بھی منظوری حکومت پاکستان نے دیدی ھے - جس کی منظوری ھوتے ھی کام شروع ھو جائے گا -

(۴) ایک اور سکیم میکلوڈ گنج ڈرینج سکیم کے نام سے تقریباً ۳۵ لاکھ روپے کے تخمینے کی بنائی گئی ھے جس کا منشا نہر صادقیہ اور میکلوڈ گنج برانچ کے درمیانی علاقہ کا سیم اور فالتو بارش کا پانی دور کرنا ھے - اس سکیم کی بھی منظوری صوبائی ترقیاتی ورکنگ پارٹی سے مل چکی ھے اور گورنمنٹ سے ٦ لاکھ روپے کی منظوری ۱۹۶۳-۶۴ کے لئے ھو گئی ھے - مفصل سکیم بن رھی ھے . جس کے منظور ھوتے ھی کام شروع ھو جائے گا -

(۵) ایک اور بڑی سکیم سہیل ڈرینج سکیم کے نام سے ۱۲ء۳۷ لاکھ روپیہ کے تخمینے کی بن رھی ھے - صادقیہ نہر اور پیر راجباہ سیکنڈ کے درمیانی علاقہ اور بہاول نگر شہر کے علاقہ کا سیم اور بارش کا فالتو پانی دریا میں ڈالنے کا یہ منصوبہ بھی صوبائی ترقیاتی ورکنگ پارٹی سے منظور ھو چکا ھے سکیم کی تفصیل تیار ھو رھی ھے - جس کی منظوری پر کام جلد شروع ھو جائے گا -

مندرجہ بالا تینوں بڑی سکیموں کا کل ۲۰ لاکھ روپیہ ۶۴-۱۹۶۳ء کے لئے منظور ہوا ہے ۔ باقی ماندہ تخمینی رقوم ۶۵-۱۹۶۴ء میں خرچ کر کے سکیمیں مکمل کی جائینگی ۔

(۶) مندرجہ بالا تین بڑی ڈرینیج سکیموں کے علاوہ ایک اور سکیم کی ضرورت ہے ۔ جس کا نام چک عبداللہ ڈرینج سکیم رکھا جا سکتا ہے ۔ اس کا منشا یہ ہو گا کہ جانب شمال دولت راجباہ شہر فرید اور فورڈ واہ برانچ کا درمیانی علاقہ اور جانب جنوب صابوالہ ۔ یارواہ کا درمیانی رقبہ ڈھاب منتیکا اور گجیانی کے قرب کا سیم زدہ رقبہ اور بارش کا فالتو پانی ایک بڑے نالہ کے ذریعہ دریا میں ڈالا جائے ۔ اس سکیم پر ابھی ابتدائی کام کرنا ہے ۔ جس کے بعد اس کو تیسرے پنجسالہ منصوبے میں شامل کرنے کی پر زور سفارش کی جائے گی ۔

(۷) علاوہ ازیں کئی مقامی سیم زدہ علاقوں میں ٹیوب ویل لگا کر سیم کم کرنے کی تجاویز بھی بنائی جا رہی ہیں ۔

(۸) مندرجہ بالا سکمیں تو اس لئے ضروری ہیں کہ سیم کا پانی جو سطح زمین پر آ چکا ہے ۔ اور جو بارش کا فالتو پانی ہو وہ جلد سے جلد دریا میں خارج کر دیا جائے ۔ تاکہ فصلیں تباہی سے بچیں ۔ لیکن فصلوں کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ جن علاقوں میں سطح آب زمیں سے ۶-۵ فٹ تک آ گئی ہے وہاں سطح آب کو نیچا کیا جائے ۔ تاکہ گندم اور کپاس جیسی فصلیں اچھی پیداوار دے سکیں ۔ اس لئے وسیع پیمانے پر ٹیوب ویل کا لگنا نہایت ضروری ہے ۔ فورڈواہ نہر کی شمالی جانب پانی میٹھا ہے ۔ اور کاشت کے قابل ہے ۔ دو سکیمیں زیر غور ہیں ۔

(۱) فورڈ واہ کے غیر مستقل رقبہ میں ٹیوب ویل لگا کر ربیع میں کاشت کے لئے پانی دیا جائے ۔ تاکہ ربیع کی کاشت زیادہ بہتر ہو اور زیر آب پانی کی سطح نیچی ہو کر پیداوار میں عام اضافہ ہو ۔

(ب) سیلابی علاقہ میں ٹیوب ویل لگا کر سابقہ سیلابی علاقہ میں چاھی آبپاشی کا انتظام کیا جائے۔ کیونکہ دریا میں پانی کی کمی کی وجہ سے سیلابی علاقے کاشت سے محروم رہ جاتے ھیں۔ ان ٹیوب ویل کا بھی یہ فائدہ ہو گا کہ فورڈ واہ کے نہری علاقے میں زیر آب پانی کی سطح نیچی ہو کر پیداوار میں اضافہ ہو گا۔ اب آخر میں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ضلع بہاول نگر کے عوام سے اپیل کی جائے کہ وہ ڈرینیج سکیموں کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نالے بننے میں اُن کی کچھ زمینیں معقول معاوضہ پر لی جائیں گی۔ اور بظاہر اُن کو ذاتی نقصان محسوس ہو گا۔ لیکن ان نالوں کے ذریعہ سطح زمین کا سیم دور ہو جائے گا۔ اور بارش کا فالتو پانی دریا میں خارج ہو جائے گا۔ بصورت دیگر زیادہ بارشوں کے دور میں سیم کا رقبہ یکدم بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ اور وہ سارا رقبہ ناقابل کاشت ہو کر بے حد نقصان کا حامل ہو گا۔ مزید برآں اس سارے علاقے میں جہاں پانی کی سطح پانچ فٹ سے کم ہو گی۔ پیداوار بہت کم ہو جائے گی۔ عام علاقائی قواعد کے پیش نظر اُمید کی جاتی ہے کہ ضلع بہاول نگر کی پبلک سیم کے نالوں کا پر جوش خیر مقدم کرے گی۔

اعداد رقبہ سیلاب ضلع بہاول نگر

نمبر شمار	سال ربیع	تحصیل منچن آباد ایکڑ	تحصیل بہاول نگر ایکڑ	تحصیل چشتیاں ایکڑ	تحصیل فورٹ عباس ایکڑ	کل میزان	رقبہ قابل آبپاشی C.A.A.	شرح فی صدی	اوسط بارش سالانہ انچ
۱	۱۹۶۲-۶۳	۳۲۳۶	۶۲	۶۳۲	—	۳۹۳۱	۱۳۲۶۱۷۹	.۴۳۳	۸٫۷۷″
۲	۱۹۶۱-۶۲	۳۳۹۹	۶۰	۶۲۰	—	۵۰۷۹	۱۳۲۳۳۳۵	.۴۳۵	۱۱٫۲۱″
۳	۱۹۶۰-۶۱	۳۱۲۵	۳۲۱۶	—	—	۷۳۳۱	۱۳۲۲۹۰۶	.۴۵۱	۹٫۱۳″
۴	۱۹۵۹-۶۰	۱۱۷۴۳	۸۶۸۴	۳۷۳	—	۲۰۸۰۰	۱۳۲۲۶۴۳	.۴۳۶	۱۰٫۹۲″
۵	۱۹۵۸-۵۹	۱۱۷۷۱	۴۳۰۹	۱۱۴۸	—	۲۳۲۲۸	۱۳۲۲۶۵۶	.۴۶۳	۱۸٫۱۲″
۶	۱۹۵۷-۵۸	۹۲۹۶	۲۰۸۴	۱۱۸۷	—	۱۲۵۶۷	۱۳۲۲۶۹۵	.۴۸۸	۲٫۶۴″
۷	۱۹۵۶-۵۷	۸۴۹۹	۲۱۰۰	۷۲۱	—	۱۱۳۲۰	۱۳۱۸۶۳۷	.۴۷۹	۱۴٫۶۶″
۸	۱۹۵۵-۵۶	۷۴۵۴	۱۸۴۷	۲۵۵	—	۹۵۵۶	۱۳۱۶۹۲۷	.۴۶۷	۸٫۱۳″
۹	۱۹۵۴-۵۵	۷۵۴۹	۱۴۰۱	۲۷۱	—	۹۲۲۱	۱۳۱۵۹۸۷	.۴۶۵	۷٫ ۶″
۱۰	۱۹۵۳-۵۴	۴۶۳۲	۶۰۰	—	—	۵۲۳۲	۱۳۱۴۹۲۳	.۴۳۶	۴٫۲۹″
۱۱	۱۹۵۲-۵۳	۳۵۴۲	۱۰۰	—	—	۳۶۴۲	۱۳۱۴۱۳۲	.۴۳۲	۵٫۷۱″
۱۲	۱۹۵۱-۵۲	۷۱۴۶	—	—	—	۷۱۴۶	۱۳۱۴۱۹۲	.۴۵۰	۳٫۲۹″
۱۳	۱۹۵۰-۵۱	۷۱۴۶	—	—	—	۷۱۴۶	۱۳۱۴۱۹۸	.۴۵۰	۱۰٫۱۱
۱۴	۱۹۴۹-۵۰	۳۹۵۶	۸۴	—	—	۴۰۴۰	۱۳۹۵۱۳۰	.۴۲۹	۴٫۳۸″
۱۵	۱۹۴۸-۴۹	۴۴۸۰	۱۰۴	۳۷۰	—	۴۹۵۴	۱۳۹۵۹۳۹	.۴۳۵	۷٫۵۹″
۱۶	۱۹۴۷-۴۸	۴۹۳۹	۱۰۰	۳۶۳	—	۵۴۰۲	۱۳۹۴۹۶۳	.۴۳۸	
۱۷	۱۹۴۶-۴۷	۴۶۶۸	۱۰۰	۹۷۷	—	۵۷۴۵	۱۳۹۶۶۹۷	.۴۴۱	
۱۸	۱۹۴۵-۴۶	۸۰۸۷	۶۰۴	۱۰۰۳	—	۹۶۹۴	۱۳۹۶۴۹۱	.۴۶۹	

بہاول‌پور ڈویژن کے کاشتکاروں کے زرعی مسائل اور انکا حل

از میر محمد چیئرمین ٹاؤن کمیٹی لیاقت پور و ممبر ڈویژنل کونسل
بہاول پور

بہاول‌پور ڈویژن سابقہ ریاست بہاول‌پور پر مشتمل ہے - جس کی وسعت بلحاظ رقبہ تقریباً بیس ہزار مربع میل ہے - اس کا تقریباً ایک تہائی رقبہ مستقل انہار وچاہات سے آبپاشی ہوتاہے - بقایا ۲/۳ حصہ بارانی ہے جو کہ چولستان کے نام سے موسوم ہے -

بہاولپور ڈویژن میں تین اضلاع ہیں : بہاول‌نگر ، بہاولپور اور رحیم‌یار خاں - نہری علاقہ کے باشندگان کا ذریعہ معاش عموماً کاشتکاری پر ہے - بہاول‌پور ڈویژن کی کل آبادی ۱۸ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے - اور تقریباً ۹۰ فیصدی آبادی دیہات میں زراعت پر انحصار رکھتی ہے - چولستان یا بارانی علاقہ میں باشندگان کی تعداد ۳۰ تا ۴۰ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی - ان کا بڑا ذریعہ معاش مال مویشی - بھیڑ بکری - گائے اور شتران کا پالنا ہے -

نہری علاقہ کے باشندگان دیہی عموماً ناخواندہ ہیں - اور ڈویژن ہذا کی بڑی بڑی زرعی اجناس گندم - کپاس - نیشکر - اور چاول پر مشتمل ہے - ماش اور مونگ بھی اس ڈویژن کے علاقہ نو آبادیات صادقیہ نہر پر کافی ہوتی ہے -

زرعی ترقی کی اعلیٰ پیداوار کا انحصار مندرجہ ذیل امورات پر ہے

(۱) زمین (۲) مال مویشی (۳) اعلیٰ اجناس و ترقی دادہ آلات کشاورزی کا استعمال (۴) زمیندار کی اپنی شخصیت یہ بات صاف واضح ہے کہ

شہری لوگوں کی ضروریات زندگی دیہات سے پہنچائی جاتی ہیں - مگر مقام افسوس ہے کہ شہری باشندگان کو دیہاتی باشندگان سے کوئی محبت ، انس اور پیار نہیں ہے - بلکہ ان کو جاہل اور بیوقوف سمجھکر عموماً ان کی صحیح رہبری کرنے کی بجائے غلط راستوں پر گامزن کر کے ان کے لئے بعض اوقات کافی نقصان دینے کے ذمہ دار ہوتے ہیں - یہ مقام افسوس ہے - اسکی اصلاح ضروری ہے -

حکومت نے زمینداروں کی اصلاح کے واسطے مختلف ترقیاتی محکمے مثلاً زراعت - صحت وٹرنری - تعلیم - جنگلات قائم کئے - مگر ان سے خاطر خواہ مفاد لینے کے واسطے زمینداروں نے ان محکمہ جات سے پورا پورا تعاون نہ کیا - برٹش کی حکومت کیوقت ترقیاتی محکمہ جات کے ملازمین کی امداد و معاونت دوسرے محکمہ جات - جنکا زمینداروں پر براہ راست اثر ہوتا ہے وہ بھی امداد معاونت کرتے تھے - مگر میں نے اب ایسے محکمہ جات کے آفیسر اور ملازمین کو عموماً ترقیاتی محکمہ جات کے خلاف کہتے ہوئے سنا - زمینداروں کی قوت منفعلہ بھی بڑی ہی کمزور ہوتی ہے - زمیندار کے گھر پر جو اس کے امدادی کام کرنے والے مثلاً لوہار - ترکھان - حجام وغیرہ ہیں - انہوں نے تو ترقیاتی دادہ آلات جو ان کے کام جلدی ختم کر سکیں خرید لئے اور ان کو اپنا لیا - مثلاً حجام تھیلے دستی - قینچی سے سر مونڈتے تھے اور چند آدمیوں کا سر مونڈ کر حجام تھکاوٹ محسوس کرنے لگتا تھا - لیکن جب مشین سر مونڈنے والی نکلی حجام نے فوراً خریدی اس نے دیکھا کہ اس کے استعمال میں وقت کی بچت اور اعلی صفائی سے سر کی منڈائی ہوتی ہے علے ہذا القیاس ، لوہار ، ترکھان بھی اپنے اپنے پیشہ میں جو آلات اعلے کام کرنے کے ایجاد ہوئے انہیں فوراً خرید لیا -

حکومت نے ان پیشه ور اشخاص کے واسطے کوئی محکمه نہیں بنایا تھا - جو انکو یه جدید اقسام کے آلات خرید کرنے اور استعمال کرنے کے واسطے پرچار کرتا -

زمیندار پر نہایت افسوس ہے که ان کی خدمت کے واسطے محکمه جات ترقیاتی مذکورہ بالا بھی حکومت نے قائم کئے - مگر ان سے خاطر خواہ مفاد حاصل نه کر سکا - یه صرف تساہل اور کاہلی کی علامت ہے -

زمین

عرصه سے زمین سے پیداوار لی جا رہی ہے - مگر اس کی ترقی اور زرخیزی کو قائم کرنے کی خاطر عموماً زمینداروں کو رغبت نہیں ہے - حالانکه خود زمیندار چار وقت خوراک کھا کر اپنی اراضی میں کام کرنے کیلئے ملاقات کو قائم اور بحال رکھتا ہے - علےٰ هذالقیاس اسکا مال مویشی بھی روزانه بلا خوراک لئے کام نہیں کر سکتا - مگر جب زمین کی طاقت کو بڑھانے کے متعلق زمیندار سے کہا جاتا ہے که مصنوعی کھاد استعمال کیجائے تو وہ عذر کرتا ہے که زمین کھاد کی عادی ہو جاتی ہے -

زمین کی زرخیزی قائم رکھنے کے واسطے زمین کو مندرجه ذیل اقسام کی کھادیں دی جانی لازمی اور ضروری ہیں - زمین کی زرخیزی کی طرف توجه نه دینے کے باعث ہی ہماری ملکی اوسط پیداوار دوسرے ملکوں کے مقابله میں بہت کم ہے - اور دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے -

عام کھاد Farm-yard manure.

(الف) زمیندار کی اپنی فارم کی کھاد جانوروں کا گوبر وغیرہ

(ب) نباتاتی یا سبز فصلات کی کھادیں -

(ج) مصنوعی کھادیں -

الف ۔ اس کھاد کو باقاعدہ کھاد کے گھڑھوں میں رکھکر اچھی طرح دھوپ اور بارش کے نقصانات سے محفوظ مقام پر رکھا جائے ۔ گڑھا جب پر ہو جائے ۔ تو پانی اوپر چھڑک کر مٹی ڈال کر گڑھا کو بند کر دیا جائے کچی کھاد کے استعمال سے فصلات کاشتہ کو دیمک لگنے کا خطرہ ہوتا ہے اور گلی سڑی کھاد سے فصل کو جلد ہی مفاد ملنے لگتا ہے ۔ ایسی کھادوں کا اثر کئی سالوں تک زمین میں رھتا ہے ۔ چونکہ یہ کھاد پوری مقدار میں مہیا نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے اب نباتاتی یا سبز فصلات کی کھاد کو استعمال کرنا ضروری ہے

سبز کھاد

پھلی دار اجناس کے پودوں کو اگا کر ان کو سر سبز زمین میں دبا کر نباتاتی کھاد تیار ہو جاتی ہے ۔ حکومت کی طرف سے سن ۔ گوارا نیل ۔ جنتر اور آب سنجی کو بھی ان اجناس میں شامل کر دیا گیا ہے ۔ زمین میں بلا مفاد اگر یہ اجناس وقت مقررہ سے قبل تلف کر دی جاویں تو آبیانہ و مطالبہ سے معافی ہے ۔ عوام الناس کو ایسی معافیات کا علم بھی نہیں ہے ۔ اور ایسی معافیات دینے والا عملہ بھی زمینداروں سے اچھا سلوک نہیں کرتا بلکہ عموماً کوئی نہ کوئی عذر نکال کر ایسی معافیات دینے میں گریز کرتا ہے ۔ جس سے کہ کاشتکاران بیدل ہو کر ایسی نباتاتی کھادوں کے استعمال سے رک جاتے ہیں ۔ اس کا سد باب ہونا ضروری ہے اور قومی مفاد اس میں ہے ۔ کہ جس قدر زیادہ رقبہ میں ایسی فصلات کی کھاد ہو سکے کاشت کی جائے ۔

افسوس کہ بہاولپور ڈویژن کیا بلکہ ہمارا ملک ہی زرعی ملک ہے مگر ترقی زراعت و اصلاح دیہات کے معاملات میں حکومت آفیسران انتظامیہ و ترقیاتی محکمہ جات کی طرف سے خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا رہی ہے ۔

مصنوعی کھادوں کے استعمال کی طرف بھی زمینداروں کی توجہ کم ہے کیونکہ اس کے فائدے اور عملی طور سے زمیندار کے کھیت میں نمونہ قائم کرنے کے لئے محکمہ جات متعلقہ کی طرف سے جتنی کوشش ہونی چاہئے وہ نہیں ہو رہی ہے - حقیقت یہ ہے کہ محکمہ جات کےافسران عموماً اپنا وقت شہروں میں میٹنگوں - کلبوں اور بیرونی ممالک سے آمدہ وفدوں کی ملاقات میں خوش رہتے ہیں - کہتے ہیں کہ قصہ زمین بر روئے زمین ، مگر اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے - جب سے محکمہ جات کو تیزرو سواری کے واسطے گاڑیاں مل گئی ہیں باہر دیہات میں کوئی ملازم سرکار قیام کرنا بھی پسند نہیں کرتا - رات کو گھر آنے کے خواہاں ہوتے ہیں - بہاولپور ڈویژن کی پرانی آبادی کے رقبہ جات نہایت ہی اعلٰی ہیں - مگر وہاں کے کاشتکار کو جدید طریقہ ہائے کاشت اور استعمال کھاد وغیرہ کے متعلق تربیت بہت ہی کم ہے -

محکمہ زراعت کی بھی زیادہ توجہ آباد کاروں کی طرف رہتی ہے جو کہ پہلے خود ہی زراعت کے کام میں کافی ماہر ہیں -

مال مویشی

زمیندار اپنے مال مویشی سے کام تو لیتا ہے مگر اس کی غور و پرداخت اور دیکھ بھال کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دیتا - سارا دن بیلوں سے کام لیکر اسے پھر سرکنڈوں میں چرنے کے واسطے چھوڑ دیا جاتا ہے - یہ عمل پرانی آبادی میں ہے حالانکہ مال مویشی بیل - گائے بھینس وغیرہ کی دیکھ بھال خوراک کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے - نہایت ہی اعلیٰ اعلیٰ اقسام کے چارے مثلاً برسیم ، لوسن ، سالانہ ششماہی پکچری-سوڈان گھاس ، نیئر گھاس اب نکل آئے ہیں ، جن کی کاشت ایسی تربیت سے ہو سکتی ہے ، کہ سال بھر متواتر چارہ جانوروں کو مل سکتا ہے - مال مویشی کو سبز چارہ خشک چارہ دانہ یعنی نخود - تخم کپاس کھل وغیرہ سب اشیاء دیجانی ضروری ہے - اس کی بھی ترکیب استعمال

اور مقدار جس قدر کہ ضرورت ھے کے متعلق انکو بتلانا ضروری ھے۔ مال مویشی کے علاج کے سلسلہ میں بھی دیہاتی عوام خاطر خواہ مفاد حاصل نہیں کر رھی ھے۔ کیونکہ ھسپتالات عموماً شہری مقامات پر ھیں۔ دوردراز کے علاقہ سے مال مویشی کو بغرض علاج ھسپتال میں لانا ان کیلئے باعث کوفت ھے۔ زمینداروں کا مفاد تو اسمیں ھے۔ کئی ایسے معالج دورہ کر کے دورہ میں بھی ادویات تقسیم کریں۔ مال مویشی کی غور پر داخت علاج ضروری ھے۔ محرک ھسپتالات مویشوں کے علاج کے واسطے ھونے چاھیں۔

اعلیٰ اجناس و ترقی دادہ آلات کشاورزی کا استعمال

اعلیٰ ترقی دادہ اقسام اجناس مثلاً گندم، کپاس، نیشکر، چاول، ودیگر آلات کشا ورزی کا عوام الناس مین خصوصاً پرانے ملکیتی رقبہ جات میں جس پیمانہ پر انکا استعمال ھونا چاھئے، نہیں ھو رھا ھے۔ اعلیٰ اقسام کے تخم پیدا کئے جاتے ھیں، مگر افسوس کہ عوام الناس تک بہت دیر سے پہنچتے ھیں۔ جس سے قومی ترقی اور زیادہ غلہ اور اگاؤ زیادہ بیرونی سکہ حاصل کرنے کے مسائل پیچھے پڑجاتے ھیں۔

مقام افسوس ھے کہ پاکستان کا وجود آنے کے بعد سے ھر شخص کی خواھش ھے۔ کہ شہر میں رھوں۔ چھوٹے چھوٹے شہروں کی آبادی اس قدر بڑھ گئی ھے۔ کہ اب ان کی دیکھ بھال صفائی وغیرہ پریشانی کا باعث ھو رھی ھے۔ کیا ھی اچھا ھوتا کہ اگر کئی مزید شہر موجودہ شہروں سے دور قائم کر دیئے جاتے۔ تاکہ وھاں پر اس علاقہ کی دیہی عوام کے نگران ترقیاتی محکمہ جات کے ملازمین رھائش اختیار کر کے اپنے اپنے کام میں دلچسپی لیتے رھتے۔

زمیندار کی اپنی شخصیت

ملک کی زرعی ترقی میں جس قدر زمیندار اور کاشتکار کا ھاتھ ھے یہ اظہر من الشمس ھے۔ کوشش یہ ھونی چاھئے کہ کاشتکار اور زمیندار اپنا زیادہ سے زیادہ عمدہ وقت کے ساتھ اپنے فارم پر دے۔

دیکھنے میں آیا ھے کہ کاشتکار کا زیادہ وقت کھیت میں صرف ہونے کے بجائے اپنے مال مویشی اور گھر کی نگرانی میں صرف ہوتا ھے رات کو وہ مال مویشی کی نگرانی کرتا ھے - جب ساری رات کو ایک کاشتکار جاگتا رھے تو دن کو کیا کام کرے گا - مال مویشی کی چوری ہونے پر اُس کی تلاش میں کافی وقت ضائع کرتا ھے -

آئے دن کے باھمی معمولی معمولی تنازعات پر مقدمہ بازی کافی دیہاتی علاقوں میں پائی جاتی ھے اور ھماری دیہی آبادی ھی عموماً عدالتوں کی زینت بنے رھتے ھیں - انگریز کا تیار کردہ عدالتی قانون کچھ ایسا کمزور ھے - کہ عدالت سے انصاف ھر وقت ملنے میں کافی دقتیں ھیں - انصاف کا تقاضا تو یہ ھے کہ زمیندار اور کاشتکار کو انصاف اس کے گھر پر ملے - میں تو عرض کرونگا کہ دیہی پبلک کے واسطے چلتی پھرتی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا جائے -

اس ڈویژن کے زمینداروان کے مسائل حسب ذیل ھیں جو کہ جلد از جلد حل طلب ھیں -

(۱) اراضیات کو سیم و تھور کی بیماری تباہ کر رھی ھے - بارھا دفعہ ڈویژنل کونسل بہاول پور ڈسٹرکٹ رحیم یار خاں کی طرف سے حکومت کی توجہ دلوائی گئی مگر معاملہ جوں کا توں ھی ھے -

ریکلیمیشن آفیسر صاحبان تعینات ھیں معلوم نہیں کہ وہ کیا کر رھے ھیں - میرا خیال ھے کہ ان کی کارگزاری دفتر تک ھی محدود ھے - حقیقت یہ ھے کہ ضلع رحیم یار خان کی غیر مستقل انہار کو موسم سرما میں جبکہ انہار کو بند رکھنا چاھئے قیام پاکستان کے بعد پانی بندی کے ایام میں دیگر رقبہ کو سیم و تھور خود محکمہ نگران نے کرایا -

حالانکہ زراعت کے سائنسدانوں کا قول ھے - کہ مستقل نہر پر جب سیم ہونے لگے تو نہر کو فوراً غیر مستقل کیا جائے - اور اگر نچلا پانی

میٹھا ہے تو چاہات اور ٹیوب ویل کے ذریعے پانی نکال کر موسم بندی ایام نہر میں آبپاشی کیجائے۔ مگر مقام افسوس ہے کہ ہماری انتظامیہ نے غیر مستقل انہار کو مستقل پانی دے کر اراضیات کو تباہ اور برباد کیا۔ چاہات جو کہ ایام بندی نہر میں اسی علاقہ میں جاری ہوتے ہیں وہ بھی خراب ہوئے بہاول پور ڈویژن میں ۲۸ ہزار کے قریب چاہات ہیں۔ مگر اب تقریباً ۵۰ فیصدی اس میں ناکارہ ہو چکے ہیں۔ جو کہ جاری ہیں ان پر بھی پانی نکالنے کے چکل۔ چوب ماہل پرانے طریقہ کی ہے۔ سامان عموماً بہت کم ہے۔ لوہے کا چکل چوب۔ ماہل پانی کی مقدار زیادہ نکالتا ہے۔

ایسے نہری علاقہ‌جات میں فوراً بجلی مہیا کر کے ٹیوب ویل نصب کرانے کا انتظام کر کے سیم کو کم کرنا چاہئے۔ غیر مستقل انہار کو موسم سرما میں نہیں چلنا چاہئے۔

چاہات کو یوں درست کرایا جائے ان پر جدید قسم کے پانی نکالنے کے آلات نصب کرائے جاویں۔

(۲) باغات کے لئے خصوصاً بہاولپور ڈویژن کی اراضیات اعلیٰ قسم کی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ پرانے باغات بوجہ پرانے پودہ جات کے اب خراب ہو رہے ہیں۔ نئے باغات لگانے کیطرف بوجہ نہری پانی نہ ملنے کے توجہ کم ہے۔ باغات قومی ضروریات کے لئے ضروری ہیں۔ انکو پانی ملنے کی امثلہ‌جات کا فیصلہ محکمہ زراعت و نہر کے تساحل کیوجہ سے جلدی نہیں ہو رہا ہے۔

اس طرح سے محکمہ انہار کی طرف امثلہ‌جات چک بندی و وارہ‌بندی کا بھی فیصلہ دیر سے ہوتا ہے۔ جس سے کہ زمیندار و کاشتکار کو بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کے پروگرام کاشت درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ امثلہ جات بھی جلد نکلنی چاہئے۔

(۳) کاشتکاروں اور زمینداروں کو قرضہ کی آسان سہولتیں بھی میسر نہیں ھیں - دیہاتی امداد باھمی کی انجمنوں کے ذریہ یہ مسئلہ بمقابلہ و دیگر اقسام کی بنکوں کے جلدی حل ھو سکتا ھے -

کاشتکار مجبوراً اپنی کپاس ، گندم ، کاشت کے تھوڑے عرصہ بعد سستے نرخوں پر پیشگی فروخت کر کے قرضہ حاصل کرنے کے لئے مجبور ھوتا ھے - اس طرح شرح سود بھی اسے کافی ادا کرنا پڑتا ھے -

دیہی امداد باھمی کی انجمنوں کو توسیع دینی چاھئے - اور یہ دیہی امداد باھمی قرضہ دینے کے ماسوائے دیگر ترقیاتی کاموں کی انجمن بھی قائم کرے -

بہاول پور ڈویژن میں زراعت اور کاشتکاروں کے مسائل

از

ملک خدا بخش

اس سے پہلے کہ اصل مضمون کی طرف رخ کیا جائے مناسب ھے کہ اس کا کچھ پس منظر پیش کروں - جیسا کہ آپ صاحبان کے علم میں ھے ھمارا ملک ایک زرعی ملک ھے جس کی ۸۰ فی صد سے زائد آبادی کا انحصار زراعت پر ھے -

اس لئے یہ کہنا مناسب ھو گا کہ زراعت ھی پاکستان کا سب سے بڑا شعبہ ھے - بہاول پور ڈویژن میں زراعت کی طرف سب سے پہلا بڑا قدم اٹھایا گیا - جس کا مختلف انہار ہیڈ ورکس سلیمانکی - اسلام اور پنجند سے جاری ھوئیں - اور ریاست بہاول پور میں آباد کار آئے -

آبادکاران اور سابقہ باشندگان نے نہایت ھی محنت اور تیزی سے بہاولپور کی بنجر اور ریگستانی زمین کو زیر کاشت لانا شروع کیا اور بہاول پور کی زرعی ترقی کا سنہری دور شروع ھوا - جس کی وجہ سے بہاولپور غلہ کا گودام مشہور ھو گیا - اور ھر طرف سبزہ زار نظر آنے لگا - لیکن پانی کی کمی کی وجہ سے بہاول پور کی کئی انہار میں پانی نہ چلایا جا سکا جو کہ آج تک بیکار پڑی ھوئی ھیں - اور اب بھی بہت بڑا رقبہ ریگستان پڑا ھوا ھے -

انہار کی ترقی کے ساتھ ساتھ زمین کے سب سے بڑے مرض سیم اور تھور کے اثر سے بہاول پور بھی محفوظ نہ رہ سکا - تحصیل منچن‌آباد ، بہاول نگر ضلع بہاول پور کا کافی علاقہ - ضلع رحیم یار خان کی لیاقت پور تحصیل بالخصوص خان پور سیم کی زد میں آ چکی ھیں اور کئی علاقے جو

که پہلے اس ڈویژن کے بہترین زرخیز علاقے تھے اب جھیل کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ اور عوام پریشان ہیں۔ سیم اور تھور میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے۔ سیم اور تھور بہاولپور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اگر اس کا فوراً اور مؤثر علاج نہ کیا گیا تو کپاس جیسی زرمبادلہ حاصل کرنے والی جنس اورگندم۔ نیشکر جیسی ضروری اجناس سے محروم ہونا پڑے گا۔

موجودہ دور مشینی دور ہے۔ ہر طرف مشینوں سے کام کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ انواع و اقسام کی مشینیں کام کر رہی ہیں۔ بہاول پور میں بھی ٹریکٹروں وغیرہ سے کاشت کاری وغیرہ کا کام لیا جا رہا ہے۔ اور زراعت کو ترقی دی جا رہی ہے۔

صرف ضلع رحیم یار خاں میں پچھلے چند سالوں میں ۴۰۰ ٹریکٹر استعمال میں لائے گئے ہیں جسکی وجہ سے زراعت میں ترقی ہوئی۔ لیکن صرف مشین سے کاشتکاری کرنا ہی منتہیٰ نہیں ہے۔ بلکہ پھلوں کو محفوظ کرنے، کپاس اور گندم نیشکر وغیرہ سے بہترین فائدے اٹھانے کے لئے کارخانوں کی ضرورت ہے جس سے ٹریکٹروں سے پیدا شدہ بے روزگاری کا علاج بھی ہو جائیگا۔ ترقی دادہ بیج و مصنوعی کھاد نیز جراثیم کش ادویات کے استعمال کے لئے بھی منصوبہ تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ گو اس وقت بھی اسکی طرف کافی توجہ دیجا رہی ہے لیکن یہ ناکافی ہے۔

ذرائع رسل و رسائل کا بہاولپور ڈویژن میں فقدان ہے۔ پختہ سڑکوں کی تعمیر کی طرف خاص توجہ دی جانی چاہئے۔ اس کے علاوہ بڑی شاہراہوں اور منڈیوں کو ملانے کے لئے بہت کم سڑکیں موجود ہیں۔ آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ اس وقت ہماری ڈویژن کی سڑکیں اسقدر کم ہیں کہ بہاول پور اور بہاول نگر ضلع آپس میں پختہ سڑک سے ملے ہوئے نہیں ہیں ایک دیہات کو دوسرے دیہات اور ایک مربعہ کو دوسرے مربعہ و آبادی دیہہ سے ملانے کے لئے کوئی راستہ یا سڑک نہیں

ھے جسکی وجہ سے زرعی اجناس دیہات سے منڈی اور منڈی سے دیہات اور زمین سے آبادی دیہہ تک پہنچانے کے لئے سخت مشکلات پیش آتی ھیں اور مناسب نرخ نہیں مل سکتے اور اونٹوں وغیرہ کے ذریعہ باربرداری سے کافی نقصان اٹھانا پڑتا ھے - اور بہت زیادہ خرچہ ادا کرنا پڑتا ھے - ھر مربعہ اور دیہات کو ملانے کے لئے کم از کم تین کرم سڑک ھونی چاھئے - اور دیہات کو آپس میں ملانے کے لئے پختہ سڑکیں بنائی جائیں - زمیندارون کاشتکاروں کی بہتری کے لئے مختلف کارخانہ جات دیہاتی علاقہ میں نصب کرنے کی از حد ضرورت ھے - لیکن اس امر کی طرف ابھی کوئی توجہ نہیں دی گئی زراعت کو (Industrialise) کرنے سے فی کس آمدنی میں بہت زیادہ اضافہ ھو سکتا ھے -

بہاولپور میں ذرائع آبپاشی مختلف ھیں :-

(۱) - انہار مستقل (سالانہ) و غیر مستقل ششماھی

(۲) - کنوئیں — دریا وغیرہ

مستقل انہار کی آبپاشی کو بہتر بنانے اور پانی کو ضائع ھونے سے بچانے کے لئے کھالوں کو پختہ کرنے کی ضرورت ھے -

غیر مستقل انہار کے علاقہ میں کھالوں کی پختگی کے علاوہ دریائی اور غیر مستقل علاقہ میں ٹیوب ویل نصب کرنے کی ضرورت ھے اور پچھلے چند سالوں میں سینکڑوں ٹیوب ویل نصب کئے گئے ھیں لیکن انجن سے چلنے والے ٹیوب ویل بہت مہنگے پڑتے ھیں جو کہ مالکوں کے لئے وبال جان بنے ھوئے ھیں -

ضرورت اس امر کی ھے کہ دیہاتی علاقہ میں بجلی جلد از جلد فراھم کی جائے تاکہ لوگوں کو ٹیوب ویل نصب کرنے سے پورا پورا فائدہ حاصل ھو - ملکی معشیت میں ترقی ھو اور مسئلہ سیم تھور میں امداد ملے نیز ٹیوب ویل سے حاصل ھونے والے پانی سے نہر کے پانی کی بچت ھو گی

جو کہ غیرآباد علاقہ میں استعمال کیا جا سکے گا اور زیادہ زمین زیر کاشت آجائیگی -

نہروں کی دیکھ بھال کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے - آئے دن نہروں میں شگاف پڑے رہتے ہیں ، جو کہ لوگوں کے لئے سخت پریشانی کا باعث بنے ہوئے ہیں اور زرعی پیداوار میں بھی ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے - اس لئے ضرورت ہے کہ نہروں کو پختہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا جائے -

موجودہ دور میں حکومت نے تعلیم کی طرف کافی توجہ مرکوز کی ہوئی ہے - لیکن اب بھی تعلیمی اداروں کی سخت کمی ہے کم از کم میٹرک تک تعلیم دلانے کے لئے زیادہ سکول کھولے جانے چاہیں اور زرعی و دستکاری کی تعلیم سکولوں میں لازمی مضمون ہونا چاہئے -

اکثر دیہاتی آبادی ڈاک خانہ جات کے وجود سے محروم ہے - موجودہ زمانے میں جس وقت کہ غیر ممالک میں ٹیلیفون و ٹیلی ویژن وغیرہ عام ہو چکے ہیں ہمارے دیہاتی علاقہ کو کم از کم ڈاک خانہ جات سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہونا چاہئے - اس لئے ڈاک خانہ جات میں توسیع کی جانی چاہئے -

بہاولپور ریجن میں آب پاشی کے مسائل اور آن کا حل

ایس کے بلوچ

چیف انجنیئر ، محکمہ انہار ، بہاولپور

بہاولپور ریجن اس وقت ملتان اور بہاولپور کمشنریوں پر مشتمل ہے - اس کا کچھ حصہ سرگودھا اور خیرپور کمشنریوں کی حدود میں بھی آ جاتا ہے یعنی اگر ایک طرف ضلع ڈیرہ غازیخان کا بیشتر غیر آباد علاقہ ہے - تو دوسری طرف رحیم یار خاں کا زرخیز اور آباد خطہ ہے - اگر ایک سمت بہاولنگر اور بہاولپور میں شامل بے آب و گیاہ چولستانی علاقے ھیں - جن میں کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں اگتا - تو دوسری سمت مظفر گڑھ اور شجاع آباد جیسے علاقے بھی ھیں - جہاں کہ باغات کو دیکھکر سہارن پور کا گمان ہونے لگتا ہے - مگر پانی کی قلت یا افراط ہر دو صورتوں میں زمین اپنے مسائل ھمارے سامنے پیش کرتی رھتی ہے - یعنی اگر ایک جانب ریگ زاروں کو پانی مہیا کرنا اور انہیں لہلہاتے مرغزاروں میں تبدیل کرنا ایک مسئلہ ہے تو دوسری جانب سیم زدہ علاقوں کی اصلاح اور انہیں دوبارہ قابل کاشت بننے کا سوال ہے -

پاکستان ایک زراعتی ملک ہے - اور بیشتر لوگوں کا ذریعہ معاش زراعت پر منحصر ہے - مقامی ضرورت سے فاضل اشیاء جو بیرونی ممالک کو برآمد کی جاتی ھیں - اور جن سے زر مبادلہ مشینری اور دوسری تمام استعمال کی چیزوں کی خرید کے لئے کمایا جاتا ہے - وہ بھی زیادہ تر زرعی پیداوار مثلاً کپاس اور چاول وغیرہ کی بدولت حاصل ہوتا ہے - غرضیکہ پاکستان کی بقاء اور خوشحالی کے لئے کھیتی باڑی کی اھمیت کسی

تشریح کی محتاج نہیں - سندھ طاس کی زمینوں کی زرخیزی میں کلام نہیں ھے - مگر بغیر پانی کے زمین کی کیفیت وھی ھے جو کہ ایک جسم کی بغیر روح کے ھوتی ھے - پانی ھی کائنات کی زندگی اور افزائش کا سرچشمه اور منبع ھے - لہذا مسائل آبپاشی حکومت یا اُس کے کسی ایک محکمے کے مسائل نہیں ھیں - بلکه پاکستانی عوام کے مسائل ھیں - ان کے حل تلاش کرنے کی سعی میں حکومت اور عوام کے افکار اور عمل میں ھم آھنگی اور تعاون ھو تو کام زیادہ دشوار نہیں - پاکستان کی بڑھتی ھوئی آبادی کے مدنظر ''بہتر طریقهٔ کاشت اور بہتر انتظام آبپاشی،، وقت کی سب سے بڑی ضرورت ھے - اس وقت بھی ھمیں غذائی قلت کا سامنا ھے - جس کے لئے محکمه آبپاشی اپنے وسائل کو وسیع تر کرنے میں مصروف ھے - اسکیمیں جن پر عمل درآمد ھو رھا ھے یا زیر غور ھیں ان کا تذکرہ بعد میں کیا جائیگا - مگر بڑھتی ھوئی غذائی ضرورت کا اندازہ ان اعداد سے کیا جا سکتا ھے - کہ پہلی جنگ عالم کے اختتام پر اسی علاقے میں جس کو بہاولپور ریجن کے نام سے موسوم کیا جاتا ھے - صرف اکیس لاکھ ایکڑ رقبه میں سالانه کاشت ھوتی تھی - دوسری جنگ عالم کے اختتام اور آزادی ھند کے وقت کاشته رقبه دگنا یعنی تقریباً بیالیس لاکھ ایکڑ ھو چکا تھا - آزادی حاصل ھونے کے بعد سے اب تک گذشته سوله برس میں سوله لاکھ ایکڑ کا اضافه ھوا - اور اسوقت اٹھاون لاکھ ایکڑ سے زائد رقبے میں سالانه کاشت ھو رھی ھے - مگر اس رفتار سے محکمه کی تسلی نہیں ھوتی اور وہ اسی کوشش میں ھے - کہ ھر اُس قطعهٔ زمین کوجو پانی سے مستفید ھو سکتا ھو پانی بہم پہنچایا جائے -

بہاولپور ریجن کا کل رقبه جو انہار کی چک بندی میں شامل ھے - وہ تقریباً اناسی لاکھ ایکڑ ھے - جس میں تقریباً ستر لاکھ ایکڑ رقبه قابل کاشت ھے - اس رقبه کی آبپاشی کے لئے نہروں کا جال بچھا ھوا ھے اور نہروں کی کل لمبائی آٹھ ھزار میل سے زائد ھے - اس وقت جو مسائل ھمارے سامنے ھیں وہ مختصراً یه ھیں :-

(۱) زیادہ سے زیادہ رقبے کے لئے پانی فراہم کرنا (توسیع آب پاشی)

(۲) جو رقبہ جات سیم و تھور کا شکار ہو گئے ھیں اُن کی اصلاح کرکے دوبارہ قابل کاشت بنانا (اصلاح اراضی)

(۳) دریاؤں کے سیلاب سے روک تھام کے لئے حفاظتی تدابیر

(۱) توسیع آب پاشی

اب سے تین چار سال قبل ڈیرہ غازی خاں اور مظفر گڑھ کے اضلاع میں طغیانی کی نہروں سے آب پاشی کی جاتی تھی۔ اس قسم کی نہروں کے چلنے کی مدت بہت مختصر ھوتی ھے۔ اور پانی کی مقدار غیر یقینی۔ لہذا جوار باجرہ کی قسم کی اجناس کاشت کی جا سکتی ھیں۔ کپاس اور نیشکر کاشت نہیں کئے جا سکتے۔ زیادہ سے زیادہ معولی درجہ کا چاول جسے عام فہم زبان ''سٹھڑا،، کہا جاتا ھے۔ پیدا ھو سکتا ھے۔ تونسہ بیراج کے بن جانے سے مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خاں کی طغیانی کی نہروں میں آب باقاعدہ ششماھی پانی مہیا کیا جا رہا ھے۔ جس کی وجہ سے زر مبادلہ حاصل کرنے والی فصلات بآسانی کاشت کی جا سکیں گی۔ علاوہ ازیں چالیس ھزار ایکڑ نیا رقبہ کمانڈ میں لایا جا رہا ھے۔ حال ھی میں ڈیرہ غازی خان کینال کی توسیع کی منظوری ھوئی ھے۔ جسکی وجہ سے ڈیڑھ لاکھ ایکڑ غیر آباد رقبہ آئیندہ دو سال میں زیر کاشت لایا جائے گا۔ اس اسکیم کو کشمور تک پانی لے جانے کے عظیم تر منصوبے کی داغ بیل سمجھنا چاھئے۔ ڈیرہ غازی خاں کینال کی کشمور تک توسیع ھو جانے کے بعد تقریباً تین لاکھ ایکڑ مزید غیر آباد رقبہ نہری پانی سے مستفید ھو سکے گا۔ اس کے لئے تیسرے پنچ سالہ منصوبے میں پانچ کروڑ روپے مخصوص کئے گئے ھیں۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں ھی میں ایک کروڑ روپے کی رقم ٹیوب ویل سکیم کے تحت رکھی گئی ھے۔ ٹیوب

ویل لگ جانے سے زیر زمین پانی کا لیول بھی نیچا رہے گا۔ اور آب پاشی کیلئے پانی پورے بارہ مہینے ملتا رہے گا۔ ضلع مظفر گڑھ میں بھی اسی قسم کی توسیع زیر غور ہے۔ چندر بھان اور گھلوان نامی راجباھوں کی کی توسیع کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کی جائیگی۔

بہاول پور سول ڈویژن میں تیسرے پنج سالہ منصوبے میں تین کروڑ روپیہ کی رقم توسع آبپاشی کی اسکیموں کے لئے رکھی جا رہی ہے۔ ان منصوبوں کے نام یہ ھیں:۔

(۱) عباسیہ کینال کی توسیع (اسٹیج نمبر ۲)

(۲) ھاکڑہ برانچ کی توسیع

(۳) ڈیزرٹ برانچ کی متروک شدہ نہروں کو دوبارہ چلانے کا منصوبہ

تقریباً ساڑھے سات ایکڑ رقبہ جو کہ ستلج ویلی پروجیکٹ میں شامل تھا جو بعد میں متروک کر دیا گیا تھا۔ تیسرے پنج سالہ منصوبے میں اس رقبہ کے لئے پانی مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کے لئے ابھی سے تحقیقات اور سروے شروع کر دیا گیا ہے۔ عباسیہ نہر جو اس وقت ۱۰۶۴ مکعب فٹ پانی لیتی ہے۔ اپنے ڈسچارج کا ایک چوتھائی حصہ منچن آباد برانچ کی مستقل نہروں یعنی آب حیات اور شیرین کو بہم پہنچاتی ہے۔ تیسرے پنج سالہ منصوبے میں منچن آباد برانچ کی ترمیم کرکے اسے اس قابل بنا دیا جائے گا کہ آب حیات اور شیرین ڈسٹری بیوٹریوں کے لئے پانی وہ خود براہ راست لا سکے۔ اور جو پانی اس طرح بچے گا۔ وہ عباسیہ کینال کی توسیع میں کام آسکے گا۔ اسی طرح بہاولپور۔ میلسی لنک بن جانے کے بعد ڈیزرٹ برانچ کے متروک شدہ سوا تین لاکھ ایکڑ رقبے کو زیر استعمال لایا جائے

گا - اور ھاکڑہ برانچ کے متروک شدہ نہروں میں دوران خریف پانی پہونچانے کی کوشش کی جائے گی -

بہاولپور ڈویژن کا دوسرا اھم منصوبہ ستلج ویلی پروجیکٹ کی غیر مستقل انہار کو ٹیوب لگا کر مستقل بنانے کا ھے - اس مقصد کے لئے تیسرے پنج سالہ منصوبے میں تین کروڑ روپیہ رکھا گیا ھے - اس طرح ساڑھے اٹھارہ لاکھ ایکڑ رقبہ جو پانی کی کمی یا سیم کے بڑھ جانے کے اندیشہ کی وجہ سے فصل ربیعہ میں نہری پانی سے محروم رھتا ھے - مستقل طور پر ٹیوب ویلز کے ذریعے تمام سال پانی حاصل کرتا رھے گا -

اس طرح نہ صرف سیم کی روک تھام ھو گی بلکہ آبپاشی کافی حد تک بڑھ جائے گی - اس اسکیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں جو مشکل در پیش ھے وہ بجلی کی عدم فراھمی ھے - مگر تیسرے پنج سالہ منصوبے کے آغاز تک یہ مشکل کافی حد تک رفع ھو جائے گی -

تیسری اھم تجویز ان دریائی رقبوں میں ٹیوب ویل لگانے کے متعلق ھے جو دریائے ستلج کے کنارے واقع ھیں - اور بھارت میں پانی کو روک دینے کے سبب سیلاب سے محروم ھو جائیں گے - کیونکہ بھارت دریائے ستلج کے پانی کو اپنے استعمال میں لے آئیگا - اور ان سیلابی رقبوں کی آب پاشی کے لئے کوئی ذریعہ نہیں رھیگا - اس وقت ان علاقوں میں صرف ربیعہ کی کاشت مثلاً گندم - اور چنے - اور چرال وغیرہ ھی ممکن ھے - ٹیوب ویل لگ جانے سے دونوں فصلیں (ربیعہ اور خریف) خاطر خواہ طور پر کاشت کی جا سکیں گی -

دوسرے پنج سالہ منصوبے کے اختتام سے قبل نہر صادقیہ - احمد پور برانچ اور ملک برانچ کی پٹڑیوں کو مضبوط کرنے کی تجویز ھے - اور بہاول کینال ڈیزرٹ برانچ اور ڈیرہ نواب برانچ کو چوڑا کر کے مزید ڈسچارج لینے کے قابل بنایا جائے گا - جس کے لئے گیارہ لاکھ روپیہ منظور کیا جا

چکا ہے ۔ تیسرے پنج سالہ منصوبے میں اس قسم کی چھوٹی اسکیموں کے لئے پچاس لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے ۔ اس طرح نہروں کی درستی کی طرف توجہ جاری رہے گی ۔

(۲) اصلاح اراضی

نہروں کے ذریعے آبپاشی سے جہاں بے شمار فوائد ہوئے ہیں ۔ وہاں کچھ نقصان اراضیات کو سیم اور تھور کی شکل میں پہنچا ہے ۔ اور مغربی پاکستان میں ہزاروں ایکڑ زمین ہر سال ناقابل کاشت ہو جاتی ہے ۔ بہاولپور ریجن بھی اس کیفیت سے مستثنیٰ نہیں ۔ اگر صرف توسیع آبپاشی کی جانب دھیان رہے اور زمین کو سیم اور تھور کے نقصان سے بچانے کی طرف توجہ نہ دی جائے تو ہمارا مقصد تشنئہ تکمیل رہے گا ۔ زمینوں کو تھور سے پاک کرنے کے لئے ریکلیمیشن موگہ جات جہاں جہاں فالتو پانی میسر ہے ، منظور کئے جا رہے ہیں ۔ نہروں میں مجوزہ ایذادئی سائز ہو جانے کے بعد ریکلیمیشن کی سپلائی زیادہ مقدار میں دی جا سکے گی ۔ اگر زمینداران اس رعایت سے صحیح طور پر فائدہ اٹھائیں تو ریکلیمیشن سود مند ثابت ہوتا ہے ۔ ورنہ فالتو پانی سیم کو بڑھانے کا باعث بن جاتا ہے ۔ لہذا یہ مقصد زمینداران کے تعاون کے بغیر نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ بعض زمینداران جو وقتی فائدہ کو مدنظر رکھتے ہیں ۔ وہ ریکلیمیشن سپلائی کو غلط طور پر استعمال میں لاتے ہیں اور جس مقصد کے لئے دوسرے مستحق زمینداران سے پانی بچا کر انہیں دیا جاتا ہے ۔ اس کو پس پشت ڈال دیتے ہیں ۔

تھور کا علاج کسی حد تک زمینداران خود بھی کر سکتے ہیں ۔ مگر سیم کے لئے جب تک ایک باقاعدہ وسیع پیمانے پر منصوبہ نہ بنایا جائے اس وبا سے نجات ممکن نہیں ہے ۔ حکومت اس خطرناک صورت حال سے پوری طرح واقف ہے ۔ اور سیم کے روک تھام کے لئے متعدد سود مند تجاویز

مرتب کر رہی ہے ۔ مثلاً صرف بہاولپور کمشنری کے دو اضلاع بہاولنگر اور رحیم یار خاں میں ایک کروڑ روپیہ سے زائد رقم آئیندہ دو سال میں دس مختلف نکاسی کی اسکیموں بر خرچ کی جائے گی ۔ تیسرے پنج سالہ منصوبے میں اس مقصد کے حصول کے لئے چار کروڑ روپیہ کی خطیر رقم مخصوص کی جا رہی ہے ۔ اور نکاسی کے اس پروگرام میں اضلاع ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کو بھی شامل کیا جائے گا ۔ مزید برآں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے ۔ دریائی علاقوں میں اور غیر مستقل انہار کے رقبہ جات میں ٹیوب ویلز لگانے سے سیم خود بخود رفع ہو جائے گی ۔ اور تھور کو دور کرنے کے لئے نہروں میں فالتو پانی چلانے میں کوئی امر مانع نہیں ہوگا ۔ اور اس طرح زمینیں سیم اور تھور کے شکار ہونے سے محفوظ ہو جائیں گی ۔

(۳) سیلاب کی روک تھام

بہاول پور ریجن میں مغربی پاکستان کے تمام بڑے بڑے دریا بہتے ہیں ۔ جو اپنے بے شمار فوائد کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار طغیانی کے دوران نقصان کا باعث بھی بن جاتے ہیں ۔ زمینوں کو سیلاب سے بچانے کے لئے گذشتہ صدیوں میں لا تعداد بند تعمیر کئے گئے ہیں ۔ جن کی وجہ سے دریاؤں کی سطح اپنے ملحقہ زمینوں سے بتدریج بلند ہوتی جا رہی ہے ۔ ایسے بندوں کی مضبوطی کے لئے آئیندہ دو سال میں بیس لاکھ روپیہ خرچ کیا جائے گا ۔

ضلع ڈیرہ غازی خان میں مغرب کی جانب سے یعنی سلسلۂ کوہ سلیمان سے بے شمار ندی نالے بہہ کر آتے ہیں ۔ اور زمینوں کے کٹاؤ اور آبادیوں کے نقصان کا باعث بنتے ہیں ۔ اس خطرہ کی روک تھام کا عرصہ دراز سے سوال در پیش تھا ۔ مگر بارش اور سیلاب کی مقدار کے متعلق صحیح اعداد و شمار نہ ہونے کے سبب کسی اسکیم کو عملی جامہ نہ پہنایا جا

سکا اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے سال ۱۹۵۷ء کے دوران ڈیرہ غازیخاں میں ''ہل ٹارنٹ ڈویژن،، کھولی گئی ہے - جس کا کام کوہ سلیمان کے پہاڑی علاقوں میں بارش کی مقدار اور ندی نالوں کا ڈسچارج کے اعداد و شمار کو اکٹھا کرنا ہے - اس کے علاوہ ''ہل ٹارنٹ ڈویژن،، پہاڑی علاقے میں بند بنانے اور پانی جمع کرنے کی اسکیمیں تیار کر رہی - ہے اس قسم کے سروے اور چھان بین پر ۱۹۶۵ء کے اختتام تک سولہ لاکھ روپیہ خرچ کیا جائیگا - اور تیسرے پنجسالہ منصوبے میں ''کہال،، ندی پر بند باندھنے کیلئے ایک کروڑ روپیہ اور دوسرے ندی نالوں پر بند تعمیر کرنے کیلئے تین کروز روپیہ سے زائد رقم خرچ کی جائیگی - ان بندوں کی تعمیر سے نہ صرف اراضیات نقصان سے بچ جائینگی بلکہ محفوظ شدہ پانی کو آبپاشی کے مصرف میں لایا جا سکیگا -

یہ تھا بہاولپور ریجن کے متعدد مسائل کا مختصر سا خاکہ - ظاہر ہے کہ غذائی قلت اور سیم و تھور ہمارے سب سے بڑے مسائل ہیں - جسقدر تجاویز مرتب کیگئی ہیں - ان سب کا نصب‌العین ان دونوں مشکلات کو رفع کرنا ہے - تجاویز مرتب کرنے میں کوشش یہی کی گئی کہ سب سے زیادہ توجہ اسی طرف مبذول کی جائے جس طرف سب سے زیادہ ضرورت ہے - لہذا ڈیرہ غازی خاں جیسے پس ماندہ علاقے کو کئی لحاظ سے ترجیح دی گئی ہے - نہ صرف اس لئے کہ وہاں خاصی مقدار میں نیا رقبہ زیر کاشت لایا جا سکتا ہے بلکہ اس لئے کہ جو رقبہ جات اس وقت نہری پانی یا ندی نالوں سے آبپاش ہوتے ہیں وہ عرصہ دراز سے بے توجہی کا شکار ہیں - بہاولپور ڈویزن میں دریائے ستلج کے پانی کے رک جانے سے جن دریائی علاقوں کے سیلاب سے محروم ہو جانے کا امکان ہے - اُن کے نقصان کی تلافی کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے -

اس مقالے کو ختم کرنے سے قبل میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک بڑی ضروری بات سامعین کرام کے گوش گذار کر دوں وہ یہ ہے کہ ہمارے

متعدد منصوبوں کی کامیابی کا انحصار سستی بجلی کی فراهمی پر هے - سیم کو دور کرنے کے لئے ڈیزل سے چلنے والے انجن اور پمپ نصب کئے جا سکتے هیں - مگر ان کی دیکھ بھال اور مرمت بھی اسی قدر مشکل مسئله هے جس قدر ان کا نصب کرنا - امید هے که پانی اور بجلی کا ترقیاتی داره بہاولپور ریجن خاص طور پر رحیم یار خاں ، مظفر گڑھ اور ڈیره غازی خان کے اضلاع میں ٹیوب ویلز کے لئے بجلی کی فراهمی اشد ضرورت کو کو محسوس کر رها هے - اور اس کمی کو دور کرنے کے لئے جلد مناسب اور موثر اقدام کرے گا تاکه همارا یه خطه بھی پاکستان کے دوسرے علاقوں کے ساتھ ساتھ ترقی کی طرف گامزن هو -

جملہ ضروریات کے پیش نظر بہاولپور ڈویژن میں

طبی سہولتوں کی ترقی

از

ڈاکٹر عبدالعزیز ڈائرکٹر محکمہ صحت خیرپور ریجن بہاولپور

صوبوں کے انضمام سے قبل موجودہ بہاول پور ڈویژن ریاست بہاولپور کہلاتا تھا اور اس کی اپنی ایک علیحدہ انتظامیہ تھی۔ حالانکہ سابق انتظامیہ نے یہاں کے باشندوں کے لئے طبی سہولتیں فراہم کی تھیں لیکن انہیں ناکافی تصور کیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں حکومت کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی لہذا مغربی پاکستان کے محکمہ صحت کو کہا گیا کہ وہ مغربی پاکستان کے تمام دیہی اور شہری علاقوں میں طبی سہولتوں کی توسیع کے متعلق ایک منصوبہ بنائے۔ صوبائی محکمہ صحت نے ۱۹۵۹ء میں ایک پندرہ سالہ ماسٹر پلان تیار کیا جس کے تحت (۱) ملیریا کا انسداد (۲) بی۔سی۔جی کے ٹیکے لگانے کی مہم (۳) خاندانی منصوبہ بندی (۴) صحت کے دیہی مراکز کی تعمیر (۵) تحصیل و ضلعی صدر مقامات کے ہسپتالوں کی تعمیر اور درجاتی ترقی (۶) تپ دق کے شفاخانوں کا اجراء (۷) مدرسوں میں طبی مرکزوں کا قیام (۸) میڈیکل کالجوں اور خصوصی اداروں کی ترقی و توسیع وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ اس مقصد کے لئے دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں اکیس کروڑ ستر لاکھ اکاسی ہزار روپیہ فراہم کیا گیا تاکہ ان منصوبوں پر عملدرآمد کیا جا سکے جن میں بہاولپور کے حصہ میں حسب ذیل اسکیمیں آتی ہوں۔

صحت کے دس دیہی مراکز کی تعمیر

ابتدا میں اہم دیہات اور شہروں میں ھی طبی سہولتیں مہیا تھیں اور دیہات میں جہاں ہماری آبادی کا اسی فیصدی حصہ آباد ھے طبی سہولتوں

کا فقدان تھا - اس لئے دیہی آبادی کو طبی امداد پہنچانے کے لئے ضلعی صدر مقامات کے ہسپتالوں میں موجودہ گشتی شفاخانوں کی تجدید کی گئی اور انہیں کام میں لایا گیا - بعینہٖ صحت کے دیہی مراکز کی تعمیر کا ایک منصوبہ بھی بنایا گیا تاکہ انہیں بہاولپور ڈویژن کے دیہی علاقوں میں قائم کیا جا سکے - دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں اسی ڈویژن کے لئے دس مراکز قائم کرنے کی منظوری دیدی گئی - اس طرح پہلے مرکز نے اوچ شریف ضلع بہاولپور میں ۱۹۶۰ء سے کام شروع کر دیا - ایک اور مرکز اسی ضلع میں ۱۹۶۱ء میں چنی گوٹھ کے مقام پر قائم کیا گیا جب کہ ضلع رحیم یار خاں میں واقع میانوالی قریشیاں میں ۱۹۶۳ء میں ایک تیسرے دیہی مرکز کا آغاز کیا گیا لیکن اس کے لئے کوئی خاطر خواہ عمارت موجود نہیں - امید ہے کہ دوسرے مرکز ۱۹۶۵ء کے اختتام تک قائم ہو جائیں گے -

دیہی علاقوں کے باشندوں کو ان مرکزوں کے ذریعہ طبی سہولتیں فراہم کرنے کا کام محکمہ صحت کا ایک نیا تجربہ تھا - ہر دیہی ہیلتھ سینٹر معہ تین چھوٹے سینٹروں کے چالیس سے پچاس ہزار تک اشخاص کی طبی ضروریات کو پورا کرتا ہے - اس سلسلہ میں مرکزی عمارت اور اسٹاف کی رہائش کے لئے کوارٹروں کی تعمیر پر تین لاکھ باون ہزار روپے صرف ہوئے - ہر مرکز کا سالانہ بجٹ چوراسی ہزار روپے سالانہ ہوتا ہے - پہلے کے مقابلہ میں یہ رقم ایک ضلعی ہسپتال کے بجٹ سے زیادہ ہے -

تحصیلوں اور ضلعوں کے صدر مقامات کے ہسپتالوں کی ترقی

رحیم یار خاں اور بہاولنگر کے ضلعی صدر مقاموں کے ہسپتالوں میں موجودہ طبی سہولتوں کے پیش نظر جو اضلاع کی دن بدن بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے ایک حد تک ناکافی ہیں ارادہ کیا جارہا ہے کہ ان میں دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے دوران ایک سو پچیس

بستروں کے ھسپتال بنا دیئے جائیں ۔ ان میں سے رحیم یار خاں کے ضلعی ھسپتال کو درجاتی ترقی دینے کے سلسلہ میں حکومت نے آٹھ لاکھ چھہتر ہزار چھ سو چالیس روپے کی انتظامی منظوری دی ھے ۔ امید ھے کہ ۱۹۶۳-۶۴ء کے مالی سال کے اختتام تک یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا جبکہ بہاولنگر کے ضلعی ھسپتال کی اسکیم کی تیاریاں کی جا رھی ھیں اور امید ھے کہ اس سلسلہ میں اسے پراونشل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی کی منظوری بھی حاصل ھو جائیگی ۔ اس اسکیم پر آٹھ لاکھ پچھتر ہزار روپے صرف ھوں گے ۔

ضلعی ھسپتالوں کی ترویج و ترقی کی تکمیل کے بعد تحصیل ھیڈ کوارٹر کے ھسپتالوں کو بہتر بنایا جا سکے گا اور ان میں بہتر آلات اور ساز و سامان مہیا کیا جا سکے گا اور عملہ کی تقرری بھی ھو سکے گی ۔

تپ دق کے شفاخانوں کا اجراء

انضمام سے قبل بہاول پور ڈویژن میں تپ دق کے علاج کے لئے کہیں بھی ایک علیحدہ شفاخانہ نہیں تھا ۔ رفتہ رفتہ تپ دق کے علاج کے پرائیویٹ ادارے منظر عام پر آنے لگے ۔ جنہوں نے کچھ شہروں میں شفاخانے قائم کئے ۔ چونکہ ان کا کام تسلی بخش نہیں تھا ۔ اس لئے محکمہ صحت نے ایک منصوبہ بنایا تاکہ مختلف شہروں میں شفاخانے قائم کئے جا سکیں ۔ اس ضمن میں دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت بہاولپور اور رحیم یار خاں یا بہاولنگر کے شہروں میں تپ دق کے دو شفاخانوں کے قیام کی منظوری دی گئی ۔ ان میں سے بہاولپور کا شفاخانہ کام شروع کر چکا ھے ۔ ھر شفاخانہ پر پچیس ہزار نو سو روپے صرف ھونگے ۔

مدرسوں میں طبی مرکزوں کا قیام

مدرسوں میں طلبا کی صحت کی دیکھ بھال کرنے کے ناکافی انتظامات ھونے کی وجہ سے محکمہ صحت نے ایک اسکیم تیار کی جس کے ذریعہ ضلعی

سطع پر مدرسوں میں طبی یونٹ قائم کئے جائیں گے ۔ دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے تحت ضلع بہاول پور کے لئے یونٹ کی منظوری دے دی گئی ہے اور وہ اپنا کام کر رہا ہے ۔

عوام میں حفظان صحت کی تعلیم کی اشاعت

ایک بڑی حد تک عوام حفظان صحت کے ابتدائی اصولوں سے بھی نا بلد ہیں ۔ لہذا عوام کو ان اصولوں کی تعلیم دینے کے لئے علاقائی ہیلتھ ڈائریکٹوریٹ میں ایک یونٹ قائم کیا گیا جو تقاریر پوسٹروں اور فلموں کی نمائش کے ذریعہ عوام کو ان اصولوں سے واقف کرائے گا ۔ اس قسم کی تعلیم پہلے ہی دیہی ہیلتھ انسپکٹروں اور دیہی مرکز کے عملہ کے ذریعہ دی جا رہی ہے ۔ ان کوششوں کا نتیجہ ، آنے والے دنوں میں واضح ہو جائے گا ۔

خاندانی منصوبہ بندی

ملک کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی روک تھام کے لئے ۱۹۵۸ء میں خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم تیار کی گئی ۔ اب تک اس سکیم کے تحت ۶۶ خاندانی منصوبہ بندی کے شفاخانے بہاولپور ڈویژن کے ہسپتالوں اور دیہی صحت کے مرکزوں میں قائم کئے جا چکے ہیں ۔ ان شفاخانوں میں زچہ اور بچہ کی تندرستی اور صحت سے متعلق دوسری باتوں پر عوام کو مشورہ دیا جاتا ہے ۔

بہاولپور کے باشندوں کے لئے ان منصوبوں کے باوجود یہ خیال پیدا ہو چلا تھا کہ اس ڈویژن کو مغربی پاکستان کے صوبہ کے دوسرے ڈویزنوں کے مقابلے میں خاطر خواہ حصہ نہیں دیا گیا ۔ لہذا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اور ترقی کی رفتار کو مزید تیز کرنے کے لئے چند اور اسکیموں کی منظوری دی گئی ۔ جن پر پینتالیس لاکھ پینتالیس ہزار روپے صرف ہونگے ۔ یہ سکیمیں ان اسکیموں کے علاوہ ہیں جو پنجسالہ منصوبے کے

موجودہ دور کے تحت پہلے ہی منظور کی جا چکی ہیں۔ ان نئی اسکیموں کے تحت ضلعی ہسپتال بہاول نگر میں ایک نرسنگ ہوم قائم کیا جائے گا جس پر ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار روپے صرف ہونگے ۔

گیارہ لاکھ تیس ہزار روپے کے صرف سے بہاول پور ہیلتھ ٹیکسیشن ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے گا جبکہ آٹھ لاکھ روپے کے صرفے سے منچن آباد , فورٹ عباس (ضلع بہاولنگر) حاصل پور, احمد پور شرقیہ (ضلع بہاول پور) میں موجودہ تین میونسپل اور ایک سرکاری ہسپتال کو جو تحصیل ہیڈ کوارٹروں میں واقع ہیں ، ترقی دی جائے گی اور انہیں بہتر بنایا جائے گا ۔

۱۔ منڈی صادق گنج (ضلع بہاولنگر) ۔ ۲۔ خیر پور ٹامیوالی (ضلع بہاول پور) ۳۔ احمد پور (ضلع رحیم یار خان) کے موجودہ ہسپتالوں اور دیہی صحت کے مراکز کو دس لاکھ روپے کے خرچ سے درجاتی ترقی دی جائے گی ۔ اسی طرح اسلام گڑھ ، (ضلع رحیم یار خاں) اور قلعہ میر گڑھ (ضلع بہاول نگر) جو چولستان کے صحرا میں واقع ہے دو شفاخانے قائم کئے جائیں گے جن کی تعمیر پر ایک لاکھ بیس ہزار روپے صرف ہونگے ۔ ان منصوبوں کی تکمیل مستقبل قریب میں ہو جائے گی ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہاول پور ڈویژن اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ اسے دوسرے پنجسالہ منصوبے کے اختتام تک مختلف طبی اسکیموں کے لئے چورانوے لاکھ انسٹھ ہزار پانچ سو نوے روپے مل جائینگے۔ لیکن اس ڈویزن کی طبی ضروریات کے پیش نظر پہلے اور دوسرے پنجسالہ منصوبوں میں شامل شدہ طبی پروگرام ایک حد تک نا کافی ہیں ۔ اس کے باوجود مجموعی طور پر صحت عامہ کو بہتر بنانے کی کافی کوشش کی گئی اور اب ضروری ہے کہ اس کام کو پنجسالہ منصوبہ میں مزید آگے بڑھایا جائے۔ نئے منصوبہ میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے کہ

ملیریا اور چیچک کا خاتمہ کیا جائے۔ تپدق پر قابو پایا جائے اور دیہی علاقوں میں دور دور تک زیادہ سے زیادہ طبی امداد بہم پہنچائی جائے۔

تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں بہاول پور ڈویژن کے لئے پروگرام حسب ذیل ہے۔

(الف) ملیریا کا انسداد

(ب) ضلع اور تحصیل کے صدر مقامات پر واقع ہسپتالوں کی توسیع و ترقی، جس میں بیس بستروں کے تپ دق کے وارڈ، ضعیف العمری میں پیدا ہونے والی بیماریوں کے شفاخانے، نرس ہوم، لولگنے کے متعدی امراض اور دانتوں وغیرہ کے علاج کے شفاخانوں کا قیام بھی شامل ہے۔

(ج) دیہی مراکز صحت ۱- صحت کے چھ نئے دیہی مراکز قائم کئے جائینگے جن میں سے ہر ضلع کے لئے دو مرکز ہونگے۔

۲- موجودہ دیہی شفاخانوں کو صحت کے مراکز میں تبدیل کیا جائے گا اور ہر ضلع میں چار مراکز کر دیئے جائینگے۔

(د) خاندانی منصوبہ بندی، موجودہ مراکز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا اور ان کی کارکردگی کو بہتر بنایا جائے گا۔

(ہ) دماغی صحت بہاول پور میں دماغی امراض کے علاج کے لئے ایک ہسپتال قائم کیا جائے گا۔

(و) مختلف امراض کا علاج، مثلاً تپدق پر قابو پانا، چیچک کا انسداد اور مدرسوں میں صحت کے یونٹوں کا قیام۔

(ز) طبی تعلیم بہاول پور میں زنانہ میڈیکل کالج کا اجرا۔

(ح) پبلک ہیلتھ ایڈمنسٹریشن کی ترقی و توسیع اور ہر تحصیل میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر کے دفاتر کا قیام۔

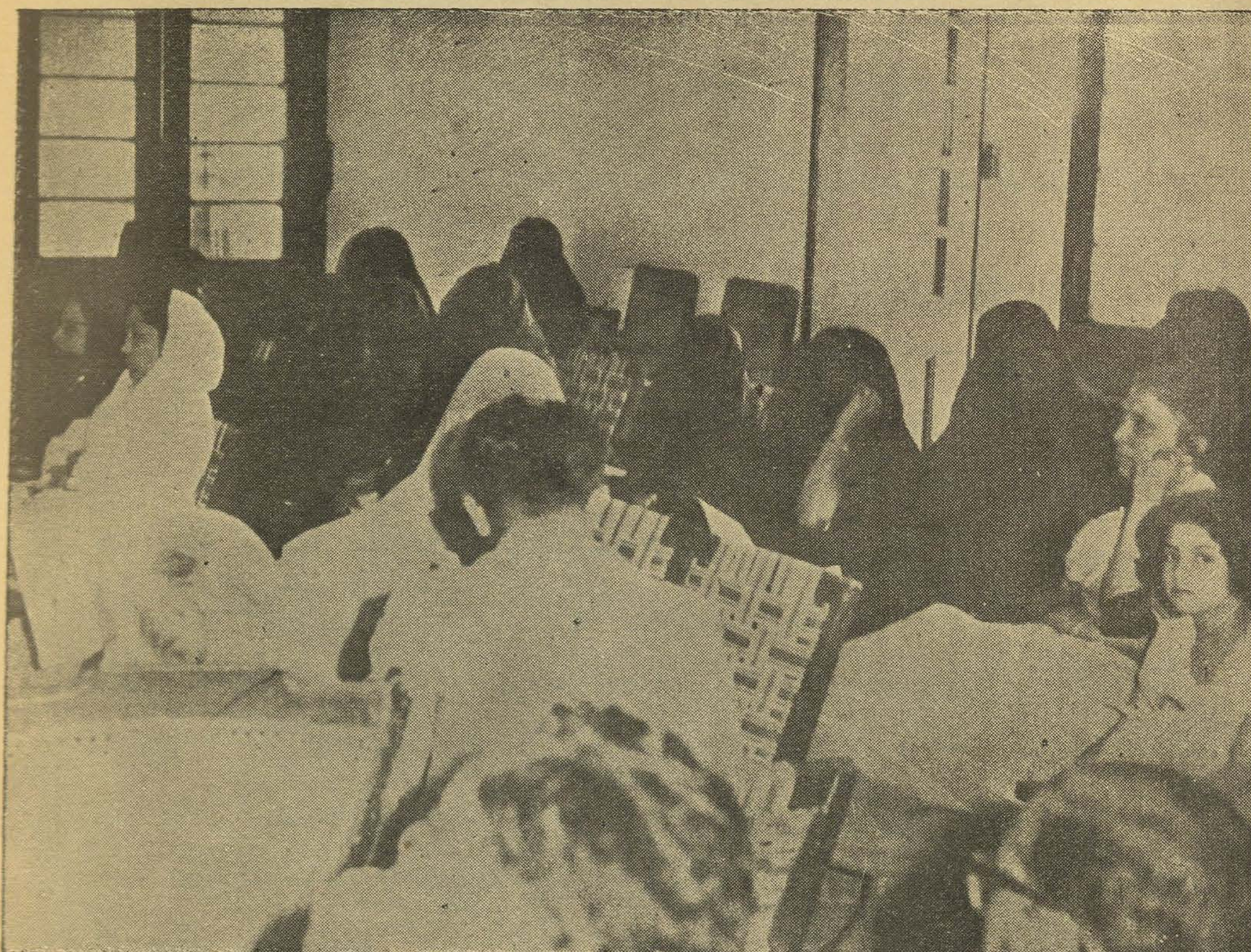
(ط) موجودہ ہسپتالوں اورشفاخانوں کی ترقی۔

۱- موجودہ شہری شفاخانوں میں رد و بدل اور اضافہ۔

۲- ایم - سی - ایچ مراکز کا اجرا۔

ان تمام منصوبوں کی تکمیل پر ایک کروڑ بانوے لاکھ روپے صرف ہونگے۔

آخر میں میں یہ ضرور کہوں گا کہ بہاول پور ڈویژن کو یہ افتخار حاصل ہے کہ یہاں کئی تعلیمی ادارے موجود ہیں۔ اور اب ان میں ہیلتھ ٹیکنیشن انسٹی ٹیوٹ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جس کی عمارت زیر تعمیر ہے۔ فی الحال اس ادارے میں صرف ہیلتھ انسپکٹروں کی تربیت ہوتی ہے لیکن تجویز ہے کہ مستقبل قریب میں یہاں دیگر طبی ٹیکنیشنوں مثلاً لیبارٹری ٹیکنیشن ، ڈسپنسر اور ڈریسر وغیرہ کو بھی تربیت دی جا سکے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ڈویژنل کونسل کے اجلاس نے جو گذشتہ جنوری میں بہاول پور میں منعقد ہوا تھا۔ صوبائی وزیر صحت سے (جنہوں نے اجلاس میں شرکت کی تھی) درخواست کی تھی کہ حکومت بہاول پور میں ایک زنانہ میڈیکل کالج قائم کرے۔ میرا خیال ہے کہ بہاول پور میں اس کی کافی گنجائش ہے کیوں کہ یہاں پر پہلے ہی چار سو پچیس بستروں کا ایک ہسپتال موجود ہے جو پورے مغربی پاکستان میں لاہور ، ملتان ، حیدرآباد اور کراچی کے تعلیمی اداروں کے علاوہ سب سے بڑا ادارہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ بہاول پور میں زنانہ میڈیکل کالج کے قیام کی تجویز پر حکومت اثبات میں غور کرے گی۔



خواتین نے بھی سیمینار میں بہت دلچسپی لی

بہاول پور میں زنانہ مدارس اور دوسرا اور تیسرا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ

از

مس زیڈ ایم شاہ

ڈپٹی انسپکٹرس آف سکولز بہاول پور ڈویژن

حصول آزادی کے بعد یہ نہایت ضروری تھا کہ ملک کی تعلیم کے مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر نظام تعلیم پر غور و غوض کیا جائے اور ملکی و ملی تقاضوں کے مطابق توسیعی و تعمیری پروگرام مرتب کیا جائے۔ لہذا یہ کام پاکستان کے وجود میں آنے کے فوراً شروع کیا گیا۔ تعلیمی نظام کی جدید تنظیم پر غور کرنے کے لئے ۱۹۴۷ء میں پہلی تعلیمی کانفرنس منعقد کی گئی اور قائداعظم نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام بھیجا۔

> اگر ہم حقیقی اور معقول ترقی کے خواہاں ہیں تو ہمیں اس مسئلہ پر منصفانہ غور و فکر کرنا چاہئے اور اپنی حکمت عملی اور لائحہ عمل کو ایسے خطوط پر چلانا چاہئے جو ہماری قوم کے مزاج اور ہماری تاریخ اور ثقافت کے ہم آہنگ ہوں اور اس کے ساتھ ہی زمانہ حاضر کے حالات اور دنیا بھر کے طول و عرض میں نمایاں ہونے والی ترقیات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔

مگر مسئلہ تعلیم کی اہمیت کو جانتے ہوئے بھی ملک کے خصوصی حالات کی وجہ سے دس گیارہ سال تک نظام تعلیم میں توسیع اور اس کی جدید تعمیر کے لئے کوئی ٹھوس قدم نہیں آٹھایا گیا۔ پہلے پنج سالہ منصوبہ میں تعلیم کے توسیعی پروگرام پر غور ضرور کیا گیا مگر نظام تعلیم کی اصلاح اور اس کی تجدید کے لئے عملی طور پر کوئی موثر قدم نہیں آٹھایا گیا۔ حقیقت میں ۱۹۵۸ء میں انقلابی حکومت نے نظام تعلیم کو نئے قالب میں ڈھالنے کے ٹھوس اقدام اختیار کئے۔

یوں تو ۱۹۴۷ء میں مغربی پاکستان کے تمام صوبوں اور ریاستوں میں پرائمری سکولوں کی تعداد ۸۵۹۷ سے زیادہ نہ تھی اور خواندگی کا تناسب نہایت مایوس کن تھا مگر سابق ریاست بہاول پور میں تعلیمی پسماندگی (خاص کر تعلیم نسواں) خصوصی طور پر نمایاں تھی - ۱۹۵۵ء کے اعداد و شمار کے مطابق سابق ریاست بہاولپور میں کل ۲۴ پرائمری ۹۱ مڈل اور ایک ھائی سکول تھا جن میں طالبات کی تعداد بتدریج ۲۸۰۹ و ۲۴۴۰ اور ۱۱۷ تھی اگر ان اعداد کا مقابلہ سابقہ پنجاب کے کسی ضلع کے اعداد سے کیا جائے تو نتیجہ نہایت حوصلہ شکن ھے - مگر چند ھی سالوں کے بعد دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے اختتام پر لڑکیوں کی تعلیم میں حوصلہ افزا ترقی ھوئی ھے - ۱۹۶۰-۶۱ء کے اعداد و شمار حسب ذیل ھیں -

قسم مدارس	مقدار مدارس	تعداد طالبات	تعداد اساتذہ	کل خرچ
پرائمری	۱۸۹	۸۷۰۳	۱۸۱	۳۷۰۰۰۰
مڈل	۱۳	۲۳۲۶	۹۶	۱۰۵۰۰۰
ھائی	۶	۲۷۲۶		۲۰۸۰۰۰
کالج	۱	۲۰۵	۲۳	

اعداد و شمار زنانہ مدارس مغربی پاکستان ۱۹۶۰-۶۱ء

پرائمری	۴۰۵۷	۳۲۶۸۷۷		۱۲۱۵۴۰۰۰
مڈل	۲۷۵	۶۲۲۹۲	۲۰۸۲	۲۵۸۴۰۰۰
ھائی	۲۲۵	۱۰۳۵۸۲		۹۳۵۹۰۰۰

زنانہ مدارس

اعداد و شمار بہاول پور ڈویژن ۱۹۶۳ء

پرائمری	۳۰۳	۱۲۷۶۹	۳۴۹	۲۷۰۸۹۴
مڈل	۱۷	۲۶۷۳	۱۱۲	۲۰۲۷۶۱
ھائی	۱۰	۴۶۱۷	۱۸۱	۴۵۰۹۷۹

ان اعداد و شمار کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہاولپور ڈویژن بتدریج ترقی کی راہ پر گامزن ہے - ۱۹۵۱ء کے ۴۲ پرائمری اور ایک ہائی سکول کے مقابلے میں اس وقت ۳۰۳ پرائمری اور دس ہائی سکولز موجود ہیں جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ بہاول پور کے عوام میں وہ تمام صلاحتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر ترقی کی منزل کی طرف رواں دواں ہیں - سابقہ دس سال میں بہاولپور کو جو ذرائع بھی میسر آئے ہیں ان سے عوام نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے -

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مغربی پاکستان کے مختلف یونٹس کے اعداد و شمار کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے - کہ بہاول پور ڈویژن ، پشاور ، کوئٹہ ، خیرپور یا حیدرآباد سے اس میدان میں پیچھے نہیں ہے اور اگلے پنج سالہ منصوبہ میں اگر اس علاقہ کو ضروری سہولتیں مہیا کی گئیں - تو تعلیمی میدان میں اُن یونٹس کا مقابلہ کر سکے گا - جو تعلیمی میدان میں صف اول میں نظر آتے ہیں -

دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت بہاول پور کے لئے ۲۱۸ پرائمری سکول اور ۲۴۰ معلمات منظور کی گئی ہیں - سترہ پرائمری سکولوں کی عمارات اور دیگر سامان کے لئے ۴۴۲۰۰ روپے کی گرانٹ دی گئی - سات پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا گیا جس کے لئے - ۷۵۰۰ روپے بلڈنگ گرانٹ اور ۲۵۰۰ روپے برائے خرید سامان فی سکول دی گئی - سات مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا گیا ان میں سے پانچ گورنمنٹ اور دو کمیٹیوں کے سکول ہیں - ان سکولوں کا درجہ بڑھاتے وقت گورنمنٹ نے ہر سکول کو ۴۰۰۰۰ روپے بلڈنگ گرانٹ اور ۱۶۰۰۰ یا ۱۳۲۲۵ سامان کے لئے گرانٹ دی -

دوسرے پنج سالہ منصوبہ میں گرلز ہائی سکولز کو مختلف مدات کے تحت ۴۵۲۹۸۲ روپے کی گرانٹ ملی ہے - علاوہ ازیں چار لاکھ روپے برائے نارمل سکول بہاولپور منظور ہوئے ہیں جس کی عمارت ماڈل ٹاؤن میں زیر تعمیر

ہے ۔ مزید برآں گورنمنٹ گرلز ہائی سکول رحیم یار خاں کے لئے ۵۰۰۰، روپے منظور کئے گئے ہیں ۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار صرف سنہ ۱۹۶۴ تک کے ہیں ۔ توقع کی جاتی ہے کہ ۱۹۶۵ میں مختلف ترقیاتی سکیموں کے تحت بہاولپور ڈویژن کو چارلاکھ روپے کی گرانٹ ملیگی ۔

دوسرے پنج سالہ منصوبہ کا جائزہ لینے کے بعد میں تیسرے پنج سالہ منصوبے کے متعلق کچھ عرض کروں گی ۔ تیسرے پنج سالہ منصوبے کے تحت اس علاقہ کی ضروریات کی تفصیل دینے کے ساتھ ساتھ یہ امر ضروری ہے۔ کہ اس علاقہ کی خصوصیات و مشکلات کا بھی اظہار کیا جائے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ قریب قریب تمام ہائی سکولوں کا قیام دوسرے پنج سالہ منصوبہ میں ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں ہر قدم اور موقع پر معلمات کی کمیابی کا مسئلہ در پیش ہے۔ اگر ایک طرف پرائمری سکولوں گی اجرائی میں معلمات کی کمی حائل ہے تو دوسری طرف ہائی سکولوں کیلئے مناسب تعلیم یافتہ عملہ میسر نہیں آرہا ہے ۔ تربیت یافتہ اساتذہ تو ایک طرف ، غیر تربیت یافتہ معلمات کا ملنا دشوار ہو رہا ہے ۔ جونیر ٹریننگ کلاس کے داخلہ کے لئے ضرورت کے مطابق امیدواران دستیاب نہیں ہو رہے ہیں ۔ دیہاتی علاقہ میں ہائی سکولز موجود نہیں ہیں اور جو چند مڈل سکولز دوسرے منصوبہ کے تحت کھولے گئے ہیں ۔ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ علا کی ضرورت کے مطابق مڈل پاس امیدواران مہیا کر سکیں ۔ لہذا اس مشکل کو دور کرنے کیلئے شہری علاقہ کے تمام موجودہ ہائی سکولوں میں بورڈنگ ہاؤسز کھولے جائیں جن میں اپنے اپنے علاقہ سے نزدیکی دیہی لڑکیاں داخل ہوسکیں ۔ دیہاتی علاقہ کی غریب لڑکیوں کو معقول تعلیمی وظائف دیئے جائیں ۔ تاکہ دیہاتوں سے زیادہ سے زیادہ لڑکیاں داخل ہوں اور جس مقصد کیلئے بورڈنگ ہاوسز کھولے جائیں وہ مقصد پورا ہو ۔ وظائف حاصل کرنے والی لڑکیوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا جائے کہ

وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیہاتی علاقہ میں کم از کم تین سال ملازمت کریں -

سابقہ تین سال کے عرصہ میں تجربہ میں آیا ھے کہ جے - وی کلاس میں داخلہ کے وقت منظور شدہ کوٹا کے مطابق علاقہ کے امیدواران دستیاب نہیں ہوئے - نارمل سکول بہاولپور کی اجرائی کے بعد جے - وی سیٹ بڑھ جانے کی صورت میں مطلوبہ امیدواروں کی کمیابی اور زیادہ متوقع ھے - لہذا اس مشکل کو دور کرنے کے لئے یہ ضروری ھے کہ وظیفہ کی رقم پندرہ روپے بڑھا کر پچاس کر دی جائے تاکہ بہاول پور ڈویژن کے دوسرے اضلاع سے زیادہ سے زیادہ لڑکیاں داخلہ لیں - مگر حکومت کے محدود و سائل کے پیش نظر وظیفہ کی رقم کی واپسی کا انتظام بھی کیا جائے رقم کی ادائیگی اقساط کی صورت میں بہ آسانی ہو سکتی ھے -

بہاولپور ڈویژن کے ھائی مدارس کیلئے سائینس اور ریاضی کی معلمات دستیاب نہیں ہو رہی ھیں - اس مستقل نایابی کی وجہ سے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ھے کہ ہم ڈویژن کے کسی ھائی سکول میں سائینس اور حساب کا گروپ شروع نہیں کر سکے لہذا لازمی ھے کہ بہاولپور میں کام کرنے والے ریاضی اور سائینس کی معلمات کے لئے الاؤنس مقرر کیا جائے اور یہ الاؤنس اس وقت تک دیا جائے جب تک اس علاقہ میں ریاضی اور سائینس کی معلمات کی کمی دور نہیں ہو جاتی - یہ بھی مشاھدہ میں آیا ھے کہ حساب اور سائینس کے مضامین چونکہ مشکل اور محنت طلب ھیں، اس لئے طالبات عموماً آسان مضامین کو ان پر ترجیح دیتی ھیں اور رحجان بڑھتے بڑھتے آخر کار ھائی سکولوں میں حساب اور سائینس کی معلمات کی کمی کا باعث بنتا ھے - لہذا اس پر قابو پانے کے لئے تجویز ھے کہ ھائی کلاسز میں حساب اور سائینس پڑھنے والی طالبات کو وظیفے دیئے جائیں -

دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں ترقی کی رفتار مقابلتاً بہت تیز رہی ہے - حکومت کی پالیسی عموماً یہی رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدارس اور تعلیمی ادارے کھولے جائیں - نتیجہ کے طور پر تنظیم اور سپرویژن کا کام بہت حد تک نظر انداز کیا گیا ہے - سکولوں کو کھولنے ، آن کو قائم کرنے ، انہیں ضروری سامان اور لوازمات سے مزین کرنے ، استادوں کی رہنمائی کرنے اور تعلیمی معیار کا جائزہ لینے کے لئے صحت مند سپرویژن کی ضرورت ہے جس کے لئے مندرجہ ذیل امور غور طلب ہیں -

(۱) سپروائزری سٹاف کو بڑھایا جائے - تیس پرائمری سکولوں کے لئے ایک اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹرس مقرر کی جائے -

(۲) نئے سکولوں کی اجرائی اور ان کے قیام کیلئے علاقہ کے وسیع سروے کی ضرورت ہے - علاوہ ازیں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ پرانے اور نئے قائم کردہ سکولوں کی تنظیم اور ان کے ڈسپیچنگ عملہ کی رہبری کے لئے انسپیکٹنگ سٹاف ، سکولوں کا زیادہ سے زیادہ معائینہ کرے تاکہ موقع پر پبلک اور سکولز کے سٹاف کی ضروریات اور طریقہ کارکردگی کا جائزہ لے کر صحیح مشورہ دیا جا سکے اور مشکلات دور کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں - لہذا ان تمام امور کی انجام دھی کیلئے تیس پرائمری سکولوں کیلئے ایک اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹرس مقرر کی جائے -

مدارس کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ دفاتر کا کام بھی بڑھ رہا ہے مگر دفتری عملہ کم و بیش رہی ہے جو دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے آغاز میں تھا - دفتری عملہ کی کمی کا اثر دفاتر کی کارکردگی پر برا پڑا ہے - اس لئے یہ ضروری ہے کہ دفتری عملہ کو دفتری کام کے تناسب سے بڑھایا جائے -

موجودہ وقت میں انسپیکٹنگ سٹاف کے لئے انسپکشن لائن میں آنے سے پہلے کسی قسم کے تجربہ کی قید نہیں ہے - بسا اوقات اس کام پر نئے

ٹرینڈ گریجویٹ کو مقرر کیا جاتا ھے جو کام کو صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتے - اس لئے کام کی اھمیت کے پیش نظر یہ ضروری قرار دیا جائے کہ امیدواران ایک سال بطور ٹیچر کسی ھائی سکول میں اور ایک سال بطور ھیڈ مسٹرس کسی مڈل سکول میں کام کریں - علاوہ ازیں تین لیڈر شپ کورسز میں شمولیت حاصل کرکے ضروری تجربہ اور پوسٹ سے متعلقہ واقفیت حاصل کریں -

مندرجہ بالا سطر میں میں نے عرض کیا ھے کہ تیسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ میں علاقہ کے وسیع طور پر سروے کی ضرورت ھے - علاوہ ازیں نئے و پرانے مدارس کی کار کردگی کو جانچنے کے لئے یہ بھی ضروری ھے کہ انسپیکٹنگ سٹاف وغیرہ یا طلاع سکولوں میں دورے کرے - یہ سب کام گھوڑوں ، اونٹوں یا بیلوں کے ذریعہ لیڈی انسپیکٹنگ سٹاف کے لئے قریب قریب ناممکن ھے - بہاولپور کے علاقہ میں بس سروس معمولی ھے ریل گاڑی ھر جگہ پہنچ نہیں سکتی اونٹ اور گھوڑوں سے سواری کرنا مشکل ھے - اگر ان سواریوں کو استعمال میں لایا بھی جائے تو محنت اور وقت زیادہ صرف ھوتا ھے اور نتیجہ کم برآمد ھوتا ھے لہذا مدارس کو ٹھوس لائینوں پر قائم کرنے اور کارکردگی کے معیار کو اونچا کرنے کیلئے ضلعی سطح پر انسپیکٹنگ سٹاف کے لئے جیپ مہیا کی جائیں -

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر تیسرے پنج سالہ منصوبہ میں بہاولپور ڈویژن کے لئے مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی جاتی ھیں :-

(۱) ۳۰۰ نئے پرائمری سکولوں کا اجراء اور نئے اور پرانے سکولوں کے لئے ۵۰۰ اساتذہ کی فراھمی -

(۲) نئے اور پرانے سکولوں کے لئے انسپیکٹنگ سٹاف میں چودہ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹرس صاحبان کی تعداد میں بتدریج اضافہ -

(۳) نئے اور پرانے سکولوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے تناسب سے دفتری عملہ کے ۹ کلرکوں اور ۱۴ چپراسیوں کا اضافہ۔

(۴) موجودہ آٹھ ہائی سکولوں کے ساتھ آٹھ بورڈنگ ہاؤسز کی تعمیر۔

(۵) موجودہ ہائی سکولوں میں متفرق تعمیر مثلاً کلاس رومز، آفس رومز اور ہال وغیرہ۔

(٦) ساٹھ پرائمری سکولوں کو مڈل کے درجہ تک بتدریج پہنچانا۔

(۷) موجودہ چودہ مڈل سکولوں کی حالت کو بہتر بنانا۔

(۸) سائینس اور ریاضی کی ہائی کلاسز کی طالبات کے لئے وظیفوں کی فراہمی۔

(۹) زیر تربیت جے۔ وی معلمات کے لئے وظائف کی رقم میں اضافہ۔

(۱۰) خان‌پور، هارون آباد اور چشتیاں میں انٹر کالجز کا قیام اور عمارات کی تعمیر۔

چوتھی نشست

۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء ، ۳۰-۳ بجے بعد دوپہر

صدر : جناب سید دربار علی شاہ - سی ایس پی ،
کشمنر بہاول پور ڈویژن

سیکرٹری : ڈاکٹر ڈی ایم قریشی - جنرل اکانوسٹ
محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

روئداد چوتھی نشست

از

ڈاکٹر ڈی - ایم قریشی - جنرل اکاؤنٹنٹ

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

اس نشست میں چھ مقالے پڑھے گئے - سید صالح محمد شاہ نے مقالہ بعنوان ''ملک کی ترقی میں بنیادی جمہوریتوں کا کردار،، پڑھا - صاحب مقالہ نے ان امور کی طرف توجہ دلائی جو کہ بنیادی جمہوریتوں کے پیش نظر رہنا چاھئے - سید فیاض علی شاہ نے اپنا مقالہ ''پی - ایل ۴۸۰ کے تحت سڑکوں اور عمارتوں کی سستی تصریحات کے لئے چند سفارشیں،، پڑھا - سید صاحب نے سڑکوں کی مرمت اور دیکھ بھال اور عمارتوں کی سستی تعمیر کے متعلق مفید اور قابل عمل تجاویز پیش کیں - ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے مقالہ بعنوان ''ڈسٹرکٹ ورکس پروگرام میں زراعت کا حصہ،، پڑھا - ازاں بعد مسٹر محمد افضل نے ''دیہی ترقیاتی پروگرام - پی - ایل ۴۸۰،، کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا - مسٹر محمد افضل نے فرمایا - کہ بنیادی جمہورتیں دیہی ترقیاتی پروگرام میں اہم پارٹ ادا کر سکتی ھیں - جناب جلال الدین احمد صدیقی نے مقالہ بعنوان ''ملتان ڈویژن میں ترقی کے مواقع اور مسائل بحوالہ تیسرا پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ،، پڑھا - صاحب مقالہ نے ملتان ڈویژن کی زرعی صنعت و حرفت - ذرائع آبپاشی - صحت و صفائی اور افزائش نسل حیوانات پر سیر حاصل تبصرہ کیا - اور متعدد مفید تجاویز پیش کیں - جناب ایم - بی - احمد نے بھاول پور میں بنکاری

کے موضوع پر مقالہ پڑھا - احمد صاحب نے فرمایا - کہ بہاول پور ڈویژن میں سکول کے طلباء میں بنکاری کی سکیم کو ہردلعزیز کرنے کیلئے لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے - اور بنکنگ سکیم کے متعلق ضروری معلومات بہم کی جاتی ہیں - اسی طرح مزدوروں کے لئے بھی بحث کی سکیم رائج کر دی گئی ہے -

یہ نشست ساڑھے پانچ بجے بعد از دوپہر ختم ہوئی -

ملک کی ترقی میں بنیادی جمہوریتوں کا کردار

از

سید صالح محمد شاہ چیئر مین یونین کونسل سنجر پور ممبر ڈسٹرکٹ کونسل
رحیم یار خاں

احسان فراموشی ہو گی اگر میں اس سیمینار کے اہتمام کرنے والے حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے مجھے آپ حضرات کے سامنے پیش ہونے کا موقعہ فراہم کیا ۔ مجھے اپنے محدود علم و تجربہ کا اعتراف ہے ۔ آپ کا احسان ہو گا ۔ اگر آپ وسیع علم اور تعمیری صلاحیتوں کے باوجود میری گزارشات سننے کی زحمت گوارا فرما لی ۔ در اصل سیمینار، کنونشن اور اسی قسم کے دوسرے اجتماعات سے یہی فائدہ حاصل کرنا مقصود ہے ۔ کہ ایک دوسرے کے تجربات کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق رد و بدل کے بعد اپنا لیا جائے ۔ اس طرح سے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان نقصانات کا سد باب ہو جاتا ہے ۔ جو کسی خامی کی وجہ سے ناگزیر ہو جاتے ہیں ۔ اگر تبادلہ خیال کے مواقع نہ ہوتے تو خوف و دہشت کا نام زندگی ہوتا ۔ اور مسرت و انبساط کے لمحے شاید ہی کسی کو نصیب ہوتے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ۔ کہ بہترین حکومت وہ ہے ۔ جس کی ضرورت باقی نہ رہے ۔ سطحی نظر سے حکومت کے اس مفہوم کو متعجب اور ناقابل فہم ہی قرار دیا جائیگا ۔ لیکن اگر صورت حال کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو اسی حکومت کو کامیاب کہا جا سکتا ہے ۔ جس نے معاشرہ میں بیداری اور احساس ذمہ داری کی ایسی فضا پیدا کر دی ہو ۔ جس میں فرائض کی ادائیگی خصلت اور عادت ثانیہ بن جائے ۔ ذمہ داریوں کو سنبھالنے میں مسرت محسوس ہو ۔ اور ان سے گریز تن

آسانی کی بجائے ذہنی پریشانی کا سبب بنے - اسطرح کے ماحول میں بلا شبہ حکومت اور طاقت کی ضرورت باقی نہیں رہتی - مجھے اچھی طرح سے یاد ہے - کہ طفولیت اور لا علمی کے زمانے میں مجھے طویل عرصہ تک چور اور ڈاکو دیکھنے کا اشتیاق رہا - اس زمانے مین ذہن یہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا - کہ ایک انسان کسی دوسرے انسان کی حق تلفی یا ضرر کا باعث بن سکتا ہے - میری دانست میں یہ درندوں یا چوپایوں جیسی کوئی مخلوق تھی - آج بھی سعودی عرب میں چوری کے واقعہ کو ایک اہم خبر کی حیثیت سے ریڈیو پر نشر کیا جاتا ہے - اس لئے کہ وہاں کی حکومت اور قانون نے معاشرہ کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ چوری کا جرم بھیانک اور غیرت کے منافی ہے - اس تعلیم کا اثر یہ ہے کہ لوگوں میں اس جرم کے خلاف نفرت کا جذبہ پایا جاتا ہے - محنت سے حاصل کی ہوئی جائیداد کی حفاظت ہو گئی ہے - اور ملک کے ذہین افراد کو انسداد جرائم کی تدابیر سوچنے کے لئے وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا -

مندرجہ بالا مثال سے یہ بات واضع ہو جاتی ہے کہ اگر عوام میں جذبہ اور امنگ پیدا کر دی جائے تو نہ صرف حکومت سے ذمہ داریوں کا بوجھ کم ہو جاتا ہے - بلکہ اس طاقت سے بے شمار فوائد بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں - یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے - کہ انسان کو ہر اس چیز سے انس اور محبت ہوتی ہے - جو اس کی ملکیت میں ہو - یا جس پر اسے تصرف حاصل ہو - ایسی چیزوں کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے وہ سکون جیسی قیمتی دولت بھی نچاور کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے - اور جان دینے میں بھی فخر محسوس کرتا ہے - تاریخ شاہد ہے کہ غلامی آمریت اور شہنشاہیت عوام کی بے تعلقی کیوجہ سے ہی نفرت و حقارت کا باعث بنیں - مجبور و بیبس عوام کو جب بھی موقعہ ملا - انہوں نے خود غرض حکمرانوں سے انتقام لے کر اپنی خود داری کا ثبوت دیا - جمہوری طرز حکومت اس وجہ سے پسندیدہ اور قابل عمل ہے کہ اس میں ''ہماری طاقت ہمارے لئے'' کے اصول پر حکومت ترتیب دی جاتی

ہے ۔ اور ملک کے ایک عام باشندے میں یہ اعتقاد پایا جاتا ہے ۔ کہ اعلیٰ ترین عہدہ دار کے انتخابات کے وقت اس کی رائے کو وقعت دی جائے گی ۔

آزادی حاصل کرنے کے بعد طویل عرصہ تک ہماری حکومتیں بالائی اشاروں پر ظہور میں آتی رہیں ۔ اور چند گنے چنے افراد حکمرانی کے جنون میں کرسیوں سے لپٹے رہے ۔ انہیں نہ تو کبھی عوام کے سہارے کی ضرورت پڑی ۔ اور نہ ہی انہوں نے قوم کو قابل التفات سمجھا ۔ اس بھیانک ڈرامہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلامی کی زنجیروں سے نجات حاصل کرنے والی قوم نے خود طوق و سلاسل کی نئی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کیا ۔ صبح آزادی رات کے اندھیرے میں ڈوبنے لگی ۔ حب الوطنی کے جذبات سرد پڑ گئے ۔ اور معاشرہ خود غرضی کے طوفان میں پھنس کر رہ گیا ۔ مارشل لاء خوف و ہراس اور آمریت کا نام ہے ۔ اسی وجہ سے کسی ملک کے دانشور بھی اسے پسندیدہ قرار نہیں دیتے ۔ لیکن یہ زہر اس وجہ سے اچھا لگا کہ اس کے ذریعہ بہت سی جونکیں ملک کے صحت مند جسم سے علیحدہ ہونے پر مجبور ہو گیئں ۔ جرائم پیشہ افراد پر اوس پڑ گئی ۔ اور ہمیں یہ جان کر خوشی ہوئی ۔ کہ اس آگ کا رخ کانٹوں کے اس ڈھیر کی طرف ہے ۔ جس کیوجہ سے راہ چلنے والوں کے پاؤں لہو لہان ہو جایا کرتے تھے ۔

بنیادی جمہوریتوں کا نفاذ اس ملک کی تاریخ میں ایک انوکھی مثال تھی ۔ اس کے ذریعہ پہلی مرتبہ جانے پہچانے حلقے سے نمائندے منتخب کرنے کی آزادی ملی ۔ اور علاقہ کا انتظام و انصرام ان کے سپرد کیا گیا ۔

انسان کے بنائے ہوئے ہر قانون اور نظام میں کچھ نہ کچھ خامیاں رہ ہی جاتی ہیں اسلئے کہ عقل و فکر کی بلندیوں کے باوجود کوئی شخص اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا ۔ کہ انسانی زندگی کے تمام

پہلوؤں پر اسے عبور حاصل ہے - بنیادی جمہوریتوں کا نظام خامیوں سے مبرا نہیں ہے - وقت اور تجربہ اس نظام کی اچھائیاں اور برائیاں منظر عام پر لاتا رہے گا -

آج کی صحبت میں میں آپ جیسے تجربہ کار صائب الرائے اور مدبر حضرات کو اس بات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ اجتماعی زندگی کو خوشگوار بنانے اور ملک کو ترقی کی منزلوں کی طرف لے جانے کے لئے بنیادی جمہوریتوں کے نظام سے کیا اعانت اور فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں ؟

آزادی رائے انسان کا پہلا حق ہے - جس سے کسی شخص کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے - اس کے ذریعہ نظریات پیش کرنے اور خیالات کی وضاحت کا موقعہ ملتا ہے - زبان بندی جسمانی اذیت کے مقابلے مین سخت ترین سزا ہے اس لئے کہ اس میں ذہن گھٹ کر رہ جاتا ہے - ترقی کی راہیں مسدود ہو کر رہ جاتی ہیں - اور طاقت‌ور کو من مانی کارروائیوں کا موقعہ مل جاتا ہے -

اسلامی معاشرہ میں آزادی رائے کے ایسے محیرالعقول واقعات ملتے ہیں - جنہیں پڑھ کر حیرت اور تعجب ہوتا ہے - بعض‌اوقات ناپختہ کار افراد نے اس آزادی سے گستاخی کی حد تک فائدہ اٹھایا - آپ کو یاد ہو گا - کہ سرور دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک بدو نے بھری مجلس میں کہا ''میرے اونٹ کو مال سے لاد دیجئے - میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کے باپ کی ملکیت نہیں ہے،، خیرات اور صدقہ حاصل کرنے کا یہ طریقہ کتنا بے ڈھنگا اور قابل اعتراض ہے - لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گستاخی پر فتنہ کی بجائے اس کے اونٹ کو واقعی مال سے لاد دیا - حضرت عمر نے قیصر و کسریٰ کے بتوں کا زور توڑنے کے بعد ایسی حالت میں جب ملک کے اندر اور باہر انہیں مکمل اختیارات اور غلبہ حاصل تھا - خطبہ کے دوران جب اس بات کا استفسار کیا - کہ اگر میں راہ حق سے روگردانی اختیار کروں تو میرے ساتھ کیا معاملہ کرو گے - - - -

تو اتنی سی بات پر تلواریں نیام سے باھر آگئی تھیں ۔ اور جواب دیا گیا تھا ۔ کہ ان تلواروں کو تمہارے خون سے سیراب کیا جائیگا ۔ اس جرأت اور زندگی کی اس لہر کو دیکھ کر حضرت عمر خوشی سے رو پڑے تھے ۔ کہ مجھے قانون کی اطاعت اور راہ راست پر چلانے والے موجود ھیں ۔

ان دو مثالوں سے اندازہ لگائیے ۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر ذرہ بھر برھمی سے پیش آتے تو کیا کربلا کے میدان میں اور حجاج بن یوسف کے جبروھیبت کے سامنے حق کی کوئی آواز سنانے کی جرأت باقی رھتی ۔ اسلام نے کلمۂ حق کے اظہار کے لئے اپنے پیروؤں کو جو ترغیب دی ھے وہ ضروری نہیں ھے کہ جابر اور ظالم حکمرانوں کے سامنے ھی استعمال ھو ۔ ھمیں اپنے ماحول اپنے احباب اور اپنی انتظامیہ میں جہاں بھی ٹیڑھا پن محسوس ھو بحثیت مسلمان ھم پر فرض ھو جاتا ھے کہ اس برائی اور کج روی کی نشاندھی کر کے اپنے ضمیر کی تقویت اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ھونے کا ثبوت دیں ۔

بنیادی جمہوریتوں کے نظام سے قبل ھم اپنی شکایات اور تکالیف درخواستوں کی صورت میں افسران کے سامنے پیش کرنے پر مجبور تھے ۔ مشکلات کے ازالہ کے لئے یہ طریقہ نہ صرف نا پسندیدہ تھا ۔ بلکہ اس کی ابتدا ھی احساس کمتری اور افسران سے رحم و کرم کی التجا ھوتا تھا ۔ افسران بھی جنھوں نے غیر ملکی حکمرانوں کے طور طریقے دیکھ رکھے تھے ۔ اس طرح کی تنقید کو رعایا کیلئے ناجائز خیال کرتے تھے ۔

بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے بعد رعایا کے لئے اس طرح کی ناروا پابندیاں باقی نہیں رھیں ۔ اب ھمارے افسران ھمارے لئے خطرناک جنس نہیں رھے ۔ آھستہ آھستہ ان سے خوف اور وحشت کم ھوتی جا رھی ھے ۔ اور وہ بھی خاص خاص موقعوں کے علاوہ کم ھی بپھرتے ھیں ۔

حکومت نے بنیادی جمہوریتوں کے اجلاس میں اظہار رائے کی آزادی اور عدالتی کارروائی سے تحفظ دے کر عوام کے نمائیندوں کا حوصلہ بلند

کرنے اور انہیں تعمیری تنقید پر آکسانے کی کوشش کی ہے - اس کا نتیجہ حوصلہ افزا ہوا ہے - اب دل کی بات زبان پر آنے لگی ہے - اور انتظامیہ کے اراکین کے احترام کے باوجود شکایتیں لب پر آ ہی جاتی ہیں - مجھے بعض اوقات یہ خوشگوار تجربہ بھی ہوا ہے - کہ اجلاس میں زیر بحث لانے سے قبل شکایتوں کا ازالہ کر دیا گیا - اور بھری بزم میں رسوائی کے اندیشے نے راہ راست اختیار کرنے پر مجبور کر دیا -

اس مضمون کی ابتدا میں میں عرض کر چکا ہوں - کہ انسان صرف اسی چیز سے گہری دلچسپی لیتا ہے - جو اسکی ملکیت میں ہو - یا جس چیز پر اسے تصرف حاصل ہو - بنیادی جمہوریتوں سے قبل ملکی انتظام اور علاقہ کی فلاح و بہبود کی ذمہ داری صرف افسران ہی کا فرض سمجھی جاتی تھی - لیکن اب اگر ایک عام دیہاتی کی بیل گاڑی کا پہیہ واٹر کورس میں پھنس جائے- تو وہ اپنے حلقہ کے ممبر کو بآسانی پل کی ضرورت کا قائل کر سکتا ہے - یونین کونسل کی امداد اور مقامی باشندگان کے تعاون سے تعمیر ہونے والا پل نہ صرف کم لاگت پر تیار ہوگا - بلکہ یہ اس وجہ سے بھی دیر پا رہیگا - کیونکہ اس کے اینٹ گارے میں ان افراد کا پسینہ شامل ہے جنہوں نے مزدوری حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس پل کو برقرار رکھنے کے لئے محنت کی ہے - ترقیاتی اسکیموں کی ایسی بیشمار مثالیں موجود ہیں - جنہیں سرکاری تخمینہ سے چار گنا کم خرچ پر مکمل کر لیا گیا -

اس نظام سے قبل علاقہ کی ترقی کی دو ہی صورتیں ممکن تھیں - افسران بسم اللہ کے گنبد میں بیٹھ کر اپنے اپنے محکمہ کی توسیع کے لئے تجاویز مرتب کرتے تھے - سکیمیں ترتیب دیتے وقت محکمانہ قیود سے ان کا ذہن آزاد نہیں ہوتا تھا - وہ ایک لگے بندھے طریقہ پر ہی سوچنے کے پابند تھے - یہ صحیح ہے کہ ان منصوبوں کے خاکے بہترین ذہن تیار کرتے تھے - لیکن ان میں خامی یہ تھی - کہ دماغ سے کام لیتے وقت دل سے مشورہ نہیں لیا جاتا تھا - بالعموم افسران دور و دراز سے

آئے ہوئے ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ مقامی حالات کو نقشوں کی مدد سے سمجھنے اور اپنے دوروں کے تاثرات قیاس آرائی پر کرنے کے لئے مجبور تھے - اگر وہ اپنے مشاہدات کی بناء پر کوئی غلط رائے قائم کر لیتے تو انہیں ہم خیال بنانا انتہا مشکل ہو جاتا - کسی اسکیم کی کامیابی سے کسی مفاد کی انہیں توقع ہی نہ تھی - نہ ہی کسی منصوبہ کے ناکام ہونے کی صورت میں نقصان کا اندیشہ - وہ تو محض تنخواہ کا حق ادا کرنے کیلئے دفتری کام کے پابند تھے - اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے -

پچاس سال قبل تحصیل صادق آباد میں محکمہ نہر نے ایک نہر پر جو گاؤں کے قریب سے ہو کر گزرتی تھی - عوام کی سہولت کی غرض سے پل بنوا دیا - استبداد زمانہ نے اس گاؤں کو قبرستان میں تبدیل کر دیا - اور بچے کچھے لوگ نقل مکانی کر کے چلے گئے - اتنا عرصہ گزرنے کے بعد پل کی حالت بھی خستہ ہو گئی تھی - فرض شناس افسروں نے مرمت کا تخمینہ تین ہزار روپے لگایا - اور منظوری دے دی - ٹھیکیدار صاحب نے سیمنٹ اور اینٹوں کے ڈھیر لگا دئے - اور بر وقت کام مکمل کر لیا گیا - آج کل یہ پل روحوں کی گزر گاہ کا کام دے رہی ہے - اکثر پرندوں کو بھی اس کے اوپر سے گزرتے دیکھا گیا ہے-

ہم نے عزیزوں ، دوستوں ، اور ملک و ملت کے لئے بے انتہا قیمتی جانوں کو پیوند زمین ہوتے دیکھا ہے - اس وجہ سے ان تین ہزار روپوں کا قطعاً افسوس نہیں ہے - افسران مطمئن ہیں - اس لئے کہ ان کے نقشوں میں موقعہ پر بہت بڑا گاؤں موجود ہے - جسے عزرائیل علیہ السلام بھی نہیں مٹا سکے لیکن بیوقوف اور جاہل دیہاتی گھنٹوں اس تعمیر کی حکمت پر بحث کرتے دیکھے گئے ہیں - اب کوئی بتلائے ہم بتلائیں کیا ؟

ترقیاتی اسکیموں کی فراھمی کا دوسرا ذریعہ ہمارے سابق ممبر صاحبان تھے - جو ایک بڑے علاقہ کی نمائندگی کرتے تھے - ان حضرات

کے پاس نہ تو اتنا وقت ہوتا تھا - کہ ایک ایک گاؤں کی ضروریات پر نگاہ رکھیں - نہ ہی عوام میں ایسی تنظیمیں موجود تھیں - جن کے توسط سے مسائل یکجا کئے جاتے - اس وجہ سے ممبر صاحبان اپنی حد نگاہ میں ہی اصلاحات کے نفاذ پر اکتفا کرتے تھے - یہاں یہ عرض کر دینا بے جا نہ ہو گا - کہ بالعموم نگاہ اپنے پسندیدہ حلقے تک ہی محدود رہتی - اور ریوڑیاں اپنے گردونواح میں ہی بٹ کر ختم ہو جائیں -

جدید نظام میں ان خرابیوں کے انسداد کی طرف خاص طور پر توجہ دی گئی ہے - اب کوئی شخص افسران سے تعلقات کی بناء پر کوئی تجویز منظور نہیں کرا سکتا - حکومت نے ہر ممبر کو اس بات کا پابند بنا دیا ہے کہ وہ جس اسکیم کو بھی رفاع عامہ کا ذریعہ سمجھتا ہے - اسے مقامی کونسل کے اجلاس میں زیر بحث لائے - اور ممبران کو اس سے حاصل ہونے والے فوائد سے آگاہ کرے - اجلاس میں حاضر ممبر صاحبان تجویز کا پوری آزادی سے تنقیدی جائزہ لینے کے بعد اگر اسے ضروری قرار دیں تو اپنی سفارش کے ساتھ تحصیل کونسل میں بھجوا دیتے ہیں - جہاں اس تجویز پر ماہرین کی نگرانی میں دوبارہ غور کیا جاتا ہے - تحصیلوں کی طرف سے آنے والے مطالبات پر ضلع اور ڈویژنل کونسل میں وسیع بنیادوں پر عوامی نمائندوں اور محکموں کے سربراہوں کی موجودگی میں تجویز کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے - مختلف مراحل سے گزرتے وقت منصوبہ کے مخفی پہلو اور عملی مشکلات سامنے آ کر اجاگر ہو جاتی ہیں - اور جس سطح پر بھی افادیت کا اطمینان ہو جائے منظوری کا اعلان کر دیا جاتا ہے - اس طریقۂ کار سے ناکامی اور روپیہ ضائع ہونے کے اسباب مسدود ہو گئے ہیں -

کسی نے خوب ہی کہا ہے - ''اگر تمہارے رشتہ‌دار کا منہ لال ہو - تو تمہیں چپت مار مار کر اپنے گال سرخ کر لینے چاہئیں'' - ہمارے مذہب نے حسد کی اجازت تو نہیں دی - البتہ رشک کے جذبہ

کی حوصلہ افزائی کی ہے - بنیادی جمہوریتوں کے نظام میں چند مواضعات اور چکوک کو ملا کر یونین کونسل بنا دی گئی ہے - اب اگر ساتھ والی یونین کونسل میں عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی منصوبہ مکمل ہو رہا ہے - یا ملحقہ چیئرمین اور ممبران کا رویہ عوام کے لئے ہمدردانہ ہے - تو لازماً اس کی چہ میگوئیاں مجھے اور میرے ممبران کو یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیں گی - کہ ہم بھی کوئی ایسا منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچائیں - جس کی وجہ سے اپنے ہم جنسوں میں برابری اور عوام میں مقبولیت اور اعتماد کی فضا پیدا ہو - اور لوگ ہمیں نکھٹو اور نا اہل خیال نہ کریں - یہ جذبہ آہستہ آہستہ چیئرمین، ممبران اور عوام میں پیدا ہوتا جا رہا ہے - اور اس سے ملک کی ترقی میں بہت بڑی امداد مل سکتی ہے -

یونین کونسلوں کی تشکیل کے وقت شر پسند عناصر اور پر امن دیہاتیوں کے حقوق غضب کرنے والوں کی سرکوبی کے لئے ہمارے ہاتھ میں کوئی قانونی طاقت نہیں تھی - طویل عرصہ تک ہم سرکش افراد کے مقابلے میں بے بس اور مظلوم کی فریاد کے سامنے لا جواب رہے - ہم ستم رسیدہ افراد کی مقامی امداد کے قابل ہی نہ تھے - اس لئے کہ حکومت کو عوامی نمائیندوں سے اختیارات سے تجاوز اور ان کے غلط استعمال کا اندیشہ تھا - ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے - کہ ان افسران کے نامزد کردہ افراد تو جرگوں میں بیٹھ کر سنگین جرائم کا فیصلہ سنائیں - اور عوام کے نمائیندوں کو معمولی تنازعات کے تصفیہ کے قابل بھی نہ سمجھا جائے -

ایک عرصہ سے عوام کو جمہوری شعور سے نا بلد اور ووٹ کے استعمال سے نا آشنا قرار دیا جاتا تھا - اسی وجہ سے بنیادی جمہوریتوں کے پہلے دور میں ۱/۳ ارکان کا انتخاب افسران کے ذمہ لگایا گیا - توقع یہ تھی کہ پڑھا لکھا طبقہ حسن انتخاب کی ایسی مثال قائم کرے گا - جس

سے آئندہ یہ تناسب اور زیادہ بڑھانا پڑے گا ۔ لیکن نامزدگیوں کے جو نتائج منظر عام پر آئے ہیں ۔ انہیں دیکھ کر جہالت نے شرمندگی سے منہ چھپا لیا ۔ اور مجبوراً حکومت کو انتظامیہ سے اختیار واپس لینا پڑا ۔

پچھلے سال مصالحتی عدالتوں کے آرڈی ننس کے نفاذ کے بعد ہم اس قابل ہوئے ہیں ۔ کہ مظلوم افراد کی فرسٹ ایڈ کر سکیں ۔ بہاولپوری زبان کی مثال ہے ''جہاں کوئی درخت نہو ۔ وہاں کنڈیرا بھی درخت سمجھا جاتا ہے ،، یہ اختیارات بھی کسی حد تک غنیمت ہیں ۔ اور اگر عوام کے نمائیندوں نے خود کو ان کا اہل ثابت کیا ۔ تو ان میں اضافہ کی اُمید بھی دلائی گئی ہے ۔ ممکن ہے ۔ اس طرح سے لوگوں کے لئے مقامی طور پر زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم ہو جائیں ۔

پچھلے دنوں بہاولپور ڈویژنل کونسل میں آنریری مجسٹریٹوں کی تقرری کا مژدہ سنایا گیا تھا ۔ ہمارے لئے یہ خبر اس وجہ سے پریشان کن ہوئی کہ اس سے پہلے ان عہدوں پر انہی افراد کو فائز دیکھا گیا ہے ۔ جو زیادہ سے زیادہ رنگروٹ بھرتی کرا دیا کرتے تھے ۔ افسران کو سلام کرتے وقت جن کی کمر زیادہ خم کھا جاتی تھی ۔ اور جن کی زبان سے فی البدیہہ القاب زیادہ روانی سے ادا ہوتے تھے ۔ اگر ان عہدوں کو انہی خصوصیات کے حامل افراد کی زینت بنایا گیا ۔ تو نہ صرف یہ تجربہ ناکام ہوگا ۔ بلکہ کاشتکار اور غریب طبقہ ایک مرتبہ پھر جاگیرداری کے شکنجہ میں پھنس جائے گا ۔ اگر آپ حضرات نے میرے ساتھ اتفاق کیا تو میں آپ کے توسط سے اپنی حکومت سے یہ سفارش کرنے میں حق بجانب ہوں گا ۔ کہ آنریری مجسٹریٹوں کو عوامی انتخاب کے ذریعہ مقرر کیا جائے ۔ اور اگر حکومت نے ہماری گزارش کو قبول کر لیا تو یہ بنیادی جمہوری نظام ہی کا باعث ہو گا ۔ اس لئے کہ ہم سب اسی کی بنیاد پر یہاں اکٹھے ہوئے ہیں ۔

بنیادی جمہوریت اس وقت تک اپنے تین دور مکمل کر چکی ہے ۔ پہلے دور میں اس کا وجود مضحکہ خیز اور تفنن طبع کا موضوع رہا ۔

دوسرے دور میں اسے بعض سرکاری افسران نے رقابت کا نشانہ بنایا۔ اور اسے ناکام دیکھنے کی آرزو میں رہے۔ اب ہم شیر خوارگی اور الھڑپنے کی حدود سے نکل کر اس پوزیشن میں آگئے ہیں کہ ہماری باتوں کو سنا جائے اور ان پر غور کی زحمت گوارہ فرمائی جائے۔ اس نظام کی جڑیں عوام میں ہیں۔ اس وجہ سے اس کی کامیابی کے لئے بہت سی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ لیکن بہترین زرعی زمین میں بھی وہی پودا تناور درخت بنتا ہے۔ جس کا بیج خالص اور صحت مند ہو۔ اگر اس تحریک کو چلانے والے اخلاص عمل، سر گرم جد و جہد اور اتحاد کا مظہر ہوں۔ تو اس کے ناکام ہونے کا اندیشہ ہی نہیں رہتا۔

میں آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ملک کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پی - ایل ۴۸۰ کے تحت سڑکوں اور عمارتوں کی سستی تصریحات کیلئے چند سفارشیں

از

سید فیاض علی شاہ ، سپرنٹنڈنگ انجینئر ، ملتان پراونشل سرکل
بی اینڈ آر ملتان

ہمارے ملک کا اکثر حصہ دیہات پر مشتمل ہے - کثیرالتعداد لوگ زراعت پیشہ ہیں - گھریلو دستکاری بھی دن بدن بڑھ رہی ہے - ہمارے ملک کی ترقی کا انحصار دیہی باشندوں کی بہبودی ، تربیت اور اچھی تعلیم پر مبنی ہے - حکومت اپنے اس فرض کی خوب شناسا ہے - ہر ممکن طریقوں سے ہر طرح کی امداد اور سہولتیں بہم پہنچائے رکھتی ہے -

حال ہی میں کافی رقم پی - ایل ۴۸۰ کے تحت گورنمنٹ نے مزید سہولتیں مہیا کرنے کے لئے ضلع وار تقسیم کی ہے - اس کا مصرف زیادہ تر ان منصوبوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے - جو زیادہ نفع بخش اور دیر پا ہوں - جس سے زیادہ سے زیادہ افراد مستفید ہو سکیں اور بدیں وجہ ملکی ترقی میں اضافہ ہو -

کافی حد تک یہ رقم نئی سڑکوں کی تعمیر پر یا موجودہ سڑکوں کی مرمت پر بھی خرچ کی جائے گی - سڑکوں کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اتنا کہنا کافی ہوگا کہ تہذیب اور ہر شعبہ میں ترقی کی افزائش کا دار و مدار اکثر حد تک اچھے رسل و رسائل کے وسائل پر ہے - اس کے بغیر شاید ہی کوئی ترقی کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہو -

لہذا ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ ہر آبادی کو دوسری آبادیوں سے سڑکوں کے ذریعہ ملا دیا جائے اس کے علاوہ جگہ جگہ سکولوں، ہسپتالوں اور دوسری اہم عمارات کی بھی ضرورت ہے تاکہ ہر قسم کی مدد شہر سے دور افتادہ لوگوں کو جلد از جلد میسر آ جائے۔

۴۸۰ پی۔ ایل کے تحت جو مالی امداد میسر آ رہی ہے۔ وہ اس قدر وسیع نہیں جس سے کہ ہر قسم کی اور ہر شعبے کے تحت ضروریات پوری ہو سکیں۔ لیکن کسی حد تک صرف اہم کاموں میں سہولت مہیا ہو سکتی ہے۔ اس کا صحیح مصرف ''اپنی مدد آپ،، کے تحت کافی نمایاں نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ محدود رقم کی بنا پر یہ ضروری ہے کہ ہر تعمیری کام میں نہایت کفایت شعاری سے کام لیا جائے۔ اس بنا پر سڑکوں اور عمارتوں کی تعمیر نو کے سلسلے میں چند ایک سفارشات درج ذیل ہیں۔ جنہیں اگر موقع اور مناسب کے لحاظ سے مد نظر رکھا جائے تو کافی مالی بچت کا باعث بن سکتی ہیں۔

شاہرات

پختہ سڑکوں کی تعمیر جس پر ہر قسم کا ٹریفک چلتا ہے۔ کافی لاگت سے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ اس لئے ان محدود مالی ذرائع کے تحت جو ۴۸۰ پی۔ ایل کے تحت ہمیں میسر آ رہے ہیں۔ پختہ سڑکوں کی تعمیر کو اس پروگرام میں شامل کرنا بہت مشکل ہوگا۔ چونکہ ان میں کافی رقم خرچ ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی تعمیر کا فیصلہ کرتے وقت ہمارے ملک کا ترقی کا منصوبہ بیک وقت سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے حکومت علیحدہ اقدام کر رہی ہے۔

موجودہ ذرائع کے تحت صرف کچی سڑکوں کی تعمیر ہو سکتی ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ جہاں اہم ضروریات مجبور کرتی ہوں۔ اینٹوں کی پٹڑی لگائی جا سکتی ہے۔ اس قسم کی سڑکیں دور افتادہ قصبوں کو دوسرے قصبوں یا شہروں سے ملانے کے لئے یا نزدیک ترین پختہ سڑک سے ملانے کے لئے بنائی جا سکتی ہیں۔ کچھ

عرصہ بعد جب ضروریات بڑھیں اور مالی امداد مل سکے تو یہی سڑکیں پختہ بنائی جا سکتی ہیں۔

کچی سڑک بنانے کے لئے مٹی کا پشتہ سطح زمین سے تقریباً ۲-۳ فٹ اونچا رکھا جانا چاہئے تاکہ برسات میں سڑک پر پانی جمع نہ ہو۔ اور ٹریفک کو دقت نہ ہو۔ سڑک کی دونوں طرف سایہ دار درخت لگائے جا سکتے ہیں۔ درخت لگانے کے لئے محکمہ جنگلات سے موسم کے مطابق مفت پودے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ محکمہ جنگلات کے سرکاری آدمیوں کی امداد بصورت مشورہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ سڑک کی دونوں طرف نالیاں بنانا بھی ضروری ہے۔ ان نالیوں سے حاصل شدہ مٹی سڑک کے بنانے میں کام آسکتی ہے۔ اور یہ نالیاں برساتی پانی کو کسی قریبی گڑھے، نہر یا کسی بڑی نالی میں ڈالنے کا کام دیتی ہیں۔ سڑک کی بیرونی حدود پر دونوں طرف سرکنڈا لگایا جا سکتا ہے۔ یہ سرکنڈا وقتاً فوقتاً سڑک کی سطح پر بچھا دینے سے ٹریفک کے چلنے میں کافی آسانی مہیا کرتا ہے۔ ایسی سڑک برسات کے موسم میں بھی ٹریفک کے لئے مفید رہتی ہے۔ کہیں کہیں زراعت کی خاطر پانی گذارنے کے لئے پلیوں کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو اس کے لئے سستا اور آسان طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی پلی بنانے کی ضرورت پیش آئے۔ وہاں سیمنٹ کے بنے بنائے ہوم پاوپ استعمال کئے جائیں۔ اگر سیمنٹ کے ہوم پائپ مہیا کرنے میں بھی دقت ہو تو پھر لک (تارکول) کے ڈرم استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اگر متعلقہ علاقے کے بنیادی جمہوریت کے ارکان آپس میں مل کر ''اپنی مدد آپ کرو،، کے تحت مذکورہ بالا کام کروائیں تو سڑک کی تعمیر بغیر کسی لاگت کے یا کم از کم قیمت پر ہو سکتی ہے۔ ان حالات میں ۴۸۰ پی۔ ایل کے تحت سرکاری

امداد بھی سونے پر سہاگہ کا کام دے سکتی ہے ۔ ضرورت کے مطابق یہ امداد پلیوں کی تعمیر اور ادائیگی قیمت زمین پر خرچ کرنے کے آسکے گی ۔ تارکول کے ڈرم حاصل کرنے میں شاید ہی دقت پیش آئے۔ اس معاملہ میں محکمہ تعمیرات عامہ کافی حد تک امداد کر سکتا ہے ۔ اور اس محکمہ سے آپ کو فنی مشورہ بھی باسانی مل سکتی ہے ۔

مذکورہ بالا سڑک پختہ اینٹوں سے بھی بنائی جا سکتی ہے ۔ اینٹیں دس فٹ چوڑائی میں بچھائی جائیں ۔ اینٹوں کی قیمت کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے ۔ اگر یہ اینٹیں مقامی طور پر بھٹیوں میں پکائی جائیں ۔ جہاں کہیں جلانے کی لکڑی افراط سے مل سکتی ہے ۔ مزید اگر ''اپنی مدد آپ کرو،، کا طریقہ استعمال کیا جائے تو خرچہ مزید کم ہو جائے گا ۔ ایسی سڑک جس میں اینٹوں کا کام ہو ۔ اینٹوں کی قیمت اور مزدوری وغیرہ شامل کرکے تعمیر کا خرچہ تقریباً ۱۵ یا ۱۴ ہزار روپیہ فی میل بیٹھتا ہے ۔ لیکن اگر یہ تعمیر ''اپنی مدد آپ کرو،، کے تحت کی جائے تو خرچہ بہت ہی حد تک کم ہو جائے گا ۔ بڑے پل بنانے کے لئے فنی مشورے کی ضرورت درکار ہوگی ۔ اس کے لئے محکمہ تعمیرات عامہ علاقائی حالات کے مطابق بہتر اور سستا طریقہ تعمیر کا مشورہ دے سکتا ہے ۔ جب کبھی مالی حالت اجازت دے تو پختہ اینٹوں کی بنی ہوئی سڑک پر تارکول کا کام بھی کیا جا سکتا ہے ۔

سڑکوں کی مرمت اور دیکھ بھال

سڑک کی عام مرمت کی دیکھ بھال پر بہت کم ہی توجہ دی جاتی ہے ۔ ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے ۔ کہ اس کے علاقے میں نئی سڑک ہونی چاهئے ۔ جب سڑک بن جاتی ہے تو وہ جوش و خروش جو تعمیر

کے لئے صرف کیا جاتا ہے - تقریبا ختم ہو جاتا ہے - حتی کہ سڑک کی دیکھ بھال کے لئے پھر کوئی سوچتا بھی نہیں - حالانکہ یہ ایک بہت ھی اہم مسئلہ ہے - اگر سڑک بنا کر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو جو رقم محنت اور وقت اس کی تعمیر میں خرچ ہوتا ہے - سب کا سب تھوڑے ھی عرصہ میں رائیگاں جاتا ہے - عام طور پر ایک کچی سڑک کی مرمت اور دیکھ بھال کے لئے ایک یا دو مزدور فی میل ضروری ھیں - اور اس کے ساتھ ساتھ ضروری ساز و سامان کا مہیا کرنا بھی لازمی ہے - اگر ''اپنی مدد آپ،، کا اصول استعمال کیا جائے تو یہ خرچہ بھی بچایا جا سکتا - نزدیکی علاقوں میں بسنے والے لوگ آسانی سے یہ کام خود کر سکتے ھیں - اور سامان برائے دیکھ بھال بھی باسانی فراھم کر سکتے ھیں - وہ ھفتہ وار یا پندرہ روز میں ایک دن مقرر کر لیں - جس دن ھر متعلقہ نزدیکی علاقہ سے چند لوگ آ جائیں اور مل کر ضروری مرمت وغیرہ کر لیں - اس کام کے لئے نظم و نسق برقرار رکھنے میں ھماری بنیادی جمہوریتیں کافی مددگار ثابت ہو سکتی ھیں - یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور اس کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کرنا چاھئے - حکومت کے لئے یہ بہت مشکل کام ہے کہ وہ ایسی سڑکوں کی دیکھ بھال کے لئے روپیہ فراھم کرے - کیونکہ یہ مسلسل خرچ کی مد ہے - اور اس کے نتیجے میں دیگر بڑے بڑے منصوبوں کی تعمیر میں ھرج ہونے کا احتمال ہے - اس کے علاوہ عام طور پر ھمارے ھاں بیل گاڑیاں ان سڑکوں کو زیادہ استعمال کرتی ھیں - ان بیل گاڑیوں کے پہیے اکثر یا تو لکڑی کے ہوتے ھیں - یا ان پر لوہے کا چکر چڑھا ہوتا ہے - اگر ھم ربڑ کے ٹائروں والے پہیوں کی بیل گاڑیاں چلانا شروع کر دیں تو آمد و رفت کے کام میں اور بھی آسان ہو جائے گی - اور سڑکوں کی مرمت پر بہت ھی کم لاگت آئے گی - گو لوگوں نے ربڑ ٹائر والی گاڑیاں استعمال کرنی شروع کردی ھیں - تاھم اس کا استعمال عام کرنے کی مزید ترغیب دی جا سکتی ہے اور اس کی ضرورت ہے -

عمارات

عمارات کی کئی قسمیں ھیں - ھر قسم کی تعمیر کا انحصار سرمایہ و دیگر ذرائع آمدنی پر ھے - دور دراز علاقوں میں نئے نئے سکول - شفاخانے۔ ھسپتال اور دیگر اھم عمارتوں کی تعمیر کے لئے بڑی بڑی رقوم صرف کرنا دانشمندی نہیں - عمارات کے استعمال پر نہ کہ ان کی جسامت پر زور دیا جانا چاھئے لہذا اگر ھم ایسی تصریحات استعمال کریں جس کے نتیجے میں ان کی تعمیر اور دیکھ بھال پر کم خرچ آئے تو اس طرح کافی رقم بچائی جا سکتی ھے - بہت سی عمارات کی تعمیر کے سلسلے میں مندرجہ ذیل سفارشات بروئے کار لائی جا سکتی ھیں -

(الف) عمارات کی تعمیر سے قبل ان کی مطلوبہ ضروریات کا بغور جائزہ لینا ضروری ھے۔ اور تعمیر شروع کرنے سے پیشتر اس بات کی تسلی کر لینی چاھئے - کہ اس کی واقعی ضرورت بھی ھے - اور اس کے بغیر کونسی دشواریاں در پیش ھوں گی - اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کرنے سے کئی غیر متعلقہ یا غیر ضروری تعمیرات کو چھوڑا جا سکتا ھے - اور جہاں یہ یقین ھو جائے کہ عمارت کا ھونا لازمی ھے - تو وھاں عین اشد ضروریات کے مطابق رقبہ تعمیر کیا جائے۔

(ب) جہاں کہیں عمارت کی تعمیر کے لئے کافی اراضی دستیاب ھو وھاں ایک منزلہ عمارت کو ترجیح دی جائے - کیونکہ ایسی تعمیر پر سستی تصریحات کے استعمال سے بہت کم محنت درکار ھوگی -

(ج) اگر زمین مناسب مٹی کی ھو تو ایک منزلہ عمارت کے لئے بیرونی دیواروں کی کھدائی دو سے اڑھائی فٹ گہری کافی ھوگی - اور اندرونی دیواروں کے لئے بنیادوں کی کھدائی ایک سے ڈیرھ فٹ تک بھی کی جا سکتی ھے - بنیادوں میں اور دروازوں کھڑکیوں اور روشندانوں کے حاشیوں میں پختہ اینٹ کی چنائی کی جائے۔ چھت کی منڈیر اور چھت سے تقریباً ایک فٹ نیچے تک بھی پختہ چنائی کا ھونا لازمی ھے - باقی عمارت

میں کچی اینٹیں استعمال کی جا سکتی ہیں - چھتوں میں شہتیر عام لکڑی کی کڑیاں خصوصاً شیشم - توت یا کیکر کی استعمال کی جائیں - یہ لکڑی ہمارے علاقہ میں بکثرت میسر آ سکتی ہے - اور بہت ارزاں رہیں گی - اگرچہ چھتوں میں ٹائلوں کا استعمال کسی قدر گراں ہوگا - لیکن اس سے چھت سے برسات کے دوران پانی رسنے کا احتمال نہ ہوگا - اگر سرمایہ اتنی اجازت نہ دے تو سرکنڈا یا پلچھی کڑیوں پر بچھا دی جائے اور اس کے اوپر چار ، چھ انچ موٹائی کا مٹی کا پلستر کرنے کے بعد اس پر گوبری سے لپائی کر دی جائے دروازے اور کھڑکیاں عام عمارتی لکڑی سے (جو اپنے علاقہ میں دستیاب ہو) بنائے جائیں - فرش پختہ اینٹوں کے ہونے چاہیں - اگرچہ اس پر ابتدائی خرچ ذرا زیادہ ہوگا - لیکن اس سے بار بار کے خرچہ سے نجات مل جائے گی - یہ فرش عام مٹی کے فرش سے اس لحاظ سے دیر پا ہوگا - اسے تعمیر شدہ رقبہ پر تقریباً چھ روپیہ فی مربع فٹ لاگت آئے گی - لیکن عمارت ''اپنی مدد آپ کرو،، کے اصول پر تعمیر کی جائے یعنی اس کی تعمیر اور اس میں استعمال ہونے والی اشیاء کی تیاری کے لئے محنت مزدوری مہیا ہو جائے تو لاگت میں بہت زیادہ کمی ہو سکتی ہے - تاہم مشکل حالات پر قابو پانے کے لئے حکومت کے کسی بھی تعمیراتی محکمہ سے مدد یا مشورہ آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے -

مرمت و دیکھ بھال

عمارت کی مجموعی لاگت کا تین سے پانچ فی صد خرچہ اس کی سالانہ مرمت و دیکھ بھال پر صرف ہوتا ہے اگر ''اپنی مدد آپ،، کا اصول یہاں بھی اپنایا جائے تو یہ خرچ بچایا جا سکتا ہے ، عمارتوں کی مرمت باقاعدگی سے موسم گرما اور سرما کی بارشوں کے بعد یعنی سال میں دو مرتبہ یا اس سے زیادہ دفعہ جب بھی ضرورت پیش آئے کی جا سکتی ہے - اس مرمت کے لئے بھی اگر ملحقہ آبادیوں سے مرمت کرنے کے طریق سے آشنا لوگ کسی مقررہ ایام میں اکٹھے کر لئے جائیں - تو یہ مرمت بطریق احسن اور بغیر کسی خاص اخراجات کے جلدی اور وقت پر ہو سکتی -

مندرجہ بالا باتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ تمام شعبوں میں حقیقی ترقی اس وقت کامیابی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ جب تمام لوگ ''اپنی مدد آپ کرو'' کے اصول پر سوچنا اور عمل کرنا شروع کر دیں۔ اس میں قربانی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ تمام محب الوطنوں سے ایسے اقدام کی امید کی جاتی ہے۔ بلا شک صرف وہی قومیں کامیاب ہوتی ہیں جن میں قربانی کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ اگر تمام چیزیں اس نظریہ کے تحت کی جائیں تو روپے پیسے کے فقدان کی صورت میں بھی تمام شعبوں میں ترقی ظہور پذیر ہوگی۔ حقیقت میں قوم کی تعمیر و ترقی کے لئے زیادہ تر جذبہ اور قربانی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ روپے پیسے کا فقدان رکاوٹ کا باعث نہیں بنتا۔ بلکہ ہر رکاوٹ راستے سے ہٹ جاتی ہے۔

ڈسٹرکٹ ورکس پروگرام میں زراعت کا حصہ
(ملتان ڈویژن)

از

ڈاکٹر محمد عبداللہ ، ڈبلیو - پی - اے - ایس،(I)
ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت ملتان

زمین ، زراعت اور زیست در حقیقت ایک ھی چیز کے تین نام ھیں - کوئی بھی ایک دوسرے کے بغیر پنپ نہیں سکتی - زراعت بنی نوع انسان کو زیست کے لئے خوراک - پہننے کے لئے کپڑا اور رھائش کے لئے مکان مہیا کرتی ہے - یہ محض پیشہ ھی نہیں بلکہ ملک کی ایک بنیادی صنعت بھی ہے - جس کے بغیر کسی دوسری صنعت کا پھلنا پھولنا تو درکنار پنپنا بھی ممکن نہیں - ملک بھر کی ۸۵ تا ۹۰ فیصد آبادی کا انحصار بالواسطہ یا بلاواسطہ زراعت پر ھی ہے - غیر ملکی زرمبادلہ کا ۹۰ فیصد زراعت سے ھی حاصل ھوتا ہے - اور قومی آمدنی کا ۶۰ فیصد حصہ زراعت ھی کا مرھون منت ہے - ان ھی حقائق کے پیش نظر زراعت کو ''اتم کھیتی،، کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے -

مغربی پاکستان کا کل زیر کاشت رقبہ ۴،۰۳،۷۷،۰۰۰ ایکڑ ہے - جس میں سے ۳،۴۱،۲۰،۰۰۰ ایکڑ پر سالانہ فصلات کاشت کی جاتی ھیں اس کے مقابلے میں ۲،۶۰،۹۵،۰۰۰ ایکڑ رقبہ ایسا ہے جو کہ فی‌الحال کاشت نہیں کیا جاتا - لیکن زیر کاشت لایا جا سکتا ہے - ظاھر ہے کہ قابل کاشت زمین کے صرف ۶۰ فی صد حصہ پر کاشت کی جا رھی ہے - بقایا ۴۰ فیصد حصہ کاشت نہیں کیا جا رھا - لیکن قابل کاشت ہے - بعینہ ملتان ڈویژن میں ۶۶،۳۶،۰۰۰ ایکڑ زیر کاشت رقبہ کے مقابلہ میں ۴۳،۲۵،۰۰۰ ایکڑ فی‌الحال قابل غیر مزروعہ ہے - اتنے کثیر رقبہ

کے غیر مزروعہ رہنے کی بڑی وجہ آبپاشی کے پانی کی نایابی اور مالی وسائل کی کمی ہے ۔

ڈویژن بھر میں تقریباً دس لاکھ ایکڑ رقبہ سیم و تھور کی نذر ہو چکا ہے ، اس کے علاوہ کچھ رقبہ ایسا بھی ہے جو ہوا اور پانی کے بہاؤ سے متاثر ہونے کے باعث بتدریج زرخیزی کھو رہا ہے ۔

آبادی کو مدنظر رکھتے ہوئے رقبہ زیر کاشت اور رقبہ قابل کاشت فی کس ۱٫۰۹ اور ۱٫۶۶ ایکڑ آتا ہے ۔ مغربی پاکستان میں سال بھر میں ۵۴,۷۵,۷۰۰ ٹن خوردنی اجناس از قسم گندم ' چاول و مکئی پیدا کی جاتی ہیں ۔ جب کہ ۴,۴۳,۵۳,۹۷۵ کی آبادی کے لئے ۶۱,۸۸,۶۶ ٹن غلہ سالانہ درکار ہے ۔ یہ آبادی ۱۹۶۵ء تک بڑھ کر ۴,۵۷,۸۴,۶۵۷ ہو جائے گی ۔ اس نسبت سے سالانہ غلہ کی مانگ بھی بڑھ کر ۶۳,۸۶,۹۷۸ ٹن ہو جائے گی ۔ جانوروں کی خوراک اس کے علاوہ ہے ۔ ظاہر ہے کہ جب تک ہم پیداوار میں مناسب اضافہ نہ کریں ۔ بڑھتی ہوئی آبادی کا پیٹ نہیں پالا جا سکے گا ۔

ملتان ڈویژن میں پھلوں کے علاوہ گندم ۔ چاول ۔ کپاس مکئی اور کماد عام طور پر کاشت کئے جاتے ہیں ۔ ان فصلات کی سابقہ پندرہ سالوں کی اوسط پیداوار فی ایکڑ جو کہ ضمیمہ نمبر ۱ میں دی گئی ہے کا ملاحظہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ فصل کی فی ایکڑ پیداوار میں چنداں اضافہ نہیں ہوا ۔ حالانکہ حکومت نے کئی سکیموں کے تحت پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔ اوسط پیداوار میں رکاؤ (Stagnation) کی ایک وجہ شاید یہ ہو کہ ناقص زمین کا خاطر خواہ حصہ زیر کاشت لایا جا چکا ہے ۔ اس حصہ سے حاصل شدہ کم پیداوار ملک بھر کی اوسط پیداوار پر اثر انداز ہوتی ہے ۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ تھور ، سیم ' ہوا اور پانی کے کٹاؤ سے متاثر ہونے پر زمین اپنی زرخیزی کھو بیٹھتی ہے ۔ اور ایسی زمینوں پر پیداوار میں

کمی ظہور پزیر ہونا لازمی ہے - علاوہ ازیں جب ہم زمین میں فصل بوتے ہیں تو یہ فصل اپنی نشوونما کے لئے زمین سے خوراک جذب کرتی رہتی ہے - ضمیمہ نمبر ۲ ظاہر کرتا ہے کہ یہ فصلات پکنے تک زمین سے کتنی خوراک حاصل کر لیتی ہیں - جب یہ فصلات کاٹ لی جاتی ہیں تو زمین ان اجزائے خوراک سے محروم ہو جاتی ہے - ظاہر ہے کہ اگر سال به سال فصلات حاصل کر لی جائیں لیکن زمین کی زرخیزی کو بحال کرنے کے لئے کوئی خاطر خواہ بندوبست نہ کیا جائے تو زمین کمزورتر ہوتی جائے گی - ملک بھر میں فی ایکڑ پیداوار کی کمی ان پوشیدہ اثرات کا بھی موجب ہے -

ورکس پروگرام زراعت میں کیسے مدد دے سکتا ہے ؟

پیشتر ازیں عرض کیا جا چکا ہے کہ ڈویژن بھر میں ۳۳,۲۶,۰۰۰ ایکڑ زمین غیر مزروعہ قابل کاشت موجود ہے - اس میں ۳۳,۲۸,۰۰۰ ایکڑ صرف دو اضلاع مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخان میں واقع ہیں - یہ زمین وسائل کی کمی اور آبپاشی کے پانی کی نایابی کی وجہ سے استعمال میں نہیں لائی جا سکتی - ملتان اور منٹگمری میں مروجہ ماڈل سکیم کے نتیجہ میں قابل کاشت زمین کا اکثر حصہ زیر کاشت لایا جا چکا ہے، ضلع ملتان اور منٹگمری کے اکثر زمیندار اقتصادی نقطۂ نگاہ سے مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخان کے زمینداروں کے مقابلہ میں ترقی یافتہ ہیں اسی کی بدولت ان اضلاع میں ٹیوب ویل لگانے اور مشینی کاشت دن بدن ترقی کر رہی ہے - جو مندرجہ ذیل شماریات سے عیاں ہے -

نام ضلع	تعداد ٹیوب ویل			تعداد ٹریکٹر		
	۱۹۶۰ء	۱۹۶۱ء	۱۹۶۲ء	۱۹۶۰ء	۱۹۶۱ء	۱۹۶۲ء
ملتان	۱۳۱۷	۱۹۹۲	۲۸۳۱	۱۴۶	۲۹۰	۳۹۱
منٹگمری	۱۴۲۷	۱۷۶۹	۲۲۶۶	۱۷۱	۲۷۷	۳۸۴
مظفر گڑھ	۸۸	۱۲۷	۱۴۹	۵۳	۷۳	۱۱۳
ڈیرہ غازیخان	۶۳	۸۰	۸۶	۴۶	۴۸	۵۳
کل تعداد	۲۸۹۵	۳۹۶۸	۵۳۳۲	۴۱۶	۶۸۸	۹۴۱

غیر مزروعہ زمین کو زیر کاشت لانے سے پیشتر اس میں جھاڑیاں کاٹنا ان کی جڑیں کھود کر نکالنا زمین کو ہموار کرنا اور اس میں سڑکیں اور وٹیں بنانا ضروری ہوتا ہے ۔ اکثر صورتوں میں یہ کام بلڈوزر کے بغیر سرانجام نہیں پا سکتا ۔ ہر دو اضلاع مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخاں میں زمینداروں کی ذاتی استطاعت اس قابل نہیں ہے کہ وہ اپنے بلڈوزر خرید کر سکیں ۔ ایسی زمینوں سے جلد از جلد فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ورکس پروگرام میں سے بلڈوزر خرید کر کے غیر مزروعہ رقبے کی نسبت سے ڈسٹرکٹ کونسلوں کی تحویل میں دے دیئے جائیں جو ان بلڈوزروں کو برائے نام کرائے پر خواہشمند زمینداروں کو دے دیا کریں ۔ اس سکیم کے تحت ۱۲ بلڈوزر فی ضلع مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان میں اور ۶ بلڈوزر فی ضلع ملتان اور منٹگمری میں کافی ہیں ۔ ان ۳۶ بلڈوزروں پر تقریباً ۲۷ لاکھ روپیہ خرچ ہو گا ۔

آبپاشی کے وسائل میں اضافہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ علاقے جو نہر کا پانی نہ ہونے کی وجہ سے فی الحال بنجر پڑے ہوئے ہیں ان میں ٹیوب ویل لگائے جائیں ۔ ایسے علاقوں میں کچھ زمین سرکاری ہوگی اور کچھ غیر سرکاری ۔ ہر دو قسم کی زمینوں میں اگر حکومت ٹیوب ویل لگا دے اور ان کے کل اخراجات بلا سود الاٹی یا مالک سے آسان قسطوں

میں وصول کرے تو یہ زمینیں بہت سرعت سے زیر کاشت لائی جا سکتی ہیں ۔ اور زرعی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے ۔ ٹیوب ویل لگانے کے لئے تاحال تقاوی اور زرعی ترقیاتی بنک سے قرضہ حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن یہ وسائل کافی نہیں ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ورکس پروگرام میں ٹیوب ویل کو بھی شامل کر لیا جائے اور کم از کم ایک ہزار ٹیوب ویل اس سکیم کے تحت اس ڈویژن کو الاٹ کئے جائیں ۔ اس سکیم پر ۲۵,۰۰۰ روپے فی ٹیوب ویل کے حساب سے کل خرچ دو کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ہو گا ۔

زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لئے ترقی دادہ آلات زراعت کے استعمال کو فروغ دینا ضروری ہے ''دب کے واہ تے رج کے کھا،، تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ترقی دادہ آلات زراعت کے موثر قلبہ‌رانی اور وقت کی بچت ہو سکتی ہے ۔ آلات کے ایک مکمل سیٹ جو کہ پاکستان ہل ، ترپھالی ، کپاس بجائی کی ڈرل ، گندم بجائی کی ڈرل اور بار ہیرو پر مشتمل ہوتا ہے کی قیمت تقریبا ۳۵۰ روپے ہوتی ہے جو ہر زمیندار خرید نہیں سکتا ۔ ان آلات کے استعمال کو فروغ دینے کے لئے ورکس پروگرام کے تحت ہر یونین کونسل میں کم از کم ایک سیٹ مہیا کرنا چاہیے ۔ تاکہ خواہش مند زمیندار اس کو استعمال کر سکیں ۔ اس پر تقریباً دو لاکھ روپیہ خرچ آئے گا ۔

آج کل ہمارے ملک میں گندم کی فصل کی گہائی اور اڑائی وغیرہ ایک اہم مسئلہ بنا ہوا ہے ۔ گندم کی گہائی کے موسم میں زمیندار کو کپاس کی فصل کے لئے زمین تیار کرنی ہوتی ہے ۔ اس لئے زمیندار اپنے بیلوں کو گندم کی گہائی میں لگائے رکھتے ہیں ۔ جس سے کپاس کے لئے زمین موزوں طور پر تیار نہیں کی جا سکتی ۔ دوسرے ان دنوں میں بارش وغیرہ کی وجہ سے دانے اور بھوسہ اکثر خراب ہو جاتے ہیں ۔ جیسا کہ پچھلے موسم میں دیکھنے میں آیا ہے ۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے محکمہ زراعت شعبہ انجینئرنگ لائل پور نے ایک پاور تھریشر ایجاد کیا

ہے ۔ جس سے ایک گھنٹہ میں ۸۰ من صاف شدہ گندم حاصل ہو سکتی ہے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس پاورتھریشر سے گندم کے دانے بھی نہیں ٹوٹتے اور بھوسہ بھی عمدہ قسم کا حاصل ہوتا ہے۔ اس مشین کی قیمت ۲,۵۰۰ روپے ہے ۔ اور اسے ۲۵ هارس پاور کے ٹریکٹر یا انجن سے چلایا جا سکتا ہے ۔ اس لحاظ سے کل خرچ تقریباً ۱۲,۰۰۰ روپے آئے گا ۔ اگر ورکس پروگرام کے تحت فی الحال ہر یونین کونسل میں ایک ایک سیٹ دے دیا جائے تو زمینداروں کی مشکلات کافی حد تک حل ہو سکتی ہیں ۔ اس پراجیکٹ پر کل تقریباً ۶۸,۵۰,۰۰۰ روپے خرچ ہو گا اور دیہی مشعیت کو اس خرچ سے کئی گناہ فائدہ ہو گا ۔

بیماری یا ضرر رساں کیڑوں کے حملے سے پیداوار میں تقریباً ۱۵ فیصدی کمی ہو جاتی ہے ۔ گندم کی فصل کو دیمک ۔ مکئی اور کماد کو گڑوان ۔ کپاس کو تیلہ ۔ دھان کو تنے کی سنڈی اور پھلدار پودوں کو سرنگدار سنڈی ۔ سوکا ۔ تیلہ وغیرہ اکثر فصل کو تباہ کر دیتے ہیں ۔ ایک اندازہ کے مطابق صوبہ بھر میں ہر سال تقریباً دس لاکھ ٹن اناج موذی کیڑوں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے اور ملک بھر میں تقریباً ایک ارب روپے کا نقصان ہوتا ہے ۔ اس نقصان سے بچاؤ کے لئے تحفظ نباتات کے اقدامات بر وقت کرنا لازمی ہے ۔ محکمہ زراعت کے محدود ذرائع کے پیش نظر ہر مقام پر یہ اقدامات بر وقت نہیں جا سکتے ۔ خصوصاً جب یہ بیماریاں اور کیڑے وبائی صورت اختیار کر لیتے ہیں ۔ تو ان محدود ذرائع سے ان پر قابو پانا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے ۔ لہذا اگر ورکس پروگرام کے تحت ہر کونسل میں کم از کم ایک پاور سپریر دے دیا جائے تو مشینری کے اس اضافہ سے ان بیماریوں اور کیڑوں کا انسداد آسان ہو جائے گا ۔ اور زرعی پیداوار مزید نقصان سے محفوظ رہے گی ۔ اس پراجیکٹ پر سولہ لاکھ روپیہ خرچ ہو گا ۔

ضلع مظفر گڑھ میں سیم سرعت سے بڑھ رہی ہے ۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ نہروں کے ساتھ ساتھ زیر زمین پانی کے نکاس کے لئے معاون

نہر نہیں کھودی گئی - اس کے نتیجے میں ایک اندازہ کے مطابق ۲,۱۲,۵۴۸ ایکڑ مزروعہ رقبہ تونسہ بیراج اور مظفرگڑھ نہر کے ارد گرد تالاب کی شکل اختیار کر چکا ہے - اور اس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے - سیم زدہ رقبہ میں مشکل سے سال بھر میں ایک ہی فصل کاشت کی جا سکتی ہے - اس وسیع رقبہ کی اصلاح کے لئے لازمی ہے - کہ اس میں نکاسی نہر کھود دی جائے اور مناسب جگہ پر چالیس پچاس ٹیوب ویل نصب کر دیئے جائیں - اس پراجیکٹ کی تکمیل پر تقریباً چار کروڑ روپیہ لاگت آئے گی - جو ملکی مالی وسائل برداشت نہیں کر سکتے - لہذا اگر یہ پراجیکٹ ورکس پروگرام میں شامل کر دیا جائے تو ملک اور زراعت کی بڑی خدمت ہو گی -

سڑکیں ملک کی اقتصادیات میں شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں - سڑکات کے نہ ہونے یا نا تسلی بخش ہونے کی وجہ سے آمدورفت پر برا اثر پڑتا ہے - ترقی دادہ آلات زراعت، نئے نئے بیج، مصنوعی کھادیں، تحفظ نباتات کے لئے ادویات اور مشینری جو کہ موجودہ دور میں ترقی کی ضامن ہیں، ملک بھر کے اندرون حصہ میں بر وقت نہیں پہنچ سکتیں - جس کی بدولت زرعی پیداوار بری طرح متاثر ہوتی ہے اچھا بیج اچھی فصل کا ضامن ہے - اوسط پیداوار فی ایکڑ میں اضافہ کے لئے ضروری ہے کہ زمینداروں کو فصلات کے نئے بیج کاشت کے لئے دیئے جائیں - مغربی پاکستان میں کپاس کے زیرکاشت کل رقبہ کے ایک تہائی سے قدرے کم رقبہ ملتان ڈویژن میں واقع ہے - جس سے کپاس کی پیداوار مغربی پاکستان کی کل پیداوار کے ایک تہائی سے زیادہ ہے - سال ۶۳-۱۹۶۲ء میں ملک کی بیس لاکھ گانٹھوں میں ۷,۸۶,۷۸۸ گانٹھیں ملتان ڈویژن میں پیدا ہوئیں - بعینہ ملتان ڈویژن ملک بھر میں آموں کا گھر ہے - مغربی پاکستان میں

آموں کے کل رقبے کا ۴۴—۵۴ فیصدی اسی ڈویژن میں واقع ہے۔ ان ہر دو فصلات کے مختلف مسائل کو جلد از جلد حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملتان میں کپاس اور آم کے تحقیقاتی ادارے (Institutes) قائم کر دیئے جائیں ملک کی مالی حالت شاید فی الحال اس کی کفیل نہ ہو سکے۔ اگر ورکس پروگرام کے تحت ان اداروں کے لئے بلڈنگ اور ضروری سازوسامان (Institutes) فراہم کر دیا جائے اور حکومت مناسب عملہ کا انتظام کردے تو ان فصلات پر تحقیق کی رفتار تیزتر ہو جائے گی۔ دونوں اداروں کے لئے ورکس پروگرام کے تحت تقریباً بارہ لاکھ روپیہ خرچ ہو گا۔

ان سب سکیموں جو کہ زراعت کی ترقی کے لئے ضروری ہیں اور جن کے اخراجات ورکس پروگرام کو یک مشت یا اقساط میں برداشت کرنے چاہیں کا خلاصہ مندرجہ ہے۔

۳۶ بلڈوزر ڈسٹرکٹ کونسلوں کے لئے	=	۲۷,۰۰,۰۰۰
۱۰۰ ٹیوب ویل ڈویژن کے لئے	=	۲،۵۰,۰۰,۰۰۰
یونین کونسلوں کے آلات زراعت کا سیٹ	=	۲,۰۰,۰۰۰
یونین کونسلوں کے لئے پاور سبریر	=	۱۶,۰۰,۰۰۰
یونین کونسلوں کے لئے پاور تھریشر کا سیٹ	=	۶۸,۵۰,۰۰۰
ضلع مظفر گڑھ کی نکاسی نہر	=	۳,۰۰,۰۰,۰۰۰
ڈویژن بھر میں سڑکات	=	۳،۰۰,۰۰,۰۰۰
کپاس کا تحقیقاتی ادارہ	=	۶,۰۰,۰۰۰
آم کا تحقیقاتی ادارہ		۶,۰۰,۰۰۰
		۱۰,۷۵,۵۰۰۰

ضمیمہ نمبر ۱ میں مندرجہ اوسط پیداوار کو قطع نظر کرتے ہوئے ڈویژن ملتان میں کئی زمیندار بہت زیادہ پیداوار حاصل کر رہے ہیں - بہاول پور سکھا، تحصیل ملتان کے ملک رحیم بخش کی گندم کی ۶۸ من فی ایکڑ اوسط پیداوار - موضع شاہ والا - تحصیل ڈی - جی خاں کے مسٹر محمود خان کی ۳۵ من فی ایکڑ کپاس کی دائرہ دین پناہ میں ملک جلیل آفتاب کی روغنی اجناس سے ۳۰ من فی ایکڑ پیداوار اور موضع بیٹ بنی تحصیل علی پور میں اللہ وسایا - اللہ ڈیوایا کی آٹھ ایکڑ اناروں سے -/۲۷،۰۰۰ روپے آمدنی ظاہر کرتی ہے کہ ڈویژن بھر میں پیداوار کے بڑھانے کے امکانات کیا ہیں - یہ اعداد و شمار ہر ایک کو پکار پکار کر آگے بڑھنے کی دعوت دیتے ہیں - مجھے یقین ہے کہ اب وہ دن دور نہیں جب ہر محب وطن کے دل میں محنت نصب العین اور عظمت کا جذبہ انگڑایاں لے کر بیدار ہو اور شاعر مشرق کا ایک اور خواب شرمندہ تعبیر ہو گا -

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

ضمیمہ نمبر ۱

مغربی پاکستان میں اوسط پیداوار فی ایکڑ (منوں میں)

نام فصل	۴۸-۴۹	۴۹-۵۰	۵۰-۵۱	۵۱-۵۲	۵۲-۵۳	۵۳-۵۴	۵۴-۵۵	۵۵-۵۶	۵۶-۵۷	۵۷-۵۸	۵۸-۵۹	۵۹-۶۰	۶۰-۶۱	۶۱-۶۲	۶۲-۶۳
۱ - چاول	۹-۶	۹-۴	۹-۷	۹-۰	۹-۹	۹-۸	۹-۴	۹-۳	۸-۵	۸-۹	۹-۳	۸-۷	۹-۳	۱۰-۱	۱۰-۱
۲ - گندم	۱۰-۲	۱۰-۲	۹-۹	۷-۹	۶-۸	۹-۳	۸-۱	۸-۰	۸-۴	۸-۵	۸-۷	۸-۲	۸-۷	۸-۹	۸-۹
۳ - مکئی	۱۰-۸	۱۱-۰	۱۱-۱	۱۰-۶	۹-۷	۱۰-۷	۱۰-۹	۱۱-۶	۱۱-۷	۱۱-۲	۱۱-۷	۱۱-۲	۹-۸	۱۱-۲	۱۱-۵
۴ - کماد	۳۹-۵	۳۸-۶	۳۱-۸	۳۰-۶	۳۱-۴	۳۳-۸	۳۱-۶	۳۰-۹	۳۰-۴	۳۰-۰	۳۰-۸	۳۴-۲	۳۲-۵	۳۵-۴	۳۶-۵
۵ - کپاس	۱-۱	۲-۱	۲-۲	۲-۰	۲-۵	۲-۴	۲-۴	۲-۴	۲-۳	۲-۲	۲-۲	۲-۲	۲-۴	۲-۶	۲-۹

حوالہ: رپورٹ پاکستان کی زمین اور فصل کے اعدادو شمار وزارت خوراک و زراعت

حکومت پاکستان ۱۹۵۹ء

ضمیمہ نمبر ۲

فی ایکڑ پونڈوں میں اوسط اجزائے خوراک جو پودے زمین سے حاصل کرتے ہیں

	نائیٹروجن	فاسفورس	پوٹاش
گندم (۲۳۰۰ پونڈ دانے اور ۴۵۰۰ پونڈ بھوسہ)	۶۲	۳۴	۶۷
چاول (۴۰۰۰ پونڈ چاول اور ۷۲۰۰ پونڈ پرالی)	۸۰	۳۴	۱۰۳
مکئی (۴۰۰۰ پونڈ دانے ۷۲۰۰ پونڈ ٹانڈے)	۱۱۶	۳۶	۱۳۸
کپاس (۴۹۰ پونڈ)	۷۶	۲۷	۶۰
گنا (۳۶ سن چھلا ھؤا)	۷۶	۵۴	۱۷۰
آلو (۲۸۰ من)	۱۱۶	۴۲	۲۰۴
ترشاوہ خاندان کے پودے (۷۵ پودے)	۹۴	۲۰	۱۲۹

حوالہ :— پوٹاش پاکٹ بک شاہ والس پاکستان لمیٹڈ کراچی

ضمیمہ نمبر ۳

ملتان ڈویژن میں اہم پختہ سڑکوں کی تعمیر کا تخمینہ

نمبرشمار	نام ضلع	سڑک کا نام	لمبائی میلوں میں	نمبرشمار	نام ضلع	سڑک کا نام	لمبائی میلوں میں
۱	ملتان	سڑک اعظم دھلی - ملتان کی توسیع	۴۷	۱۰	ڈیرہ غازی خاں	تونسہ - منگروٹھا کوٹ قیصرانی کیری	۴۴
۲	,,	ٹاٹے پور - قادر پوو راواں	۵				
۳	,,	کچا کھوہ - وھاڑی پکھی مائنر تک	۱۵	۱۱	,,	داجل - هڑند	۱۸
۴	,,	کبیر والا - مخدوم پور	۱۱		منٹگمری	چیچه وطنی - اکاں والا	۸
۵	,,	لودھراں - جلال پور پیر والا	۲۸	۱۲	,,	حجرہ اٹاری - منڈی ھیرا سنگھ	۱۳
۶	مظفرگڑھ	دائرہ دین پناہ تا جھرکل براستہ لیہ کروڑ	۶۰	۱۳	,,	رینالہ خورد - باما بالا	۱۲
				۱۴			
۷	,,	مظفر گڑھ - مندوکا - کنجھر	۲۷				
۸	,,	علی پور سیت پور براستہ خیر پور سعدات	۱۴				
۹	,,	کلروالی - ڈمرانوالہ - واھیرانوالہ جتوئی	۲۴				

دیہی ترقیاتی پروگرام پی - ایل - ۴۸۰

از

محمد افضل - اسسٹنٹ ڈائرکٹر بنیادی جمہوریت ملتان

مقامی علاقوں کے ترقیاتی کاموں کی منصوبہ بندی - تکمیل اور نگرانی بنیادی جمہوری اداروں کے اہم فرائض ہیں - گذشتہ تین سال کے عرصہ میں ان اداروں نے عوامی بہبوری کے اہم اور بے شمار کام مکمل کئے - صرف ضلع ملتان کی یونین کونسلوں نے سکولوں ، ہسپتالوں ، سڑکوں ، پلیوں ، دفاتر وغیرہ کی تعمیر پر ، زرعی آلات ، دوائیوں ، اعلیٰ نسل کے مویشیوں کی تقسیم پر تعلیم بالغاں کے مراکز کھولنے، بچوں کو منظم کرنے اور دیگر متفرق منصوبہ جات پر سات لاکھ روپے کی کثیر رقم خرچ کی - جس میں سے سرکاری امداد دس فیصدی سے زائد نہ تھی - باقی تمام رقم مزدوری - سامان یا روپیہ کی صورت میں ضلع کی یونین کونسلوں نے اپنی مدد آپ کے تحت خرچ کی - گو یہ سرگرمیاں ترقی کے میدان میں یونین کونسلوں کی استعداد کا پتہ دیتی ہیں - مگر یہ ادارے موجودہ فنی و مالیاتی وسائل سے اپنی محسوس کردہ ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے - فنی ماہران کا فقدان تو واضح ہے - یونین کونسلیں تین سال کے قلیل عرصہ میں جس میں سے کافی وقت انتخابات اور ابتدائی مراحل میں صرف ہوا - اپنی مالی حالت کو مضبوط نہیں کر سکیں - عوام کو ٹیکسوں کی طرف راغب کرنا یا ان میں اپنی مدد آپ کا جذبہ پیدا کرنا کوئی آسان کام بھی نہیں - ایسے حالات میں حکومت کی طرف سے مالی امداد اجتماعی ترقی کے اصولوں کے عین مطابق ہے -

پی - ایل ۴۸۰ پروگرام سے اس وقت مندرجہ ذیل فوائد ہوسکتے ہیں :-

۱- عوام کی ترقیاتی کاموں میں شمولیت سے ان کے حکومت میں اعتماد کو تقویت حاصل ہو گی -

۲- قومی ترقی کے محکموں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے عوام اور محکموں میں اشتراک عمل بڑھے گا۔

۳- لوکل کونسلوں کا رجحان ترقیاتی کاموں کی طرف زیادہ ہوگا۔

۴- عوام کو ان کے مسائل اور وسائل کا علم ہوگا جو کہ ان میں اجتماعی ترقی کے شعور کو فروغ دے گا۔

۵- مقامی ذرائع کے استعمال سے منصوبے کم لاگت میں مکمل ہو سکیں گے۔

۶- لوگوں میں مل کر کام کرنے۔ رہنمائی اور خود اعتمادی کی صلاحتیں اجاگر ہوں گی۔

۷- بے روزگاری میں کمی واقع ہوگی۔

ملتان ڈویژن میں اس پروگرام کے تحت گذشتہ سال سے منصوبہ‌جات تیار کئے جا رہے ہیں۔ لاکھوں روپے کی لاگت کے منصوبے ڈسٹرکٹ اور ڈویژنل کونسلوں کی وساطت سے حکومت کو بھیجے گئے جو کہ حکومت نے منظور کئے۔ حکومت کی حالیہ ھدایات کے مطابق سکیموں کی از سر نو تشکیل کی جا رہی ہے۔ ملتان ڈویژن کو منصوبہ جات کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اضلاع ملتان و منٹگمری کے حالات ڈیرہ غازی خاں اور مظفر گڑھ کے ضلعوں سے کچھ مختلف ہیں۔ یونین کونسلوں نے تمام اضلاع میں سکولوں۔ سڑکوں اور شفاخانوں کر ترجیح دی ہے۔ مگر ضلع ڈیرہ غازی خاں میں انسانوں اور مویشیوں کے پینے کے پانی کی قلت۔ مظفر گڑھ میں سیم اور تھور اور ان دونوں اضلاع میں بے‌آباد زمینوں کی آبادکاری اھم مسائل ہیں۔ اضلاع ملتان اور منٹگمری میں سکولوں اور ڈسپنسریوں کی عمارات۔ پلیوں اور سڑکوں ابتدائی طبی امداد کے مراکز کمیونٹی ہال جیسے منصوبے یونین کونسلوں نے کثرت سے بنائے ہیں۔ ضلع ملتان کی تحصیل کونسلوں نے اجلاس گھر بنانے کے

منصوبے بھی تیار کئے ہیں - یہ امر قابل ذکر ہے کہ ماسوائے سڑکوں۔ مویشیوں کے چند ہسپتالوں اور مرغی خانوں کے زرعی ترقی کے منصوبوں کی طرف بہت کم یونین کونسلیں راغب ہوئی ہیں - منصوبوں کی ان اقسام سے ظاہر ہے کہ ان میں منافع بخش منصوبے بہت کم ہیں - ان رجحانات کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں -

(الف) حکومت کی طرف سے ان رقوم کو جلد از جلد خرچ کرنے پر اور بدیں وجہ مزید فنڈ نہ ملنے اور موجودہ رقوم واپس ہونے کے خطرات

(ب) قومی ترقی کے محکموں اور یونین کونسلوں میں مناسب اشتراک عمل کا نہ ہونا -

موجودہ حالات میں منصوبوں پر رقوم تو جلد خرچ ہو سکیں گی - مگر ملک میں کثرت زر کے خطرات بڑھ جائیں گے - مزید برآں جس تیزی سے اس پروگرام کی تکمیل پر زور دیا جا رہا ہے اس سے روپیہ کے خرد برد ہونے کے امکانات بھی زیادہ ہو سکتے ہیں - یہ امر واقعہ ہے - کہ ایک اوسط درجہ کا عوامی کارکن ایک اوسط درجہ کے سرکاری ملازم سے زیادہ ایماندار نہیں ہے - یہ بات مشرقی پاکستان میں اور ہندوستان میں تجربات سے بھی ثابت کی گئی ہے - روپیہ کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے کڑی نگرانی نہایت ضروری ہے جو کہ موجودہ قلیل اور عارضی عملہ کے لئے اتنی سرعت سے بڑھنے والے پروگرام میں کرنا مشکل ہو گی - روپیہ کے صحیح استعمال اور منافع بخش منصوبوں کو ایک صورت میں فروغ دیا جا سکتا ہے - وہ اس طرح کہ اس پروگرام کے تحت دئیے جانے والے ایسے منصوبہ جات پر خرچ ہوں جن کے منافع سے دیہی بہبود کے مزید منصوبے تیار کئے جا سکیں - یونین کونسلوں کو اجازت ہو کہ وہ ان رقوم میں سے دلچسپی رکھنے والے دیہات یا گروہوں کو قرض دے سکیں - اس صورت میں پی - ایل ۴۸۰ فنڈ کا منافع بخش سکیموں پر صحیح استعمال ممکن ہو سکتا ہے - اس طرح امداد باہمی کے جذبہ کو بھی عوام میں پیدا کرنے کے امکانات زیادہ ہو سکتے ہیں -

۱۹۶۳ء میں جب یونین کونسلوں سے اس پروگرام کے تحت پہلی مرتبہ منصوبے طلب کئے گئے تو اس رقوم کے جلد دستیاب ہونے کی امید نہیں تھی بلکہ ملتان ڈویژنل کونسل نے ایک قرارداد کے ذریعہ استدعا کی تھی کہ پروگرام کے شروع ہونے کی تاریخ سے اضلاع کو مطلع کیا جائے - جونہی ان رقوم کی دستیابی کی خبر عام ہوئی تو یونین کونسلوں نے اپنے بہت سے منصوبے معرض التوا میں ڈال دئیے اور فنڈ کی انتظار شروع کر دی - اس پروگرام کا فوری اثر یہ بھی ہوا کہ ٹیکسوں کی وصولی کی رفتار قدرے سست پڑ گئی - اور مزید یونین کونسلوں نے ٹیکس لگانے پر غور کرنا چھوڑ دیا - سکولوں کی عمارتوں کے منصوبے جو عوام خود مکمل کرتے تھے - اب پی - ایل ۴۸۰ پروگرام میں شامل کر لئے گئے - یہ اثرات خود کفیل یونین کونسلوں پر بھی پڑے کیونکہ اب پچاس فیصدی عوام کے حصہ والی کوئی شرط نہیں ہے - اس سلسلہ میں دو ایک مثالیں خالی از دلچسپی نہ ہوں گی -

ضلع ملتان میں تین سال کے عرصہ میں دفاتر کی تعمیر کے لئے ایسی یونین کونسلوں کے بجٹ میں گنجائش نہیں رکھی گئی تھی جس کا بجٹ محض گورنمنٹ گرانٹ اور لوکل ریٹ پر مبنی تھا - اس عرصہ میں تیس دفاتر اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر ہوئے - متعدد دوسری یونین کونسلیں دفاتر کے منصوبوں پر غور کر رہی تھیں کہ گذشتہ سال دو مراسلے موصول ہوئے ایک خط چند یونین کونسلوں کے دفاتر سے منسلکہ دورہ کرنے والے ملازمین کے لئے آرامگاہیں تعمیر کرنے اور دوسرا کونسلوں کے دفاتر کے لئے مفت زمین دینے کے متعلق تھا - ان معاملات پر ابھی تک عمل درآمد نہیں ہوا - اور نہ ہی ان کے متعلق مزید کوئی خبر سنی ہے - مگر یونین کونسلوں نے وقتی طور پر اپنی نگاہیں حکومت کی طرف لگا لیں اور دفاتر کی رفتار سست پڑ گئی -

اسی طرح ترقی دادہ آلات مفت تقسیم کرنے یا یونین کونسلوں کے فنڈ میں سے باہر کی فیکٹریوں سے خریدنے کی وجہ سے یہ آلات ابھی تک

زمینداروں میں صحیح طور پر مقبول نہیں ہو سکے۔ تحصیل وہاڑی کی ایک یونین کونسل نے زرعی آلات مقامی لوہار سے بنوا کر تقسیم کئے ۔ ان آلات پر نہ صرف خرچ کم آیا بلکہ ان کی وقتاً فوقتاً مرمت کا مسئلہ بھی آسان ہو گیا ۔ اور ان کی افادیت کا پرچار لوہار نے خود کرنا شروع کر دیا ۔

اپنی مدد آپ کے الفاظ کو ہمارے ہاں جامہ پہنائے بغیر کچھ ضرورت سے زیادہ اور غلط طور پر استعمال کیا گیا ہے ۔ اس جذبہ کو برقرار رکھنے کی خاطر ڈسٹرکٹ کونسل ملتان نے فیصلہ کیا ہے ۔ کہ پی ۔ ایل ۔ ۴۸۰ پروگرام کے تحت ملی ہوئی کچھ رقوم ایسی یونین کونسلوں کی حوصلہ افزائی کے لئے مخصوص کی جائیں گی جو اپنی گرہ سے بھی ایک دوسرے سے بڑھ کر منصوبوں میں سرمایہ لگائیں ۔

یونین کونسلوں کے مختلف منصوبہ جات کے لئے پراجیکٹ کمیٹیوں کی تشکیل مشرقی پاکستان ولیج ڈیوپلمنٹ اکاڈمی کے تجربات کی بنا پر جاری ہے ۔ مغربی پاکستان میں پی ۔ ایل ۔ ۴۸۰ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوئی تجربات نہیں ہوئے اور یہاں پر پروگرام کو یک لخت رائج کر دیا گیا ہے ۔ اس لئے ہمیں دیہی ترقی کے گذشتہ تجربات سے کچھ سبق حاصل کرنے چاہیئں ۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ پاکستان کے دیہات الگ الگ گروہوں Communities پر مشتمل ہیں جن کی اپنی روایات ہیں اور جن کے عوام جہاں بھی ہوں اور جس حالت میں بھی ہوں اپنے گاؤں سے ہمدردی ضرور رکھتے ہیں ۔ گویا دیہاتی اپنے گاؤں کے خیر خواہ اور وفادار ہوتے ہیں ۔ میرے خیال میں دیہی ترقی کے کسی بھی پروگرام میں ان جذبات کا اگر فائدہ نہ اٹھایا جائے تو کفران نعمت کے مترادف ہو گا ۔ کمیٹیاں گاؤں کی سطح پر بنائی جائیں تو وہ قدرتی دیرینہ میل جول کی حامل ہوں گی ۔ دیہی کمیٹیاں اس بات کی ضامن ہو سکتی ہیں کہ یونین کونسل کے

تمام دیہات میں ترقی کی رفتار یکساں رہے - اور اس پروگرام کے تحت ملی ہوئی رقوم مقامی سیاست اور دھڑہ بندی کی نظر نہ ہو جائیں - عوام کی شمولیت اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ گاؤں کی سطح پر ترقیاتی کاموں کے لئے ان کو منظم کیا جائے اور ان کا یونین کونسلوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا جائے ایسے منصوبوں کے لئے جن کا تعلق ایک سے زیادہ دیہات سے ہو، پراجیکٹ کمیٹیاں مفید ثابت ہو سکتی ہیں - مشرقی پاکستان میں پراجیکٹ کمیٹیوں کی کامیابی شاید اس لئے ہو کہ کومیلا کوتوالی تھانہ کے علاقہ میں ان منصوبہ جات کی نگرانی کے لئے ہر یونین کونسل میں ایک دیہی کارکن بھی مقرر ہے - مزید دیہی اکادمی کے قابل اور تجربہ کار منتظمین کی تمام تر قوت اس مخصوص علاقہ پر صرف ہوتی ہے -

کسی بھی پروگرام کی کامیابی کا انحصار اس چلانے والوں پر ہوتا ہے - پی - ایل - ۴۸۰ پروگرام کی نگرانی، پڑتال اور محاسبہ کی بہت حد تک ذمہ داری محکمہ بنیادی جمہوریت کے عملہ پر عائد ہوتی ہے - جن کا مستقبل ہر وقت خطرہ میں پڑا رہتا ہے - اس عملہ کے مستقبل کا جلد اور مناسب فیصلہ دیہی ترقی کے اس نئے پروگرام پر ضرور اثر انداز ہو گا -

ملتان ڈویژن میں ترقی کے مواقع اور مسائل بحوالہ تیسرا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ

از

جلال الدین احمد صدیقی اسسٹنٹ ڈائریکٹر ، بنیادی جمہوریت مظفر گڑھ

اس سے قبل کہ موضوع پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے بہتر ہوگا کہ ملتان ڈویژن کے بارے میں چند تعارفی کلمات کہے جائیں - ملتان ڈویژن اس وقت چار اضلاع یعنی ملتان ، منٹگمری ، مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خاں پر مشتمل ہے - اس کی آبادی ۶۶,۵۲,۹۲۴ ہے - برصغیر ہند و پاکستان میں یہ علاقہ ہمیشہ سے معاشی اور معاشرتی لحاظ سے اہمیت کا حامل رہا ہے - بڑے بڑے اولیا اللہ اس خطہ سے اٹھے اور انہوں نے دنیا کو صلح و آشتی کا پیغام دیا - اور اسلام کے فروغ میں خاطر خواہ خدمات انجام دیں -

ملتان ڈویژن کی معیشیت کا انحصار زراعت پر ہے - ۹۰ فیصد آبادی سے زیادہ عوام اس پیشہ میں مصروف ہیں - قدرت نے اس خطہ کو سیراب کرنے میں فیاضی سے کام لیا ہے - راوی ، ستلج ، سندھ اور چناب اس علاقہ میں بہتے ہیں - ڈویژن کے چار اضلاع میں بنیادی طور پر معیشیت میں بڑا فرق ہے - جبکہ ضلع ملتان اور ضلع منٹگمری ترقی سے ہمکنار ہو رہے ہیں ان اضلاع کے دیہاتوں میں بجلی پہنچ چکی ہے کارخانے لگ چکے ہیں اور نسبتاً خوش حالی موجود ہے ، اضلاع مظفرگڑھ اور ڈیرہ غازی خاں نسبتاً کم ترقی یافتہ ہیں - ضلع مظفرگڑھ میں سیم کا مسئلہ بہت اہم ہے - پیداوار فی ایکڑ کم ہے - اور ضلع کا شمالی

علاقہ تھل پر مشتمل ہے - جبکہ ضلع ڈیرہ غازی خان دریائے سندھ کے اس پار ہے اور بنجر زمین اور پہاڑی علاقہ پر مشتمل ہے - علاقہ وسیع ہے لیکن آبادی کم ہے - ضلع مظفرگڑھ کا بیشتر علاقہ اور ڈیرہ غازی خان کا تمام تر علاقہ ریلوے سے محروم ہے - اس کے علاوہ بجلی کی فراہمی بھی نہ ہونے کے برابر ہے اسی وجہ سے سیم کے انسداد کے لئے ٹیوب ویل لگانے میں رکاوٹ پڑی ہوئی ہے -

ملتان اور ڈیرہ غازی خاں اپنی گھریلو صنعتوں کے لئے مشہور ہیں - ملتان اونٹ کی کھال کا سامان ، مٹی کے برتن ، فیروزہ کے کام کے لئے مشہور ہے -

ڈیرہ غازی خاں میں جام پور میں لکڑی کا خوش نما سامان بنتا ہے - مگر یہ صنعتیں بھی بے شمار مسائل سے دو چار ہیں - خام مال کی حصول یابی اور بنے ہوئے سامان کا نکاس ایک مسئلہ دشوار ہے - اس کے علاوہ سرمایہ گی کمی نے ان صنعتوں کو خاطر خواہ فروغ سے روک رکھا ہے - ضروری ہے کہ ان صنعتوں کے فروغ کے لئے مزید کوشش کی جائیں -

مظفرگڑھ اور ڈیرہ غازی خاں میں صنعتوں کا فقدان ہے - ڈیرہ غازی خاں میں کوئی کارخانہ نہیں جبکہ وہاں اون کی بہتات ہے لہذا اون بیلنے کے کارخانے لگانے کے مواقع بدرجۂ اتم موجود ہیں- کارخانے لگانے سے ایک طرف تو ملک کو زرمبادلہ کی بچت ہوگی - اور دوسری طرف عوام کو روزگار مہیا ہوگا - یہ کارخانہ مقامی سرمایہ داردں تعاون اور W.P.I.D.C. کی رہبری میں لگایا جا سکتا ہے - اسی طرح مظفرگڑھ میں کپاس سے مزید فائدہ اٹھانے کے لئے اور عوام کو روزگار مہیا کرنے کے لئے سوتی کپڑا بنانے کے کارخانے لگائے جا سکتے ہیں - گنے کی فراوانی کے پیش نظر شکر کے کارخانے بھی نصب کئے جا سکتے ہیں -

ایسا ایک کارخانہ فی الحال لیہ میں موجود ہے۔ لیکن مزید کارخانے لگانے کی گنجائش موجود ہے۔ جہاں تک منٹگمری اور ملتان کا تعلق ہے ان اضلاع میں پہلے ہی سے کافی صنعتی ترقی ہو چکی ہے۔

زراعت اور صنعت کے ساتھ ساتھ ملک میں جنگلات کے فروغ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ افزائش نسل حیوانات پر بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے عوام کی تعلیمی حالت اور صحت کو فروغ دینے کی شدید ضرورت ہے۔ ملتان ڈویژن میں عموماً اور اضلاع مظفرگڑھ۔ ڈیرہ غازی خاں میں خصوصاً تعلیمی اور طبی سہولتوں، کا فقدان ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ جگہ جگہ سکول اور ڈسپنسریاں قائم کی جائیں۔

مندرجہ بالا مسائل اور وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے آیئے اب ہم ملتان ڈویژن کے تیسرے پنج سالہ منصوبہ پر غور کریں۔ یہ منصوبہ بنیادی جمہوریتوں، دیہی تحصیل اور ضلعی اور ڈویژن کی سطح پر بحث و تمحیص کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ **اس** منصوبہ بندی میں یہ راز پنہاں ہے کہ اس کی تیاری میں عوام کا پورا پورا تعاون شامل ہے۔ اب ہم **اس** منصوبہ کو مختلف عنوانات کے تحت مطالعہ کریں گے۔

۱- **زراعت:** یہ تجویز کی گئی ہے کہ ضلع منٹگمری میں ہر یونین کونسل میں ایک Power Sprayer یعنی دوائی چھڑکنے والی مشین مہیا کی جائے۔ تاکہ کیڑے مکوڑوں کا سدباب ہو سکے۔ یہ بھی سفارش کی گئی ہے۔ کہ ضلع کی چاروں تحصیلیں الگ الگ آلات زرعی کی مرمت کے لئے ورکشاپ قائم کئے جائیں۔ اس کے علاوہ ہر یونین کونسل میں بیج اور کھاد کے سٹور قائم کئے جائیں۔ اوکاڑہ۔ دیپال پور اور پاک پٹن میں پھلوں کی نرسریاں قائم کی جائیں۔ اس کے علاوہ حجرہ

اور بصیر پور میں ٹیوب ویلوں کو بجلی مہیا کرنے کے لئے سب اسٹیشن قائم کئے جائیں ۔

ضلع مظفر گڑھ کے لئے یہ سفارش کی گئی ہے ۔ کہ ہر تحصیل میں ایک بلڈوزر اور دو ٹریکٹروں پر مشتمل ایک Squad قائم کیا جائے ۔ اس کے علاوہ ضلع کے ہیڈکوارٹر پر ایک چلتا پھرتا ورکشاپ اور Research Station قائم کئے جائیں ۔ اس کے علاوہ ہر تحصیل کے لئے سردخانے Cold Storage قائم کئے جائیں ۔ یونین کونسلوں کو ترقی دادہ آلات زرعی مہیا کئے جائیں ۔

سیم اور تھور کے انسداد کو تمام ترقیاتی کاموں پر فوقیت دی جائے اور ضلع میں جلد بجلی فراہم کرکے ایک ہزار ٹیوب ویل نصب کئے جائیں ۔ ٹیوب ویلز کا آدھا خرچہ حکومت کو برداشت کرنا چاھئے ۔

۲۔ **جنگلات** ۔ ضلع منٹگمری میں چیچہ وطنی کے ذخیرہ جنگلات میں ٹرام وے کے لئے لائن بچھانے کے لئے اور دس ٹیوب ویل لگانے کے لئے سفارش کی گئی ہے ۔

ضلع مظفرگڑھ میں محکمہ جنگلات نے مندرجہ ذیل اسکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا منصوبہ تیار کیا ہے ۔ تو نسہ بیراج کے ذخیرہ رکھ خان پور میں توسیع کی جائے ۔ اور اس طرح سے اٹھارہ ہزار ایکڑ زمین میں جنگلات لگائے جائیں ۔

۲۔ رکھ خان پور میں ۵ سو ایکڑ میں نرسری قائم کی جائے ۔

۳۔ لیہ تحصیل میں بھی ایک نرسری قائم کی جائے ۔

۴۔ علی پور سب ڈویژن میں جنگلات میں آبپاشی کا نظام قائم کیا جائے ۔

۳- **صنعت و حرفت :** ضلع منٹگمری میں ایک صنعتی علاقہ قائم کرنے کی سفارش کی جائے۔

ضلع مظفر گڑھ میں ایک کپڑا بنانے کا کارخانہ نیز شوگر ملز اور ایک گتہ بنانے کا کارخانہ لگانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

ضلع ڈیرہ غازی خاں میں بھیڑوں سے اون اتارنے کے لئے مراکز کا قائم کرنا اور ایک چمڑے کی اشیاء کا کارخانہ لگانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

۴- **آبپاشی و آب نوشی :** ضلع ملتان میں چوبیس لاکھ چھ ہزار روپے کے منصوبے بنائے گئے ہیں۔ منٹگمری میں سترہ قصبوں میں آب رسانی کے لئے سفارش کی گئی۔

ضلع ڈیرہ غازی خان میں تونسہ۔ جام پور۔ راجن پور۔ روجھان اور داجل کے لئے دس لاکھ روپے کے خرچ سے آب رسانی کے منصوبے بنائے گئے ہیں۔ اور یہ بھی منصوبہ میں مذکور ہے۔ کہ ۶۰ کنوئیں اور بیس ٹیوب ویل مہیا کئے جائیں۔

۵- **سڑکیں :** ضلع ملتان میں دو سو اٹھاسی لاکھ روپے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ضلع منٹگمری میں ۲۲-۱۹۴ لاکھ روپے کے منصوبے بنائے گئے ہیں۔

ضلع مظفرگڑھ میں ۲۱۴ میل لمبی سڑکیں بنانے کے منصوبے بنائے گئے ہیں۔

ضلع ڈیرہ غازی خاں مین دو سو اکتالیس میل لمبی سڑکوں کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ جس پر اندازاً ۳۰۲ لاکھ روپیہ خرچ آئے گا۔

۶- **تعلیم :** ضلع ملتان کے لئے آٹھ لاکھ ستائیس ہزار روپے مخصوص کئے گئے ہیں۔ ضلع منٹگمری میں تیسرے پنج سالہ منصوبہ میں تعلیم کے تحت ۱۵ اسکیمیں رکھی ہیں جس میں سے :

منٹگمری میں ایک Polytechnic قائم کیا جائے اور پاکپتن میں ایک ڈگری کالج کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس کے علاوہ منٹگمری میں ایک کیڈٹ کالج قائم کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ گونگوں اور بہروں کے لئے ضلع میں ایک ادارہ قائم کیا جائے گا۔

ضلع مظفرگڑھ میں مندرجہ تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں گے۔

۱- پرائمری سکول

برائے طلبا		برائے طالبات
۳۰۰	--	۳۰۰

۲- پرائمری سکول جنہیں مڈل کا درجہ دے دیا جائے گا۔

برائے طلبا		برائے طالبات
۳۲	--	۱۴

۳- مڈل سکول جنہیں ہائی سکول کا درجہ دے دیا جائے گا۔

برائے طلبا		برائے طالبات
۱۶	--	۷

۴- انٹر کالج برائے طلبا -- برائے طالبات

۱	--	۱

۵- ڈگری کالج برائے طلبا برائے طالبات

۱	--	۱

ڈیرہ غازی خاں میں ۳۰۰ پرائمری سکول

برائے طلبا		برائے طالبات
۲۰۰	--	۱۰۰

۴۰ پرائمری سکولز برائے طلبا کو مڈل سکول کا درجہ دے دیا جائے گا۔ اور ۲۰ پرائمری سکول برائے طالبات کو مڈل کا درجہ دے دیا جائے گا۔ ۴۰ مڈل سکولوں میں صنعتی آرٹ کورس کا اجرا کیا جائے

گا - ۱۰ مڈل سکولوں میں ترقی دے کر ھائی سکول بنا دیا جائے گا - اور اس طرح ۵ مڈل سکول برائے طالبات کو ترقی دے کر ھائی سکول بنا دیا جائے گا - اس کے علاوہ چھ ھائی سکولوں میں ٹیکنیکل ورکشاپ قائم کئے جائیں گے - اور تین ورکشاپ لڑکیوں کے ھائی سکولوں میں قائم کئے جائیں گے -

۷- **صحت و صفائی**: ضلع ملتان میں سات زچہ بچہ کے مراکز قائم کئے جائیں گے - جس پر تہتر ہزار پانچ سو روپیہ صرف ھوگا - اس کے علاوہ ۴ لاکھ روپیہ کی لاگت سے ۵ ڈسپنسریاں قائم کی جائیں گی - نیز کبیر والہ کی ڈسپنسری میں توسیع کی جائیگی - ضلع منٹگمری میں صحت و صفائی کے تحت ۶ اسکیمیں بروئے کار لائی جائیں گی - جس میں دیپال پور عارف والہ میں تپ دق کے مراکز قائم کئے جائیں گے - اور ۶ مختلف مقامات پر دیہی ڈسپنسریوں کو ھیلتھ سنٹر میں تبدیل کر دیا جائے گا - اس کے علاوہ ایک ھیلتھ سنٹر یونین کونسل بولے گنج میں بنایا جائے گا -

ضلع مظفر گڑھ میں چار ھیلتھ سنٹر تعمیر کئے جائیں گے اور بارہ دیہی ڈسپنریوں کو ھیلتھ سنٹر میں تبدیل کر دیا جائے گا - مزید سفارش کی گئی ہے کہ لیہ اور کوٹ ادو میں ھسپتالوں میں مزید توسیع کی جائے اور اس کے علاوہ محکمہ صحت متعدی بیماریوں کے انسداد کے لئے ایک جامع سکیم مرتب کرے -

ضلع ڈیرہ غازی خان میں سات ھیلتھ سنٹر قائم کئے جائیں گے اور آٹھ ڈسپنسریوں میں مزید توسیع کی جائے گی اس کے علاوہ ۱۹ ڈسپنسریوں کو بہتر بنایا جائے گا -

۸- **ریلوے لائن**: (۱) ضلع منٹگمری میں پاک پٹن سے لائل پور براستہ اوکاڑہ اور جڑانوالا ریلوے کی پٹڑی بچھائی جائے -

(۲) وسے والا (تحصیل دیپال پور) سے امروکہ ضلع بہاول نگر تک ریلوے کی پٹڑی بچھائی جائے۔

(۳) ضلع مظفرگڑھ میں مظفر گڑھ سے پنج ند تک ریل کی پٹری براستہ علی پور بچھائی جائے۔

(۴) ضلع ڈیرہ غازی خان کے ضلع میں لائن قطعی موجود نہیں اس لئے کوٹ ادو اور کشمور لائن کو مکمل کیا جائے اس کے علاوہ ڈیرہ غازی خان اور ڈیرہ اسماعیل خان کے درمیان ریلوے لائن بچھائی جائے۔

افزائش نسل حیوانات : ضلع منٹگمری میں Artificial Insemination کے مراکز ہر تحصیل میں قائم کرنے کی تجویز ہے اور تحصیل ہیڈ کوارٹر پر جو ڈسپنسریاں ہیں انہیں ہسپتالوں میں تبدیل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جانوروں کے فارم بنانے کی تجویز ہے۔

تیسرے پنج سالہ منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل مسائل درپیش ہوں گے۔

(۱) جہاں تک عمارتوں کی تعمیر کا تعلق ہے۔ تمام ملک میں منٹ کی شدید کمی ہے۔ جب تک سیمنٹ کی پیداوار میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ عمارتی کام میں ہمیشہ رکاوٹ رہے گی۔

(۲) فنی عملہ میں کمی ہے۔ بعض محکمے منصوبے تیار کرنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے میں اسی وجہ سے دیر کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ہسپتال اور ہیلتھ سنٹروں میں دواؤں نیز عملہ کی حصول یابی بھی ایک وسیع مسئلہ ہوگی۔

۳ - اسی طرح سکولوں کو قائم کرتے وقت نیز اس کا درجہ بلند کرتے وقت استادوں کا مہیا کرنا ایک مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی تربیت کا انتظام ہونا ضروری ہے۔

۴ - ریلوے لائن بچھانا بذات خود ایک بڑا مسئلہ ہے کروڑوں روپے کا زرمبادلہ درکار ہے۔

۵ - ترقیاتی کاموں کے درمیان ہمارے رسم و رواج ایک سد راہ بن جاتے ہیں -

۶ - آپس کے لڑائی جھگڑے اور تنازعات ترقی کے کاموں میں سد راہ ہوتے ہیں -

۷ - سیم اور تھور ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں اور ان کے انسداد کے لئے عوام میں شعور پیدا کرنا ضروری ہے -

۸ - بنیادی جمہوریتوں کے ارکان اور عوام کو تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے متعلق آگاہ کرنا بے حد ضروری ہے -

۹ - سرمایہ کی حصول یابی ایک بڑا مسئلہ ہے جس میں عوام کا تعاون ضروری ہے - ضرورت ہے کہ پسماندہ علاقوں کے متمول حضرات اپنا سرمایہ صنعت و حرفت میں لگائیں تا کہ حکومت کو تیسرے پنج سالہ منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں سہولت ہو - اس سلسلہ میں امداد باہمی کی سوسائٹیز کارہائے نمایاں انجام دے سکتی ہیں -

۱۰ - تیسرے پنج سالہ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بیرونی زرمبادلہ کی شدید ضرورت ہے لہذا ہمارے صنعت کاروں اور زمین داروں کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مصنوعات اور پیداوار کر بڑھائیں تاکہ انہیں برآمد کر کے زرمبادلہ حاصل کیا جا سکے -

۱۱ - واپڈا WAPDA اے - ڈی ، سی .A.D.C ٹی - ڈی - اے .T.D.A جیسے اداروں کو زیادہ سے زیادہ تقویت دی جائے تا کہ وہ اپنا کام جلد اور پر اثر طریقے سے کر سکیں -

۱۲ - اسکیموں کو بروئے کار لانے کا طریقہ کار آسان ہونا چاہیے اور اس امر پر زور دینا چاہیئے تاکہ زیادہ سے زیادہ

اختیارات ڈویژنل افسروں کو دیئے جائیں تاکہ اسکیموں کو عملی جامہ پہنانے میں دشواری اور دیر واقع نہ ہو۔

۱۳ - تعلیم یافتہ طبقہ سے بیروزگاری کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ فنی تعلیم کو عام کیا جائے۔

۱۴ - ملتان ڈویژن میں زراعت کی ترقی کے لئے مصنوعی کھاد کی فراہمی کا بڑا مسئلہ ہے اور باوجودیکہ ملتان میں ایک کھاد کا کارخانہ ہے لیکن کھاد کی سپلائی تسلی بخش نہیں ہے۔ آخیر میں یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ اگر تیسرے پنج سالہ منصوبہ کو بدرجہ اتم بروئے کار لایا گیا گو ملتان ڈویژن میں نہ صرف خاطر خواہ ترقی ہو گی بلکہ اس کے کم ترقی یافتہ اضلاع ترقی یافتہ علاقوں میں شمار ہوں گے اور یہاں کے باشندے آزادی کی نعمتوں سے صحیح طور پر بہرہ ور ہوں گے۔

بہاول پور میں بنکاری

از

ایم - بی احمد منیجر نیشنل بنک آف پاکستان بہاول پور

بنک بچت کا اہم ذریعہ ہیں لہٰذا کوشش کی جا رہی ہے کہ ان کے ذریعہ بچت کی تحریک کر فروغ دیا جا سکے -

پاکستان کی دس کروڑ آبادی میں سے کل نو لاکھ افراد بنکوں میں روپیہ جمع کراتے ہیں - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنکوں کی ترویج و ترقی کے لئے کتنا زبردست میدان پڑا ہوا ہے اور بچت کی اسکیم کو فروغ دینے کے امکانات کتنے روشن ہیں - چند سال قبل بنک اپنا کاروبار ایسی جگہوں پر چلانے کے لئے تیار نہ تھے جہاں تجارتی امکانات کا جائزہ نہیں لیا گیا تھا - معمولی آمدنی والے لوگ بنکوں میں اپنے کھاتے کھولنے کے لئے کبھی اُدھر کا رخ بھی نہ کرتے تھے لیکن اب یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ بچت کا دار و مدار لوگوں کے اپنے ارادہ اور عادات پر منحصر ہے نہ کہ ان کی آمدنی پر - اب تو یہاں تک ہونے لگا ہے کہ بڑے بڑے بنک بھی بخوشی معمولی رقموں سے بچت کے کھاتے کھولنے لگے ہیں جہاں پانچ روپے کی معمولی رقم جمع کر کے بھی کھاتہ کھولا جا سکتا ہے - بنکوں میں زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنا قومی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ سرمایہ فراہم کرنے کے مماثل ہے -

بچت کا فقدان اور نا کافی سرمایہ ایسی اہم وجوہات تھیں جو ملک کی اقتصادی ترقی میں حائل تھیں لیکن بنکوں نے اپنی خدمات کو زیادہ سے زیادہ عوام میں پیش کر کے بچت کو فروغ دیا اور اس طرح سرمایہ کاری میں اضافہ کر کے کثرت زر کے رجحان کا مقابلہ کیا - بد قسمتی سے

پاکستان کے باشندوں کی ناخواندگی اور پڑھے لکھے اشخاص کا بنکوں میں روپیہ جمع کرانے سے گریز ایسے دو اہم اسباب تھے جن کی وجہ سے بنکاری نے خاطر خواہ ترقی نہیں کی ۔

کریڈٹ انکوائری کمیشن کی سفارشات پر سٹیٹ بنک آف پاکستان نے دوسرے تجارتی بنکوں سے مل کر قومی بنیادوں پر اس ضمن میں پبلسٹی کی مہم چلائی تاکہ لوگوں کو بنکاری کے فوائد سے آگاہ کیا جا سکے ۔ اس مہم کو موثر طریقہ پر چلانے کے لئے بینکنگ پبلسٹی بورڈ کا ایک ادارہ قائم کیا گیا ۔ اس بورڈ کی چھ علاقائی کمیٹیاں لاهور، پشاور، حیدر آباد، سرگودھا، چٹاگانگ اور کھلنا میں اور دس مقامی کمیٹیاں بہاول پور، راولپنڈی، ڈیرہ غازی خان، خیر پور، کوئٹہ، گوگرہ، راج شاهی ۔ میمن سنگھ اور سلہٹ میں قائم کی گئیں ۔

بہاول پور کی مقامی کمیٹی کے صدر، ضلع کے ڈپٹی کمشنر، مقامی بنکوں کے تمام مینجر، بنیادی جمہوریتوں کے ڈائرکٹر، محکمہ اطلاعات کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر اور میونسپل کمیٹی کے وائس چیئرمین اس کمیٹی کے ممبر هیں ۔ اس سلسلہ میں بورڈ نے بنکاری اور بچت کو مقبول بنانے کے لئے سرمایہ فراهم کیا هے تاکہ (۱) رنگین پوسٹر (۲) تقاریر (۳) مضمون نویسی کا مقابلہ (۴) اخباری اشتہارات (۵) اشاعتی لٹریچر (۶) فلم اور (۷) مظاهروں کے ذریعہ اشاعت کی جا سکے ۔

بہاول پور ڈویژن میں بنکاری کی رفتار ترقی نسبتاً سست رهی هے ۔ یہ امر اس بات سے بھی واضح هو جائے گا کہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۳ءتک کل نو نئے بنک کھولے گئے ۔ ۱۹۶۰ء میں سترہ، ۱۹۶۱ میں بائیس ۱۹۶۲ء میں پچیس اور ۱۹۶۳ء میں تادم تحریر چھبیس شیڈول بنک موجود تھے ۔

اس ڈویژن میں مستقبل میں بنکاری کی ترقی کے امکانات کا دار و مدار مقامی کمیٹی اور ترقیاتی محکموں کے سربراھوں کے سرگرم تعاون پر مبنی ھے - امید کی جاتی ھے کہ بنکاری اور بچت کو عوام میں مقبول بنانے کے لئے تجارتی بنک اپنا کاروبار اندرونی علاقوں میں شروع کرے گی اور تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران بہت سے بنک کھل جائیں گے - اس بات کی بھی ضرورت ھے کہ نئے دفاتر کی کارکردگی کو بھی بہتر بنایا جا سکے اور ساتھ ھی ساتھ اکاؤنٹ ہولڈروں کے ساتھ کاروبار کے دقیانوسی طریقوں میں ترمیم کی جا سکے -

ہر شخص کی اوسط آمدنی میں اضافہ اقتصادی بہبود و ترقی کے لئے بہترین اقدام ھے - اور جو بھی پیسہ سرمایہ کاری کے لئے بچایا جاتا ھے - وہ اس ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا ھے - یہ تناسب (Marginal Rate of Saving) کہلاتا ھے - اور اس بچت میں اضافہ اس لئے ضروری ھے کہ مجموعی قومی پیداوار میں سے گھریلو بچتوں کی اوسط میں اتنا اضافہ کیا جا سکے کہ ملک کو غیر ملکی امداد پر زیادہ انحصار نہ کرنا پڑے اور بڑھتی ہوئی ضروریات کو اپنے ھی وسائل سے پورا کیا جا سکے - بہاول پور جیسے پسماندہ علاقے میں بچت کی مہم کو صحیح طور پر چلانے کے لئے اس بات کی فوری ضرورت ھے - کہ یہاں پر تجارتی بنکوں کے سسٹم میں یا تو نئے بنک جاری کئے جائیں یا موجودہ بنکوں کی نئی شاخیں کھول کر توسیع کی جائے - سٹیٹ بنک آف پاکستان کو بھی اپنی تسلی کرنی چاھئے - کہ کم ترقی یافتہ علاقوں میں تجارتی کمپنیاں بنکاری کی کافی سہولتیں فراھم کرتی ھیں یا نہیں - تجارتی بنکوں کو چاھئے کہ ان علاقوں میں وہ مختلف صنعتی اور دیگر کاروبار کے لئے جن کا مستقبل روشن ھے اور جو ترقی کے کاروں میں اپنا کردار

بخوبی ادا کر رہے ہیں ، سرمایہ فراہم کرے - مثلاً تجارتی بنکوں کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی کارکردگی کو ان علاقوں میں وسیع کریں اور رہن ، قرض اور ڈسکاونٹ Discount کی سہولتیں چھوٹے تاجروں کو بہم پہنچائیں -

بینکنگ پبلسٹی بورڈ نے اس سلسلہ میں ملک میں بنکاری کو مقبول بنانے اور بچت کا شعور پیدا کرنے کے لئے (۱) اسکول بینکنگ اسکیم (۲) ورکنگ سیونگ اسکیم بنائی ہیں -

مدرسہ میں بنکاری کی سکیم پورے ملک میں بشمول بہاولپور شروع کر دی گئی ہے - اس اسکیم کا پہلا مقصد یہ ہے کہ اسکول کے طلباء باقاعدہ بچت کی عادت ڈالی جائے - اور دوسرا یہ کہ مین بنکاروں اور ماہرین تعلیم کو اس بات کی اہمیت کا احساس ہو جائے کہ بچت کی ابتدائی تربیت کی کتنی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنی انفرادی ضروریات کے لحاظ سے اسکیم بنانے میں مدد دیجائے - یہ اسکیم برصغیر ہند و پاک میں اپنی نوعیت کی پہلی اسکیم اور ایشیا میں اسکا دوسرا نمبر ہے - ایک اور ایشیائی ملک جس نے اس اسکیم کو شروع کیا ہے وہ جاپان ہے - اس اسکیم کی کامیابی اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ گذشتہ سال کے اختتام تک تین سو انیس (۳۱۹) اسکولوں میں اسے رائج کیا گیا اور ۳۹ , ۹ , ۴۸ طلباء نے چار لاکھ بہتر ہزار چار سو چون روپے جمع کئے -

نیشنل بنک آف پاکستان نے بہاول پور ڈویژن کے آٹھ اسکولوں میں اس اسکیم کا اجراء کیا -

اس اسکیم کی شاندار کامیابی کے باوجود بینکنگ پبلسٹی بورڈ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ عادتیں مشکل سے چھوٹتی ہیں اور وہ رسومات جن کی جڑیں گہری ہو چکی ہوں مشکل سے تبدیل کی جا سکتی

میں - لیکن یہ بات بہ آسانی پیدا کی جا سکتی ہے - بشرطیکہ اوائل عمر سے ہی اسکی تعلیم دیجائے - لہذا بورڈ کی تجویز ہے کہ بنکاری اور بچت کے سلسلہ میں بچوں کے لئے زیادہ سے زیادہ لٹریچر شائع کیا جائے جو دلچسپ اور باتصویر کہانیوں ، معموں اور درسی کتب کی شکل میں بچوں کو مہیا کی جائیں - اس ضمن میں بہاولپور کی مقامی کمیٹی کے درمیان مضمون نویسی کا مقابلہ بھی کرائے گی -

اسکول بینکنگ اسکیم کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں -

(الف) بچوں کو بنکاری کی سہولتیں ان کے اپنے اسکولوں میں مفت مہیا کی جاتی ہیں -

(ب) بنک کا نمائندہ اسکولوں میں ہفتہ میں ایک بار جاتا ہے تاکہ رقوم وصول اور ادا کرے یہ دن بنک ڈے یا یوم بنکاری کہلاتا ہے -

(ج) ایک روپے کی معمولی سی رقم سے بھی حساب کھولا جا سکتا ہے اور ہر اکاونٹ ہولڈر کو اکاونٹ نمبر اور ایک پاس بک (Pass Book) دیجاتی ہے -

(د) منافع عام شرح کے مطابق دیا جاتا ہے -

مزدوروں کے لئے بچت کی سکیم : ایک مل مزدور کو ہر ہفتہ یا ہر مہینہ تنخواہ ملتی ہے اور اسے اتنی فرصت میسر نہیں ہوتی کہ وہ بنک جا سکے - کیونکہ اس کے اور بنک کے اوقات کار ایک ہوتے ہیں - مزید برآں اسکی آمدنی اتنی کم ہوتی ہے کہ وہ بخوشی معمولی سی رقم بچانے کی خواہش نہیں رکھتا - لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ بنکاری کی سہولتیں اسے اس کے کارخانے میں بہم پہنچائی جائیں اور جسکے لئے مناسب وقت دوپہر کے کھانے کی چھٹی ہے۔اسے اس بات کی بھی ترغیب دی جائے کہ وہ آنے والے مشکل دنوں کیلئے

کچھ نہ کچھ پس انداز کرے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کی چند ملوں میں یہ اسکیم رائج کی گئی ہے اور امید ہے کہ آئندہ سال اس ڈویژن کی کسی فیکٹری میں یہ اسکیم چلائی جائے۔

بنکاری اور بچت کے موضوع پر عوام کی تعلیم بتدریج اور آہستہ آہستہ ہونا ضروری ہے۔

دیہی اور نیم شہری علاقوں کے باشندوں کے دلوں میں بنکاری کے نظام کے متعلق بے اعتمادی موجود ہے اور یہ قدرتی بات ہے کہ اس نظام سے روشناس ہونے کیلئے کچھ وقت لگے گا۔ اب بھی اکثر افراد یہ سوچتے ہیں کہ صرف مالدار اشخاص اور اعلیٰ طبقوں کے لوگوں کو ہی اس بات کا حق ہے کہ وہ ایک بنک کے اندر رقم رکھ سکیں۔ لہذا ناخواندہ اشخاص کے استفادہ کی خاطر بنکوں نے یہ طریقہ بھی جاری کیا ہے کہ ایسے افراد دستخط کی بجائے شناختی کارڈ اور انگوٹھوں کے نشان کے ذریعہ لین دین کر سکیں۔

کم آمدنی والے لوگ بھی گھروں میں روپیہ رکھنے یا اسے غلط طریقوں سے خرچ کرنے کے بجائے بنکوں میں جمع کرا سکتے ہیں اس سے نہ صرف یہ کہ انہیں منافع حاصل ہو گا بلکہ انہیں اس بات کا اطمینان ہو جائے گا کہ وہ ملک کی معاشی تعمیر میں بھی حصہ لے رہے ہیں۔ کوششیں کی جا رہی ہیں کہ چھوٹے کھاتوں کے لئے جو طریقہ کار رائج ہے اس میں بھی مزید آسانیاں پیدا کی جائیں۔ چند بنکوں نے تو یہاں تک کیا ہے کہ وہ چھوٹی رقموں کے چیک کا روپیہ بغیر کسی مروجہ احتیاط کے ادا کر دیتے ہیں۔

مقامی کمیٹی کو چاہئے کہ وہ اس بات کا جائزہ لے کہ ڈویژن میں موزوں مقامات پر تیسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران کتنے

نئے بنکوں کے کھولے جانے کا امکان ہے ۔ اپنی ان سفارشات کو وہ بینکنگ پلسٹی بورڈ کے سامنے پیش کرے تاکہ مختلف بنکوں کو ترغیب دی جا سکے کہ وہ اپنی شاخیں یہاں کھولیں ۔

آمید ہے کہ تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے دوران بہاولپور ڈویژن میں بنکاری کی تجارت میں پچیس فیصدی اضافہ ہو گا جس کے ذریعہ مستقبل میں ترقیاتی اخراجات میں بھی بڑی مدد مل سکے گی اور سرمایہ کاری کے نتیجہ میں قومی پیداوار میں بھی اضافہ ہو گا اور اس طرح ایک فرد کی اوسط آمدنی میں بھی اضافہ ہو جائے گا ۔

پانچویں نشست

۲۵ ستمبر ۱۹۶۳ ۹ بجے صبح

صدر : جناب رفعت پاشا شیخ ، سی - ایس - پی -
کمشنر ملتان ڈویژن

سیکرٹری : جناب ذکا اللہ نائیک - پی - سی - ایس
ڈپٹی ڈائریکٹر (پراجیکٹس)

محکمہ منصوبہ بندی ترقیات



جناب رفعت پاشا شیخ ، سی - ایس - پی ، کمشنر ملتان ڈویژن
سیمینار کی آخری نشست کے دن صدارت فرما رہے ھیں -

روئداد پانچویں نشست

از

ذکاء اللہ نائیک پی - سی - ایس - ڈپٹی ڈائریکٹر (پراجیکٹس)

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

اس نشست میں تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے متعلق مختلف اصحاب نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا - مقررین میں مسٹر محمد امین کانجو، لفٹیننٹ معشوق علی خان، ڈاکٹر اے - ایم - خان، جناب محمد رمضان خان دریشک، مسٹر محمد صادق، مسٹر محمد عبدالغنی، مسٹر نجم الدین اور جناب نواب خان شامل تھے -

۲۳ اور ۲۴ ستمبر کو جو مقالے پڑھے گئے تھے، آن میں سے اہم تجاویز کا ایک خلاصہ تیار کیا گیا کہ اگر ایوان ان تجاویز سے اتفاق کرے تو یہ تجاویز سمینار کی جانب سے حکومت کے پاس سفارشات کی صورت میں پیش کی جائیں تاکہ حکومت غور و فرض کے بعد ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ضروری اقدامات کرے - معمولی ردو بدل کے بعد تمام سفارشات پر حاضرین نے متفقہ طور پر اتفاق کیا - سفارشات اس کتابچہ میں شامل ھیں -

اس کے بعد جناب رفعت پاشا شیخ، کمشنر ملتان ڈویژن نے تقریر فرمائی جس میں انہوں نے سمینار کی افادیت کو سراھا - آخر میں جناب سید دربار علی شاہ - کمشنر بہاول پور ڈویژن نے اس بات کو اپنی الوداعیہ تقریر میں دھراتے ہوئے کہا کہ سمینار بہت مفید ثابت ھوا ھے - اس کے بعد مجلس مذاکرہ برخاست ھو گئی -

ملتان ڈویژن کے تیسرے پنج سالہ منصوبے کے مسائل

از

محمد امین کانجو ایم - پی - اے

سب سے پہلے میں گورنمنٹ کے اس اقدام پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ تیسرے پنجسالہ منصوبے پر اظہار خیال کا موقع فراہم کیا ہے - میرے خیال میں ملتان ڈویژن و بہاولپور ڈویژن کے لئے تیسرے پنجسالہ منصوبے کے لئے بحث و مباحثہ ضروری ہے مگر اس اجتماع کا اصل مقصد علاقائی تکالیف اور ضروریات پر تبصرہ کرنا ہے - لہذا اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے ملتان ڈویژن کے علاقائی حالات و ضروریات پر مختصر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں - ملتان ڈویژن چار اضلاع منٹگمری - ملتان - مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان پر مشتمل ہے -

مظفرگڑھ و ڈیرہ غازی خاں کے بیشتر علاقے بتدریج سیم و تھور کے نظر ہو رہے ہیں یا غیر آباد پڑے ہیں - ان اضلاع میں‌سیم و تھور کی روک تھام کے لئے زیادہ تعداد میں ٹیوب ویل لگا کر زیر زمین سطح آب کو نیچے کرنا ہے - غیر ہموار اراضی کا مسئلہ بھی زیادہ تر انہی اضلاع کے متعلق ہے - لہذا ان کے لئے بل ڈوزر یونٹوں کے اضافہ پر زور دیا جائے ضلع ملتان و منٹگمری کو ترقی یافتہ اضلاع میں شمار کیا جاتا ہے - مگر ان دونوں اضلاع میں کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جن کی ہر لحاظ سے پسماندہ ہونے کی مثال پاکستان میں شایدھی مل سکے - وہ علاقے مندرجہ ذیل ہیں : تحصیل شجاع آباد ، لودھراں ، میلسی یہ تینوں تحصیلیں تقریباً ضلع ملتان کے نصف حصہ پر مشتمل ہیں - ضلع منٹگمری کی تحصیل دیپالپور غیر آباد علاقہ میں شامل ہے - ضلع ملتان کی یہ تینوں تحصیلیں ششماہی

نہر میلسی کینال سے سیراب ہوتی ہیں یہ پانی دریائے ستلج سے میسر آتا ہے اور ظاہر ہے کہ دریائے ستلج پر ہندوستان کا قبضہ ہے۔ اس کی یہ کوشش ہے کہ دریائے ستلج سے مغربی پاکستان میں سیراب ہونے والے علاقوں کو پانی سے محروم کر دیا جائے۔ اسی وجہ سے ششماہی نہروں میں تقریباً ڈھائی ماہ پانی میسر ہوتا ہے بعض زمینداروں نے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ٹیوب ویل لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن ڈیزل کی مہنگائی کی وجہ سے ٹیوب ویلوں سے سیراب ہونے پر خرچ اتنا بڑھ گیا ہے کہ لوگ اسکا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے اور عام طور پر مایوسی کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس علاقہ کی آمدنی بڑھانے کے لئے پانی کا مسئلہ اہم حیثیت رکھتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس علاقہ کی آمدنی بڑھانے کے لئے سب سے پہلے بجلی مہیا کی جائے تاکہ کاشتکار ٹیوب ویل بآسانی چلا کر پانی دستیاب کر سکیں۔

تحصیل شجاع آباد، لودھراں، میلسی، ضلع ملتان اور تحصیل دیپال پور ضلع منٹگمری آمد و رفت کے وسائل سے بالکل محروم ہے۔ تحصیل شجاع آباد میں شجاع آباد تا جلال پور، پیر والا و جلالپور تا لودھراں و لودھراں تا کہروڑ پکا تا میلسی کچی سڑکیں ہیں جو کہ ڈسٹرکٹ کونسل کی ملکیت ہیں اور ڈسٹرکٹ کونسل ملتان نے ان سڑکوں کو پختہ کرنے کے لئے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ لیکن ڈسٹرکٹ کونسل ملتان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنا سکے۔ اس لئے میں گورنمنٹ کی توجہ اس طرف مبذول کرناچاہتا ہوں کہ وہ ڈسٹرکٹ کونسل ملتان کو قرضہ یا امداد کی شکل میں روپیہ دے کر اس منصوبہ کی تکمیل میں ممد ثابت ہو اگر حالات ایسے ہوں کہ گورنمنٹ روپیہ مہیا نہ کر سکے تو میں یہ تجویز پیش کرونگا کہ ٹول سسٹم کے ذریعے روپیہ مہیا کر کے اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل پہنچایا جائے

میں ان علاقوں کی طرف سے گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ کی مشکلات کو مد نظر رکھ کر ٹول سسٹم سے رقم حاصل کرنے کے لئے ہم پورا پورا تعاون کریں گے - تحصیل لودھراں میں ایک کچی سڑک کہروڑتا دینا پور ، دینا پور تا بستی ملوک پی - ڈبلیو - ڈی کے تحت ہے جو تقریباً ۲۷ میل لمبی ہے - اس سڑک کی اہمیت کے پیش نظر موجودہ گورنمنٹ نے اسے ساڑھے تین کروڑ روپے کے منصوبہ میں شامل کر لیا ہے - گو ساڑھے تین کروڑ روپیہ جس کا مرکزی حکومت نے وعدہ کیا ہوا تھا - حکومت مغربی پاکستان کو نہیں ملا ، تا ہم حکومت مغربی پاکستان نے سال ۶۴-۱۹۶۳ء میں ساڑھے تین لاکھ روپیہ اس منصوبہ پر خرچ کرنے کیلئے منظور کیا ہے جس پر اسی سال عمل درآمد ہو گا - میں درخواست کروں گا کہ اس سڑک کی تکمیل کے لئے اسے آئیندہ تیسرے پنجسالہ منصوبے میں شامل کیا جائے - یہی حال تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری کا ہے - وہاں بھی سڑکوں کو پختہ بنانے کی سکیم کو منظور کر کے رسل و رسائل کے مسئلہ کو حل کیا جائے آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ جو علاقہ آمدو رفت اور پانی کے وسائل سے محروم ہو اس علاقہ کی ترقی کی کیا رفتار ہو گی -

یہ علاقے تعلیم ، صحت اور زراعت کی پسماندگی پانی کی کمی و ذرائع آمد و رفت کے وسائل نہ ہونے کے سبب بہت پسماندہ ہیں اس علاقے کی طرف خاص توجہ دے کر تعلیم و صحت کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جائے اور ہیلتھ سنٹر ، ہائی سکول و کالج قائم کر کے ان ضروریات کو پورا کیا جائے - اسکے لئے تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں خاص گنجائش رکھی جائے - اس علاقہ میں زراعت کی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ابھی تک پرانا طریقۂ کاشت رائج العمل ہے - ان علاقوں کو نئے طریقے سے زیر کاشت لانے کے لئے تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں مناسب اقدامات کئے جائیں - مصنوعی کھاد کی مہنگائی آمدنی بڑھانے میں رکاوٹ کا باعث بنی ہوئی ہے - مصنوعی

کھاد کی قیمت کم کی جائے ۔ ملتان میں نشتر کالج کا قیام ایک نعمت ثابت ہوا ہے ۔ لیکن نشتر کالج کے منصوبہ کی تکمیل ابھی نہیں ہوئی ہے ۔ تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں اس کی گنجائش رکھی جائے ۔

اس کے بعد میں حکومت کی توجہ زمین کی آبادی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو ڈویژن بہاولپور اور ملتان کا مشترکہ مسئلہ ہے وہ یہ کہ دریائے ستلج کے دونوں کناروں پر سیلاب کی کمی سے بہت اراضی بنجر پڑی ہے اس زمین کو زیر کاشت لانے کے لئے بجلی مہیا کر کے ٹیوب ویل لگانے کا ایک منصوبہ تیار کر کے تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں گنجائش رکھی جائے تاکہ اس غیر آباد علاقہ کو آباد کر کے خوراک کا مسئلہ حل ہو سکے ۔

ملتان ڈویژن میں ترقی کے مواقع اور مسائل
بحوالہ تیسرا پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ

از

لفٹیننٹ معشوق علی خان چیئرمین یونین کونسل نمبر ۱۳۴ چک $\frac{80}{10 R.}$

تحصیل خانیوال ضلع ملتان

مجھے محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے افسران کی اس فیاضیانہ رویہ سے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ انھوں نے ماہرین کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی تیسرے ترقیاتی منصوبے پر مشورے طلب کئے ہیں۔

اس سیمینار میں عوام کی نمائندگی اس بات کی آئینہ دار ہے کہ افسران بالا عوام کی فلاح و بہبود کی طرف پوری طرح متوجہ ہیں۔

اگر یہ سیمینار چولستان کے علاقہ میں منعقد کیا جاتا تو اس علاقے کے مسائل قریب سے دیکھے جا سکتے تھے اور اس طرح سیمینار کی افادیت میں اضافہ ہو سکتا تھا۔

درج ذیل سفارشات تیسرے پنجسالہ منصوبے میں شامل کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ خانیوال سے وہاڑی تک ریلوے لائن بچھائی جائے کیونکہ ان دونوں مقامات کے درمیان کوئی پختہ سڑک نہیں ہے۔

۲۔ میاں چنوں سے وہاڑی تک پختہ سڑک بنائی جائے

۳۔ خانیوال کے جنوب مشرق میں بھی ایسا ہی چولستان ہے جیسا کہ بہاولپور میں ہے۔ حکومت نے اس علاقے میں ٹیوب ویل سکیم پر

بہت سا رقبہ الاٹ کیا ھے لوگوں نے ٹیوب ویل نصب کرا کے ٹیلوں کو ھموار کر کے قابل کاشت بنایا ھے -

۳- اس علاقے میں لوگوں نے ٹیوب ویل نصب کر لئے ھیں اور زیادہ سے زیادہ رقبے کو زیر کاشت لانے کے لئے کوشش کی جا رھی ھے - لیکن ماھرین زراعت کی رائے ھے کہ صرف ٹیوب ویل کا پانی فصلوں کے لئے مفید نہیں بلکہ برسات کے موسم میں اگر چھ ماہ نہر کا پانی دیا جائے تو اس علاقے کی پیداور میں خاطر خواہ اضافہ کیا جا سکتا ھے -

۵- ھماری حکومت کے ذرائع محدود اور عوام غریب ونادار ھیں - یونین کونسل اور تحصیل کونسل کو دیہاتوں میں سکول کھولنے یا انکا درجہ بڑھانے میں تاخیر نہیں کرنی چاھئے - علاوہ ازیں مساجد میں بھی بچوں کو تعلیم دی جا سکتی ھے - تیسرے ترقیاتی منصوبہ میں یہ بھی شامل کیا جائے کہ ھر یونین کونسل کے ھیڈ کوارٹر پر ایک ھائی سکول ھونا چاھئے -

چند تجاویر

از

ڈاکٹر اے ایم خان ملتان

صیغۂ تعلیم

۱- پرائمری تعلیم کو عام بنانے کی اسکیم میں التوا غیر مناسب ہے۔ اسلئے تیسرے منصوبے میں پرائمری تعلیم کو عام کرنے کی پوری کوشش ہونی چاہیئے تاکہ ہمارے عوام جدید زراعت، صنعت اور صحت کے اصولوں کو سمجھنے لگیں اور ترقی کے راستوں پر گامزن ہو سکیں۔

۲- (الف) مروجہ نصاب تعلیم کے مطابق تعلیم کتابوں تک محدود ہے اور وہ بھی بہت قلیل عرصہ تک دی جاتی ہے۔ اس کا سالانہ اوسط چھوٹے اسکولوں میں تین گھنٹے اور کالجوں میں دو گھنٹے یومیہ ہوتا ہے۔ اس یومیہ اوسط سے کسی شخص کو عملی زندگی میں محنت کرنے کی عادت نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس یومیہ اوسط میں اضافے کی پر زور سفارش کی جاتی ہے۔

(ب) چونکہ مروجہ تعلیمی پروگرام میں تعمیر سیرت و کردار کے عناصر کا فقدان ہے۔ اور تعلیم حاصل کرنے والے حضرات خود فائدہ اٹھانے کا نظریہ لیکر عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں۔ اور ملک سے ہر ممکن فائدہ اٹھانے کے باوجود عوام الناس کو طرح طرح سے نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ ذہن صرف اخلاقی اور مذہبی کتابوں کے

پڑھنے سے نہیں بدل سکتا ۔ اس لئے تیسرے منصوبے کے تعلیمی پروگرام میں شائع کردہ ضمیمہ کے مطابق سیرت و کردار پیدا کرنے والی عملی ٹریننگ کے معقول انتظام کی پر زور سفارش کی جاتی ھے ۔

(ج) تعلیم کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے اور عام بنانے کی مندرجہ ذیل عملی تجاویز کی پر زور سفارش کی جاتی ھے ۔

۱ ۔ اقامتی اداروں کی تعمیر :۔ نوجوانان ملت کو ناقص گھریلو اور معاشرتی ماحول سے محفوظ رکھنے اور اعلیٰ سیرت و کردار پیدا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں اقامتی اداروں کے قیام کی پر زور سفارش کی جاتی ھے جہاں پانچ سال سے بیس سال تک کی عمر کے طلباء کو بہترین انتظامات کے تحت قومی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے لئے تیار کیا جا سکتا ھے ۔ ان اداروں میں پچاس فی صد نشستیں غربا کے بچوں کے لئے مخصوص ھونی چاھئیں اورداخلہ مقابلے کے امتحان کے ذریعہ ھونا چاھئیے ۔

۲۔ موجودہ تعلیمی اداروں میں ڈبل شفٹ کا انتظام ھونا چاھئیے ۔ مساجد کو بھی اس عظیم مقصد کے لئے استعمال کرنا چاھئیے ۔ علاوہ ازیں دیہات میں بڑے زمینداروں کے ڈیرے اور شہر میں کلب اور سینما بلڈنگ کو بھی فرصت کے وقت استعمال کرنا چاھئیے ۔

۳۔ نیا تجربہ : ۔اساتذہ اور طلباء کے درمیان زیادہ رابطہ ھونا چاھئیے ۔ تاکہ طلبا ناقص حرکت عمل سے بچ سکیں ۔ اگر موسم گرما میں سات بجے اور موسم سرما میں آٹھ بجے اسکول شروع ھو تو گیارہ بارہ بجے چھٹی ھو سکتی ھے ، نماز ظہر کے لئے پھر اجتماع ھو ۔ اور

عصر تک کتابی درس کا پروگرام جاری رہے - بعد نماز عصر ضمیمہ کے مطابق استاد کی نگرانی میں بچوں کا وقت گزرے -

۴- تعلیم بالغاں بذریعہ محکمہ تعلیم و دیگر اساتذہ - تعلیم طفلاں کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے تعلیم بالغاں بہت ضروری ہے - اگر گھر میں ایک شخص پڑھا ہو تو ان پڑھ افراد اس کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں - اس اصول پر محکمہ صحت علاج مریضاں کے علاوہ تحفظ صحت عامہ کے لئے کوشاں ہے - تعلیم طفلاں انسدادی پہلو رکھتا ہے اور تعلیم بالغاں معالجہ کے ہم پلہ ہے- اس لئے محکمہ تعلیم کو تعلیم طفلاں و تعلیم بالغاں کی مہم کو ساتھ ساتھ چلانا چاہئیے -

''مندوبین موجودہ صحت کی پالیسی میں ترمیم کی پر زور سفارش کرتے ہیں - اور مندرجہ ذیل اقدام کے حق میں ہیں ''-

۱ - عوام الناس کو عطائیت کے عذاب سے بچانے کیلئے ڈاکٹروں اور دیگر عملہ کے اعداد و شمار میں اضافہ کرنا بہت ضروری سمجھتے ہیں اور بین الاقوامی معیار مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل اعداد و شمار کی سفارش کرتے ہیں -

۱- ڈاکٹر اور آبادی کا تناسب :	۱۰۰۰ : ۱	یعنی ایک ڈاکٹر ایک ہزار آبادی کے لئے -
۲- آبادی اور ہسپتالوں میں چارپائی کا تناسب :	۱۰۰۰ : ۱	یعنی ایک چارپائی ایک ہزار آبادی کے لئے -
۳- نرس اور اسپتالوں میں چارپائی کا تناسب :	۱۰ : ۱	یعنی ایک نرس دس مریضوں کے لئے -
۴- دایہ اور آبادی کا تناسب :	۱۰،۰۰۰ : ۱	یعنی ایک دایہ دس ہزار خواتین کے لئے -

۵۔ ڈاکٹر اور ٹیکنیشن کا تناسب : ۲ : ۱ یعنی دو ٹیکنیشن ایک ڈاکٹر کے لئے ۔

۶۔ ہیلتھ اسسٹنٹ اور آبادی کا تناسب : ۱۰،۰۰۰ : ۱ یعنی ایک ہیلتھ اسسٹنٹ دس ہزار آبادی کے لئے۔

نوٹ :۔ موجودہ تناسب ضروریات کے لئے بالکل ناکافی ہے ۔ اور بغیر خصوصی توجہ کے معیار کے قریب بھی نہیں آسکتا ۔ انتظام میں اتنی دیر نہیں ہونی چاہئے ۔

۲۔ ہر یونین کونسل میں مرکز طبی امداد کی شدت سے ضرورت ہے۔ دیگر شعبہ جات زندگی میں یونین کونسل کی سطح پر انتظامات کئے جا رہے ہیں ۔ مگر طبی امداد کا انتظام آج بھی دیہی ہیلتھ سنٹر کے ذریعے پچاس ہزار آبادی کی بنا پر کیا جا رہا ہے ۔ حدود قائم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی گارنٹی نہیں کہ ایک ہیلتھ سنٹر سے کتنے ہزار افراد مستفید ہو سکتے ہیں ۔ مروجہ ہیلتھ سنٹر کا عملہ تیس افراد سے زائد ہوتا ہے ۔ تنخواہ کا بجٹ لاکھوں میں اور دوا کا بجٹ بہت مختصر ہوتا ہے اور اس کی افادیت کے خرچ مقابلے میں بہت کم ہوتی ہے ۔ اس لئے ہر یونین کونسل میں ایک فسٹ ایڈسینٹر کا قیام بہت ضروری ہے جو ''اپنی مدد آپ،، کیجئے کے اصول پر ہو سکتا ہے ۔ بشرطیکہ ہر یونین کونسل کے ایک ہزار افراد صرف ایک روپیہ مہینہ ادا کیا کریں ۔ اس مرکز کا ڈھانچہ ، اغراض و مقاصد شائع شدہ تحریر میں بالتفصیل موجود ہے اور ان مراکز کے قائم کرنے کی ہدایت B. D. ORDER-1959 صفحہ نمبر ۴۰ سیکشن ۵۱ ای کے تحت موجود ہے ۔

۳۔ شہروں میں بیمہ صحت کی اشد ضرورت ہے ۔ حکومت کے نقطہ نظر سے ملک کی پوری آبادی کے لئے طبی امداد مہیا کرنا ناممکن

ہے - حکومت اپنا بوجھ صرف بیمہ صحت کے نفاذ سے کم کر سکتی ہے، یہ نفاذ بغیر کسی خرچ کے ہو سکتا ہے - اس سکیم میں اپنے خرچہ پر مندرجہ ذیل طبقات پر متحمل ہو سکتے ہیں -

۱- صاحب حیثیت حضرات -

۲- طلباء -

۳- کارخانے کے مزدور -

بیمہ صحت کی سفارش دوسرے منصوبے کے صفحہ نمبر ۳۶۷ پر موجود ہے مگر اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا - اس لئے تیسرے منصوبے میں عمل کی پرزور سفارش کی جاتی ہے -

۴- کارپوریشن برائے ترقی طبی امداد صیغہ غیر سرکاری : غیر سرکاری اطباء اور دندان ساز (Dentist) کی تعداد سرکاری ڈاکٹروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے - اس لئے ان کی خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے - چند وجوہات کی بنا پر غیر سرکاری اطبا نہ تو بڑے ادارے قائم کر سکتے ہیں اور نہ ہی قومی خدمت کا معیار بلند کر سکتے ہیں - اگر ایک کارپوریشن وجود میں آ جائے تو غیر سرکاری ڈاکٹروں کو قرض حسنہ بھی مل سکتا ہے، اوسط درجے کی عمارتیں بھی کرایہ پر مل سکتی ہیں - اقساط پر ضروری آلات بھی مہیا ہو سکتے ہیں اور کنٹرول قیمت پر ادویات بھی مل سکتی ہیں- غیر سرکاری ڈاکٹروں کی اہمیت اور ان کی امداد کرنے کی ضرورت دوسرے منصوبے کے صفحہ نمبر ۳۶۷ اور B.D. ORDER - 1959 کے صفحہ نمبر ۳ سیکشن ۵۳ ای کے تحت موجود ہے - مگر عمل کا فقدان ہے - اس لئے تیسرے منصوبے میں عمل کرنے کی پر زور سفارش کی جاتی ہے -

انتظامیہ پالسیوں کی شدھی : ہر انتظامیہ محکمہ کے قوانین و ضوابط گذشتہ صدی کے آغاز یا وسط سے وجود میں آئے جبکہ برطانوی سامراج کا

شباب تھا اور عوام ان کی رعیت تھی، اور سرکاری افسران برطانوی حکومت کے نمائندہ تھے، نہ کہ پبلک کے نمائندے۔ سولہ سال کی آزادی عوام کے ہاتھوں قوت منتقل ہونے کے بعد اور اسلامی نظریات کو اپنانے کے باوجود بھی وہی دیرینہ قوانین اور ضوابط مسلط ہیں جس کی وجہ سے نخل جمہوری کی نشو و نما ہو سکتی ہے۔ اور نہ اسلامی نظریات کا عروج ممکن ہے اور نہ عوام آزادی ملک سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس لئے تیسرے منصوبے کے دوران محکمہ جاتی ایکٹ بالخصوص Revenue/Canal/Police وغیرہ میں ترمیم کی پر زور سفارش کی جاتی ہے۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مالیہ اور آبیانہ کی وصولی میں ترمیم کی ضرورت۔ ملک کے مختلف حصوں میں متفرق قانون رائج ہیں۔ ہر حصے میں دو ملاؤں میں مرغی حرام ہوتی ہے۔ ملا نمبر ایک پٹواری نہر اور ملا نمبر دو پٹواری مال ہیں مرغی کی جگہ کاشتکار یا زمیندار لیتے ہیں۔ ناجائز ذرائع سے ہرے بھرے کھیت ''خراب کے نقشے،، میں چڑھ جاتے ہیں۔ اور بنجر زمین ''اعلیٰ خانے،، میں درج ہو جاتی ہے۔ اس میں نہ قانون کو دخل ہوتا ہے اور نہ ایمان کو، سودا بن جانے کی بات ہوتی ہے۔ اس لئے مندوبین پر زور سفارش کرتے ہیں کہ مالیہ کی وصولی کی بنیاد بندوبستی سفارشات ہو اور بذریعہ اقساط واجب الادا ہو۔ علاوہ ازیں آبیانہ کی وصولی کی بنیاد خام فصل کے تخمینہ کی بجائے صرف کردہ پانی ہو جسکا صحیح اندازہ میٹر کے ذریعہ ہو سکتا ہے، جو زمیندار جتنا پانی لے اس قدر آبیانہ ادا کرے۔

۲۔ اسلامی اصولوں کے مطابق دفاتر کی اصلاح: برطانوی سامراج کے یادگاری قانون میں عوام کو سزا دینے اور هراساں کرنے کے داؤ پیچ موجود ہیں۔ لیکن اسلامی اصول کے تحت حاکم

اور محکوم کے لئے یکساں قانون ہونا چاہئیے تاکہ عوام ناکردہ گناہی کی سزا سے محفوظ رہیں اس سلسلہ میں یہ تجاویز غور طلب ہیں :

(الف) ہر دفتر میں دو رجسٹر ہونے چاہئین جن کا نام رجسٹر رابطہ عوام اول اور دوئم ہونا چاہئے - ان میں علی‌الترتیب دفتر میں آنے والے اشخاص اور درخواستوں کا اندراج ہو - سائل اور درخواستوں پر اقدام کرنے کے لئے نوعیت کار کے لحاظ سے مدت کا تعین لازمی ہے - اب تک پبلک سرونٹ اس قسم کی پابندی سے آزاد نظر آتے ہیں - جسکے سبب عوام کا قیمتی وقت بہت ضائع ہوتا ہے اور آن کو زیر باری ہوتی ہے -

(ب) جو جمہوری عمال یقین مدت کے بعد بھی عوامی ضروریات کی تکمیل میں تساھل یا غفلت برتیں آنہیں نا اھل اور ناقص سمجھا جائے مناسب تحقیق کے بعد انکی تنبیہ یا تنزل جیسے موثر اقدام ضروری ہیں جسکے لئے ہر ضلع میں عوامی نمائندوں کی اکثریت کی بنیاد پر ایک مخصوص جرگہ کی تشکیل لازمی ہے -

چند تجاویز

از

محمد رمضان خان دریشک ایم - پی - اے - ضلع ڈیرہ غازیخان

(۱) تونسہ بیراج کو ضلع ڈیرہ غازیخاں کی آخری حد شاہ والی تک بڑھائے جانے سے ضلع مذکور کا سینکڑوں مربع میل کا غیر آباد علاقہ آباد ہو سکتا ہے - جیسا کہ آج سے چند سال قبل تجویز تھی - نقشے تیار ہوئے تھے اور موقع پر نشاندھی کی گئی تھی - اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے سے صرف ضلع کا نہیں بلکہ ملک کے کافی حصہ کی غذائی کمی دور ہو سکتی ہے -

(۲) بجلی کے ضلع بھر میں جال بچھ جانے سے ٹیوب ویل چلائے جا سکتے ھیں جس کی وجہ سے معاشی حالت کافی سے زیادہ سدھر سکتی ہے اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہو سکتا ہے - بجلی سے فیکٹریاں وغیرہ چلائی جا سکیں گی - یہاں اسوقت کوئی فیکٹری ایسی نہیں جہاں صرف پچاس مزدور اپنا پیٹ پال سکیں - فیکٹریوں کے لگ جانے سے سینکڑوں آدمی محنت کر کے اپنا پیٹ پال سکینگے اور تجارت میں اضافہ ہوگا -

(۳) اس کے علاوہ ریلوے کا ہونا ضروری ہے - ضلع ڈیرہ غازیخاں میں ریلوے لائن کا (Earth Work) ساڑھے ستاون لاکھ روپیہ کی لاگت سے بنا ہوا ہے - ریلوے کے آ جانے سے سلسلہ تجارت بڑھ جائیگا ذرائع آمد و رفت آسان ہو جائینگے - ایسی صورت میں ایک بہت طویل و عریض مگر غیر آباد ضلع کی حالت کافی سے زیادہ سدھر جائیگی -

اگر کراچی سے آنے والی ریلوے لائن کو کشمور سے ڈیرہ غازیخاں ریلوے لائن سے ملا دیا جائے تو دفاعی نقطہ نگاہ سے یہ ریلوے لائن محفوظ ترین لائن ہو سکتی ہے۔

(۴) ضلع ڈیرہ غازیخاں میں تعلیمی حالت بہت خستہ ہے۔ یہاں پر ایک ہی کالج ہے۔ ضلع مذکور ۲۵۰ میل لمبا ہے۔ اتنی دور دراز سے جہاں ذرائع آمدورفت بھی آسان نہ ہو۔ بچوں کا تعلیم پانا نہایت مشکل ہے۔ میری تجویز ہے کہ راجن پور گورنمنٹ ہائی سکول کو جو ڈیرہ غازیخاں سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے ہائی سکینڈری سکول بنا کر تعلیم پانے والے بچوں کی مشکل کو کچھ آسان کیا جائے۔

(۵) ضلع ڈیرہ غازیخاں میں صرف سات ہائی سکول ہیں۔ چار گورنمنٹ ہائی سکول تحصیل تونسہ، ڈیرہ غازیخاں خاص، تحصیل جامپور، تحصیل راجن پور میں ہیں۔ باقی تین ہائی سکول (ڈیرہ غازیخاں اسلامیہ ہائی سکول، فاضل پور اور روجھان میں) ڈسٹرکٹ کونسل کے تحت ہیں۔ مگر تعلیمی سامان (سائینس۔ نقشے وغیرہ) اور کھیل کے سامان کسی سکول میں بھی مکمل نہیں۔ اس وجہ سے ڈیرہ غازیخاں کا تعلیمی معیار اچھا نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ تعلیمی معیار کو بڑھانے کیلئے تمام سامان سکولوں میں پورا کیا جائے جو اسوقت اور ساتھ ہی ضلع ڈیرہ غازیخان کے دو ہائی سکول (روجھان و فاضلپور) ڈسٹرکٹ کونسل کے پاس ہیں گورنمنٹ خود سنبھال لے اور ان کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی کوشش کی جائے۔

مٹھن کوٹ (ضلع ڈیرہ غازیخاں) میں حکومت نے ایک ہائی سکول کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جسکے لئے تین لاکھ روپیہ کی منظوری دی گئی ہے۔

مگر ابھی تک اس سکول کی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا - اسے فوری شروع کرایا جائے تاکہ عوام مستفید ہو سکیں

(۷) روجھان تا بنگلہ اچھہ (ضلع ڈیرہ غازیخاں) دریائی سفر طے کرنے کیلئے ایک موٹر لانچ کی اشد ضرورت ہے - مسافروں کو دریا کے آرپار جانے کیلئے سخت تکلیف رہتی ہے - کیونکہ کشتی کا سفر عام طور پر دکھن کی ہوا کا محتاج رہتا ہے - مسافر دکھن کی ہوا کی انتظار میں کئی کئی روز تک دریا کے کنارے انتظار میں پڑے رہتے ہیں - اسیطرح

علی پور اور جامپور کو ملانے کے لئے بھی ضروری ہے کہ جتوئی تا کوئلہ خوردن کشتی کے پل کے ساتھ ساتھ گرمیوں میں موٹر لانچ ہو تاکہ مسافران کو سہولت ہو -

(۸) تحصیل جامپور کے غربی شہروں مثلاً داجل حاجی پور نواں شہر بکھر پور میں پینے کے پانی کی سخت تکلیف ہے - تالابوں میں جب بارش سے اکٹھا کیا ہوا پانی ختم ہو جاتا ہے تو لوگ شہرون کو ویران چھوڑ کر چلے جاتے ہیں - عوام کی یہ تکلیف حکومت کی خاص توجہ کی محتاج ہے -

(۹) بندوق کے لائسنس زیادہ جاری کرنے سے جسقدر فائدے ہیں اسقدر نقصان بھی پیدا ہو سکتے ہیں - اس لئے یہ ضروری ہے کہ افسر مجاز لائسنس بندوق منظور کرتے وقت اس کی شخصیت کا خیال رکھے جسکا لائسنس منظور کیا جا رہا ہو -

سفارشات برائے تیسرا پنجسالہ منصوبہ

از

نواب خاں چیئرمین یونین کونسل بجنوٹ (چولستان) تحصیل و ضلع بہاول پور -

(۱) سڑکیں : (الف) یزمان تا بجنوٹ اسی میل لمبی سڑک براستہ چنن پیر ڈھوری رسول سر سے بجنوٹ تک تعمیر کیجائے چونکہ چولستان کی سب سے زیادہ آمد و رفت منڈی یزمان میں براستہ مذکور ہوتی ہے - اگر یہ سڑک بجنوٹ سے مغربی جانب آٹھ میل آگے نواں کوٹ تک بڑھا دی جائے تو تین یونین کونسلز کا وسیع علاقہ ملحق ہو جائیگا اور اس سڑک سے مفاد عامہ حاصل ہوگا - یونین ھذا کیلئے اس سڑک کا بجنوٹ تک مکمل ہونا نہایت ضروری ہے -

(ب) : ڈھوری سے چاہ جانیوالا رکنپور تک بھی ایک سڑک بہت ضروری ہے - یہ سڑک میدانی رقبہ میں سطح زمین سے اونچی کر دینا ہی کافی ہے اور ٹیلوں پر پختہ اینٹ کا کام ضروری ہے -

(۲) شفاخانے : چولستان میں کسی قسم کا شفاخانہ نہیں ہے اسلئے اہم مقامات بجنوٹ - سالم سر - رہنال - رکنپور پر ہسپتال قائم کئے جائیں -

(۳) چولستان میں اون بکثرت دستیاب ہوتی ہے جس کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے - اس کے لئے فوری توجہ فرمائی جائے اور بھیڑوں سے اون اتارنے کے مراکز ڈھوران اور رہنال میں قائم کیئے جائیں - رہنال کا چاہی پانی میٹھا ہے اور بکثرت دستیاب ہوتا ہے -

لہذا یہاں پر ایسے مراکز بخوبی کامیاب ہونگے نیز مقام مذکورہ کو علاقہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

(۴) تعلیم : بجنوٹ، سالم سر، رھنال اور رکنپور کے مقامات پر پرائمری سکول ہیں لیکن عمارت نہیں ہے۔ مندرجہ بالا سکولز کی عمارت تعمیر کی جائے۔

(۵) کم از کم دو تالاب بجنوٹ اور رکنپور کے گردونواح میں تعمیر کئے جائیں۔ سفارشات بالا کو تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں شامل فرما کر عملی جامہ پہنایا جائے۔

تجاویز برائے تیسرا پنجسالہ منصوبہ

از

نجم الدین لغاری

(۱) بہاولپور اور ملتان ڈویژن کی گھریلو مصنوعات کی سرپرستی گورنمنٹ کو خود کرنا چاہئے ۔ ان مصنوعات کی مارکیٹ پاکستان میں نہیں ہے بلکہ انکی مارکیٹ بیرونی ممالک میں بہت زیادہ ہے جس سے خاطر خواہ زر مبادلہ کملیا جا سکتا ہے اور کئی گنا زیادہ داموں پر چیزیں بیچی جا سکتی ہیں اور ساتھ ہی یہاں کی بیشتر آبادی کے لئے کام فراہم کیا جا سکتا ہے ۔ یہ مصنوعات ویسے تو تعداد میں بہت زیادہ ہیں جن کی پوری تفصیل کیلئے متعلقہ افسران اور متعلقہ آدمی فہرستیں مرتب کر سکتے ہیں لیکن مندرجہ ذیل خاصی مشہور ہیں یہ مصنوعات بیشتر صرف نمائشی ہیں جنکی بیرونی منڈیوں میں خاصی مانگ ہے ۔

(۱) بہاولپور ڈویژن خاص طور پر بہاولپور ضلع کی جوتا سازی (کھسے) جس پر سلمے اور ستارہ کا کام ہوتا ۔

(۲) ظروف سازی جو خاص طور پر بہاولپور ضلع کی مشہور ہے ۔

(۳) لکڑی کا کام جام پور (ملتان ڈویژن) میں بہت اچھا ہوتا ہے ۔

(۴) کشیدہ کاری ضلع بہاولپور اور خاص طور پر روہی عورتوں کا مشغلہ ہے ۔

(۵) نمدے ۔ (گندمی یا دلک) اور آون کی دریاں وغیرہ

(۲) (الف) چولستان کی تمام زمین نہایت زرخیز ہے - ار گنتھو اڑسا پانی بھی ہو تو بہت کار آمد ہو سکتا ہے - اس کے لئے ستلج دریا کا گھرسہوں کا پانی بہت آسانی سے کام میں لایا جا سکتا ہے - لعل سونہاوا میں ایک کامیاب خود ساختہ جھیل ہے - جہاں گرمیوں میں پانی جمع کر کے ایک وسیع علاقے کو سردیوں میں برائے کاشت اور روزمرہ استعمال کیلئے پانی دیا جاتا ہے - ستلج کے پانی سے ہم ایسے ہی دیگر چولستان کے علاقے میں کم خرچ سے جھیلیں بنا سکتے ہیں اور وہ پانی ہم کم از کم ایک فصل کے لئے وسیع علاقے کو دے سکتے ہیں -

ب) چولستان میں بہت سی جگہوں پر میٹھا پانی بھی نکل سکتا ہے اس پانی سے ہم کاشت بھی کر سکتے ہیں اور ریتلے ٹیلوں پر کھجور کی کاشت بھی باسانی کر سکتے ہیں -

(۳) چولستان کے علاقے میں یقینی طور پر تیل برآمد ہو سکتا ہے اسلئے تلاش لازمی ہے لیکن یہ کام کسی ایماندار کمپنی کے سپرد کرنا چاہئے - یہاں سوئی گیس کی طرح گیس نکلنے کے امکانات بھی ہیں اسکے متعلق بھی تحقیقات کیجائے -

(۴) کھاری پانی کو ہم میٹھا بھی بنا سکتے ہیں میرے خیال میں کھاری پانی کھجور کی کاشت کے لئے مضر ثابت نہیں ہوتا - تجربہ کیا جائے کہ اقتصادی طور پر کھاری پانی کو میٹھا کر کے استعمال کرنے میں ہم کس قدر کامیاب ہو سکتے ہیں -

(۵) چولستان میں سڑکیں نہیں ہیں جس سے نہ صرف پبلک کو تکلیف ہے بلکہ چولستان کی پیداوار سے بھی ہم مستفید نہیں ہو سکتے - چولستان

میں سڑکیں بنانا کوئی مشکل بات نہیں ہے - بلکہ ان پر بہت کم خرچ آتا ہے - چولستان کے اندر جسقدر میدانی حصہ ہے وہ اسقدر پکہ اور سیدھا ہے کہ نہ اس میں بھرائی کی ضرورت ہے اور نہ ہی سولنگ اور لک کی ضرورت ہے - صرف زمین پر نشان دہی سے سڑک بن جاتی ہے البتہ جو ٹیلہ ہے - اسپر بھرائی کی ضرورت نہیں صرف ان پر پکی اینٹوں سے سولنگ کرنے سے سڑک مکمل ہو جاتی ہے اگر اعداد و شمار دیکھے جائیں تو ریت کے ٹیلے ایسی سڑک بناتے وقت صرف $\frac{1}{5}$ حصہ کے رہ جاتے ہیں - سڑکیں بننے سے چولستان کی کافی ترقی ہو جاتی ہے -

(٦) یہ امر نہایت ضروری ہے اور چولستان و دیگر عوام کی زندگی کیلئے نہایت اہم ہے جو چولستان کے علاقے میں برائے کاروبار یا سیر و تفریح کیلئے جاتے ہیں کہ انہیں ان مقامات کی نشاندھی کرائی جائے کہ جہاں کچھ بستیاں ہیں اور پانی ہے - خود واقف آدمی چولستان میں بھول جاتا ہے - اس امر کے پیش نظر آباد علاقے میں جہاں جہاں پانی ہوتا ہے وہاں روشنی کے مینار بنائے جائیں - جسمیں رات کے وقت خاص قسم کی روشنی جلتی رہے اور دن کے وقت کسی جھنڈی وغیرہ سے نشاندھی کرائی جا سکتی ہے - صرف ٢٠ سے ٣٠ فٹ اونچے مینار بنانے سے ٹریفک اور آمد و رفت کے سلسلے میں بہت سی مشکلات کا حل ہو سکتا ہے اور اس پر زیادہ خرچ بھی نہیں ہوتا -

(٧) چولستان کے بعض آباد علاقے ہیں جسمیں خاصی پیداوار اناج اور کپاس کی بھی ہو رہی ہے لیکن ان کے ساتھ منڈیاں نہیں ہیں - ایسی جگہوں پر منڈیاں کھل سکتی ہیں یا آڑھت کی دکانیں بنائی جا سکتی ہیں -

(٨) چولستان کی اون خاصی مشہور ہے اور اگر بھیڑوں کے ترقی یافتہ فارم اور انکی باقاعدہ ترقی یافتہ طریق پر نسل کشی کیجائے

تو نہایت ھی کار آمد ثابت ھو سکتی ھے - وولن فیکٹری بھی اس ضمن میں قابل ذکر ھے - میں وولن فیکٹری بہاولپور شہر میں اجرا کے حق میں نہیں ھوں - یہ فیکٹری سروے کے بعد خود چولستان میں کھولی جا سکتی ھے - اور اس سے نہ صرف چولان کے آدمی مستفید ھونگے - بلکہ اس کی پراڈکٹس ارزاں اور سستی بھی رھینگی -

چولستان میں جانوروں کی خاصی تعداد موجود ھے اور اس میں اضافہ بھی کیا جا سکتا ھے اس کے پیش نظر چمڑے کی رنگائی کے کارخانے بھی کامیابی سے کھولے جا سکتے ھیں -

(۹) چولستان میں کوئی معقول ھسپتال نہیں ھے - چھوٹی موٹی ڈسپنسریاں کار آمد ثابت نہیں ھو رھی ھیں - چولستان کی مرکزی اور مناسب جگہ پر جہاں پانی کا خاطر خواہ انتظام ھو جائے ایک اچھے ھسپتال کا اجرا ھو سکتا ھے - چولستان میں اس کی اشد ضرورت ھے اور اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے چولستان کی ۸۰ ھزار کی آبادی کو سخت تکلیف ھے - چولستان میں متحرک ڈسپنسریاں بھی کھل سکتی ھیں -

آخر میں ستلج کے پانی سے جو ریزر وائر بننا ھیں اس میں یہ امر بھی قابل ذکر ھے جس کی طرف جناب حق صاحب نے اشارہ کیا تھا کہ ممکن ھے طب گڑھ ڈیمپ بننے سے ستلج میں اتنا پانی نہ رھے جس سے ھم ریزر وائر کی ضروریات کو پورا کر سکیں اس ضمن میں عرض ھے کہ پہلے تو گرمیوں کا تمام پانی ھندوستان نہیں روک سکتا - اور ھم گرمیوں میں ھی ستلج سے پانی لیں گے اور اگر ستلج سے پانی نہیں لے سکتے تو پھر جیسے سندھ دریا سے بہاولپور کو پانی بہم پہنچایا جا رھا ھے ویسے ھی ھم دریائے سندھ سے ان ریزر وائرز کے لئے پانی لے سکتے ھیں -

اگر هم ھیڈ پنجند سے چناب کا پانی لیگر ڈراور کے قریب ایسی ریز وائرز بنائیں تو بھی ہم بہت سا علاقہ سیراب کر سکتے ھیں - یہ سکیم قابل عمل ھے انجینئرز سے مشورہ کیا جا سکتا ھے -

آج کے مشوروں میں مندرجہ ذیل تجاویز بھی مختصراً عرض ھیں -

۱- ڈسٹرکٹ اور ڈویژن لیول پر ڈیلوپمنٹ سب کمیٹی کا ھونا ضروری ھے جو تمام اسکیموں اور فنانئنزر پر Consolidate طریق پر غور کر کے متعلقہ اداروں کو برائے منظوری اپنی تجاویز پیش کرے اس سب کمیٹی کی طرف تحصیل کونسل اور متعلقہ یونین کونسلز وغیرہ اپنی سکیمیں بھیجے - اس ڈیویلپمنٹ سب کمیٹی میں سرکاری ملازمین سے زیادہ غیر سرکاری ممبر ھوں اور یہ تقریباً Brain Truss ھوں ایسے ھی جسے کہ جرمنی میں بعض اوقات ایسی کمیٹیوں کی تشکیل تھی -

۲- سڑکوں کی تعمیر میں اس امر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاھئے اور ایسی سڑکوں کو خاصی اھمیت دینی چاھئے جو سڑک دو بڑی سڑکوں کو اس طرح ملائے کہ کچھ شہروں کا فاصلہ خاصی حد تک کم ھو جائے - ان کی تفصیل لمبی ھے - وقت بہت قیمتی سرمایہ ھے اس سے نہ صرف وقت بچتا ھے بلکہ بہت سا سفر کم خرچ پر ھو جاتا ھے -

۳- ضلع ڈیرہ غازی خاں کے کوٹلہ مغلاں کے پتن سے اور تحصیل علی پور کے جتوئی کے پتن سے ھمیں اگلے منصوبے میں ایک پل کی تعمیر کو شامل کرنا چاھئے اس سے ضلع ڈیرہ غازی خاں کی کافی اقتصادی ترقی ھو سکتی ھے - اور ساتھ ھی بہاولپور ڈویژن کے معاشرتی اور اقتصادی ترقی میں کافی اضافہ ھو سکتا ھے - ضلع ڈیرہ غازی خاں اور بہاول پور کے باشندگان کے قریبی تعلقات کی وجہ سے اس پل کا ھونا ضروری ھے -

کم از کم فی الحال کشتیوں کا پل اور گرمیوں میں ایک پانی کے جہاز کی ٹریفک نہایت ضروری ہے یہ منصوبہ اپنے اخراجات خود پیدا کریگا - اس سے کم از کم اوسطاً ۲۵۰ میل کے فاصلے کی بچت ہوتی ہے -

۴- کوہ سلیمان کے پہاڑی سلسلے میں تھوڑے سے خرچ سے ڈیمپ بنائے جا سکتے ہیں - جس سے بارش کا پانی اکٹھا کر کے نہ صرف ہم خاصی زمین آباد کر سکتے ہیں بلکہ بارش کے پانی سے جو نقصانات ہر سال لاکھوں روپے کے ہوتے ہیں اس سے بھی بچ سکتے ہیں -

۵- سکیمیں اور منصوبے جو یہاں سے تیار ہو کر جاتے ہیں ان کی منظوری اور روپے کی Sanction کی اطلاع بہت دیر بعد یہاں پہنچتی ہے پیسہ اقساط میں ہی کیوں نہ ملے لیکن اس امر کے سلسلے میں اطلاع اور جس قدر پیسہ منظور کیا جاتا ہے اس کی ترسیل سال کے اوائل حصے میں متعلقہ محکموں کو مل جانی چاہئے تاکہ کام کا آغاز و اختتام بر وقت کیا جا سکے -

۶- مختلف سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب نے مختلف سکیمیں سیمنار میں پیش کی ہیں اس پر لازمی طور پر جیسا کہ یقین دلایا گیا ہے غور کیا جائے گا - یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ اصحاب اپنی تمام تر تجاویز کی مکمل تشریح نہیں کر سکے اور بعض تجاویز کو صرف اشارتاً بیان کیا ہے اس لئے میری یہ رائے ہے کہ جب ان تجاویز پر غور کیا جائے تو نہایت موزوں ہوگا کہ تجویز دہندگان کو اس کمیٹی میں بلا کر ان حضرات سے ان کی تفاصیل طلب کی جائیں اور اس ضمن میں ان اسے مشورہ لیا جائے میرے خیال میں نہ صرف اس سے کام میں سہولت ہوگی بلکہ کام میں صحت بھی ہو جائے گی -اور اس اختصار سے جو ابہام پیدا ہوں گے وہ بھی رفع ہو جائینگے -

تجاویز

از

محمد عبدالغنی چیئرمین یونین کونسل ججہ عباسانی ، تحصیل خان پور

ضلع رحیم یار خاں

۱- ظاہر پیر داخلی تحصیل خان پور میں ہیلتھ سنٹر کا قیام :
ظاہر پیر ستھر خان پور کے شمال میں واقع ہے - اس کا کافی حصہ دریائی علاقہ پر مشتمل ہے - یہاں کے عوام طبی سہولت سے بالکل محروم ہیں - قبل ازیں تحصیل کونسل میں اس جگہ ہیلتھ سنٹر کے قیام کے لئے قرار داد پیش ہوئی تھی جو باتفاق رائے منظور ہوئی تھی لیکن ڈسٹرکٹ کونسل میں منسوخ کر دی گئی - اور ہیلتھ سنٹر کا قیام باغ و بہار میں منظور کر دیا - ظاہر پیر طبی امداد کا از حد محتاج ہے استدعا ہے کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے میں ظاہر پیر میں ہیلتھ سنٹر قائم کیا جائے -

۲- ججہ عباسانی میں ہائی سکول کا اجرا :- ججہ عباسانی شہر خان پور سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے - اس کے قرب و جوار میں کافی سکول نواں کوٹ - فتح پور - گڑھی نعیاز خاں - حاجروں شریف - چراں وغیرہ واقع ہیں - مڈل کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہاں کے غریب عوام شہر خان پور کے اخراجات کی کفیل نہیں ہو سکتے - جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ یہاں کے طلبا ہائی تعلیم سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں -

تحصیل خانپور میں صرف ایک ہی ہائی سکول ہے جو تمام تحصیل کے طلبا کو تعلیم نہیں دے سکتا۔ لہذا عرض ہے کہ ججہ عباسانی میں ہائی سکول کا اجراء فرمایا جائے۔

۳- تحصیل خان پور کی ہر یونین کونسل میں ایک ٹریکٹر منظور کیا جائے۔ تحصیل خان پور ایک پس ماندہ علاقہ ہے۔ دیگر علاقہ کی نسبت زرعی معاملات میں تحصیل خان پور بہت پیچھے ہے تحصیل خان پور میں اسقدر متمول افراد نہیں ہیں جو اپنے خرچ پر ٹریکٹر خرید سکیں اس تحصیل میں نہایت اہم ضرورت ہے کہ ہر یونین کونسل کو ایک ایک ٹریکٹر دیا جائے۔

۴- کوٹلہ پٹھان میں سول ہسپتال کا قیام : کوٹلہ پٹھان تحصیل خان پور میں یونین کونسل نے اپنی مدد آپ کے تحت سول ڈسپنسری تعمیر کر لی ہے اور وہاں معمولی علاج کا کام بھی شروع ہو چکا ہے لیکن یہ ڈسپنسری عوام کی تکالیف کا ازالہ نہیں کر سکتی ہے لہذا عرض ہے کہ اس کو ڈسٹرکٹ کونسل کی تحویل میں دیا جائے اور تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں اس کو سول ہسپتال کا درجہ دیا جائے۔

۵- کوٹلہ پٹھان میں لوئر مڈل کو مڈل کا درجہ دیا جائے : کوٹلہ پٹھان میں لوئر مڈل موجود ہے لیکن آئے دن طلبا کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اس وقت تقریباً پونے دو سو طلبا زیر تعلیم ہیں قریب میں کوئی مڈل سکول نہیں ہے لہذا استدعا ہے کہ تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں اس سکول کو مڈل کا درجہ دیا جائے۔

۶- یونین کونسل ججہ عباسانی و کوٹلہ پٹھان میں ڈسپنسری ہسپتالوں کا قیام :

تحصیل جانپور میں هوزی جان پور اور چاچراں کے علاوہ اور کسی جگہ ویٹرنری هسپتال موجود نہیں ھے - یہ دونوں مقامات یونین کونسل مذکور سے کافی دور ھیں بیمار جانور هسپتال تک پہنچنے نہیں پاتا کہ راستہ میں چل بستا ھے - تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں ان ہر دو یونین کونسلوں میں ویٹرنری هسپتال قائم کئے جائیں -

۷- ہر یونین کونسل میں کم از کم دس دس ٹیوب ویل لگائے جائیں - تحصیل خان پور ایک بہت پسماندہ علاقہ ھے - زمیندار اس قدر استطاعت نہیں رکھتے کہ وہ وہ خود ٹیوب ویل یا کنویں لگا سکیں لہذا استدعا ھے کہ تیسرے پنج سالہ منصوبہ میں ہر یونین کونسل تحصیل خانپور میں دس دس ٹیوب ویل لگائے جائیں -

چند تجاویز

از

محمد صادق ۔ بہاولپور

بنیادی جمہوریتوں اور ضلع کونسل میں مادی ترقی اور ان کے اسباب اور وسائل پر بہت زور دیا جا رہا ہے ۔ مجھے ان ذرائع و وسائل کی افادیت اور ضرورت سے قطعاً انکار نہیں ۔ مگر یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ انسان جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے ۔ جسم سفلی چیز ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ۔ خلقتہ من طین ہ‌ؕ اور روح علوی نعمت ہے ۔ قولہ تعالیٰ و نفخت فیہ من روحیی ہ‌ؕ یعنی جسم کی صحت اور روح اعلیٰ چیز ہے ۔ جسم بمنزلہ مملکت ہے اور روح فرمانروا ہے بنیادی جمہورتوں میں جسم کی صحت اور توانائی اور اس کی بھلائی و بہبود کے ذرائع اور وسائل کو کونسلوں کے سپرد کیا گیا ہے ۔ مگر روح کی بھلائی اور بہبود کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے جسطرح جسم کی خوبصورتی اعضاء کے اعتدال اور رنگت کی چمک و دمک سے ہوتی ہے اور روح کی پاکیزگی اور خوبصورتی اخلاق مرضیہ خشیۃاللہ ، انسانی ہمدردی اور رحمدلی سے ہوتی ہے ۔ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اور اسلامی معاشرت اس کے دستور میں شامل ہے اس لئے نہایت ضروری ہے کہ بنیادی جمہوریتوں اور بالائی کونسلوں کے فرائض میں شامل کیا جائے کہ جس طرح وہ سکولوں سڑکوں آب نوشی اور ہسپتالوں کے لئے کوشش کرتے ہیں اسی طرح ان کے فرائض میں یہ بات داخل کر دی جائے کہ ایک یونین اپنے اپنے علاقہ میں اخلاقی پاکیزگی منکرات اور فضول خرچیوں کا انسداد اور رکاوٹ بھی ان کے فریضہ اور قواعد میں درج ہو ۔ ان کے

حدود میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ان کے سپرد کیا جائے اور ہر یونین اور ضلع کونسل اور ڈویژنل کونسلوں کا فرض قرار دیا جائے کہ وہ ان اور اس کی طرف توجہ کریں تاکہ پاکستان ان بنیادی جمہوریتوں کے ذریعہ سے اسلامی معاشرہ کے قریب کرنے کی کوشش کریں - اپنے علاقہ کے یتیم بچوں کی پرورش اور عام بچوں کی تعلیم دینی اور اخلاق کی نگرانی کر کے اخلاق حسنہ کا عادی بنائے اور بری عادات سے ان کو بچانے کی حتی الوسع کوشش کریں تاکہ وہ اسلامی معاشرہ میں قابل قدر ثابت ہوں چوری بدکاری اور بد اخلاقی سے عام معاشرہ کو پاک رکھنے کی حتی المقدور کوشش کریں اپاهج اور بے کار لوگوں کی ہمدردی کر کے ان کے لئے زندگی کی راہ کھولیں صوم و صلوۃ کی پابندی ترغیب و ترهیب کے ذریعہ کریں اور معاشرہ کو پاک صاف بنانے کی سعی کریں اسلامی معاشرہ پیدا کرنے میں ان بنیادی کونسلوں کا یہ کردار نہایت اعلی اور کامیاب ثابت ہوگا -



جناب رفعت پاشا شیخ ' سی - ایس - پی کمشنر ملتان ڈویژن
اجلاس سے خطاب فرما رہے ہیں -

تقریر

از

جناب رفعت پاشا شیخ سی - ایس - پی ،
کمشنر ملتان ڈویژن

آپ صاحبان تین روز سے تقریریں سن رہے ہیں گفتگو کر رہے ہیں آپ بھی تھکے ہوئے ہیں اور آپ میں سے اکثر نے دور دور جگہوں پر جانا ہے - میں نہایت مختصر طور پر کچھ باتیں عرض کروں گا - سب سے پہلے میں مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں نہ صرف کمشنر صاحب بہاول پور ڈویژن اور ان افسران کو جنہوں نے اس سیمینار کا انتظام کیا بلکہ ان تمام مقررین اور ان صاحبان کو جنہوں نے سوالات پوچھے اور اس سیمینار کو کامیاب بنایا - ان کی تقریروں سے میں نے محسوس کیا ہے کہ میرا یہ خیال کہ ہمارے عوام ہماری مشکلات اور محکمانہ کارروایوں کے طریقوں سے پوری طرح آشنا نہیں ہیں وہ اب بہت حدتک غلط ہوتا جارہا ہے - ٹیکنیکل سینکشن (Technical Sanction) ایڈمینسٹریٹو اپروول (Administrative Approval) اور اس قسم کی بہت سی باتوں کا ذکر کیا گیا اور مجھے خوشی ہے کہ جو ریزولیوشن پاس کئے گئے ہیں ان میں بھی ان کا ذکر موجود ہے - تعلیم کے متعلق بہت عمدہ تقریریں ہوئیں بہت اچھے اچھے سوالات پوچھے گئے ان میں سے ایک بات دل کو لگی ہے کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد بچہ کسی کام کا نہیں رہتا - کیا اس میں تعلیمی نظام کا قصور ہے یا ہم لوگوں کی ذہنیتیں بھی ان میں شامل ہیں ؟ کیا ان کا منشا یہی ہے کیا تعلیم کا مقصد صرف کلرک ، سرکاری ملازم ، یا پٹواری بننا ہے یا تعلیم کا اور مقصد بھی ہے ؟ اگر اور

کوئی مقصد ہے تو اس مقصد کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے۔ میرا خیال ہے کہ ہم سب کو مل کر اس کے متعلق کچھ کرنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ صرف جنرل تعلیم جس سے ایک شخص کلرک بن سکتا ہے یا سی ایس پی افسر بن سکتا ہے اس کو اعلیٰ فنی تعلیم بھی دینی چاہیئے۔ اس ملک میں ماہرین فن کی بہت سخت قلت ہے اور یہ ایک ایسی بڑی قلت ہے جس نے ہمارے ترقیاتی منصوبوں کو بھی روکا ہوا ہے۔ ہم کاغذی طور پر یہ فیصلہ کر دیتے ہیں کہ اتنی سڑکیں اور اتنے ہسپتال بن جائیں اتنے سکول بن جائیں اتنی یونیورسٹیاں کھول دی جائیں لیکن کیا ان اداروں کے لئے ہمارے پاس انجینئر ہیں؟ کیا اتنے اساتذہ اور اتنے ڈاکٹر ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو ان کو مہیا کرنے کے لئے من حیث القوم کیا کر رہے لہذا ان چیزوں کی ترقی کی طرف توجہ دینی چاہئیے۔ ترقیاتی منصوبوں کے متعلق بہت عمدہ عمدہ باتیں ہوئیں بہت سی تجاویز سنیں وہ میں دوبارہ اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ آپ ان پر مزید غورفرمائیں۔

اسکے علاوہ ہمارے ملک میں زر مبادلہ کی قلت بھی ہے۔ بہت سی مشینری اور سامان دوسرے ممالک سے آتا ہے کیونکہ ہمارے ملک میں وہ بنایا نہیں جاتا اور ہر بڑی سکیم کے لئے کسی نہ کسی استعمال میں وہ چیزیں ضرور آتی ہیں۔ چنانچہ دوسرے ممالک سے مدد مانگی جاتی ہے اور وہ اپنی شرائط پر مدد دیتے ہیں اور ان شرائط کو جس حد تک نرم اور بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے وہ کی جاتی ہے۔ لیکن زر مبادلہ کی تمام دنیا مین قلت ہے لہذا اس کو بڑی احتیاط سے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پانی کی فراہمی تعلیم، صحت، سڑکیں یہ ایسی چیزیں جن پر سب صاحبان نے بہت زور دیا۔ تعلیم، ذرائع آمد و رفت، صحت، آب و برقیات کے بغیر کوئی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ ان سب سکیموں کے لئے روپیہ مختص کرنا اتنا آسان نہیں ہے کہ ہم فیصلہ کر دیں کہ فقط سڑکوں کو روپیہ دیا جائے یا تعلیم یا ہسپتال کو۔ یہ تجربہ اور مشاہدے کی بات ہے اور آج کی تقریروں سے واضح ہے کہ ملازمین کا

عوام سے اور عوام کا علازمین سے شکوہ ہے - اور اسی طرح اور بھی بہت سے شکوے ہیں - لیکن ہم اس سلسلے میں کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے - البتہ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ کون زیادہ قصور وار ہے اور ہم میں کتنے نقائص ہیں - افسوس اس بات کا ہے کہ ہم اپنے متعلق تو بہت کم جانتے ہیں لیکن دوسروں کے متعلق بہت زیادہ علم ہوتا ہے - ہمارا یہ طرز عمل تخریبی ہے - اس کے برعکس ہمیں یہ چاہئے کہ ہم دوسروں کے نقائص ڈھونڈنے کی بجائے اپنے کام کو اچھی طرح سمجھکر سر انجام دیں - اور اس طریقے سے اپنے نقائص کو خود دور کرنے کی کوشش کریں - ہمیں ایک دوسرے کے دل کو ٹھیس پہنچانے سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ یہ ایک احسن اور اسلامی طریقہ ہے -

ہمیں ان تمام خامیوں اور بد عنوانیوں کو من حیث القوم دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے - ہمیں یہ چاہئے کہ ہم سب سچ بولیں ، جو روپیہ ہمیں حکومت کو ادا کرنا ہے بلا توقف ادا کر دیں ، اپنے ہمسائے کا پانی کاٹ کر رات کو اپنے ہاں نہ لگائیں اور اپنے ہمسایوں کی عزت کریں - اگر ہم سب سمجھیں کہ ہمیں پورا تولنا ہے ہمیں اپنا ، فرض احسن طریقے سے ادا کرنا ہے - اگر ہم سمجھیں کہ رشوت حرام ہے اگر ہم سمجھیں کہ جو کچھ کرنا ہے انصاف سے کرنا ہے اگر ہم ان سب باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں تو مجھے یقین ہے کہ ہمارا قومی معاشرہ بدل جائے گا - اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم بھی ترقی کر کے قرون اولٰی کے مسلمانوں کی طرح کامیاب نہ ہوں -

الوداعی تقریر

از

سید دربار علی شاہ سی - ایس - پی
کمشنر بہاول پور ڈویژن

محترم صاحب صدر معزز خواتین و حضرات ،

ملتان اور بہاولپور ڈویژن کا یہ مشترکہ سیمینار میرے خیال میں کافی مفید ثابت ہوا ہے - مقالے معیاری تھے اور بڑی محنت سے لکھے گئے تھے - ان میں بڑی معقول تجاویز تھیں اور بعد میں بحث و مباحثہ بھی ہوا اور سوالات کئے گئے ان میں بہت سی تجاویز پیش کی گئیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان تین دنوں میں میری اپنی معلومات میں بیحد اضافہ ہوا اور اس لئے میں ذاتی طور پر آپ سب حضرات کا ممنون ہوں - عام طور پر ایک تلخ تجربہ ہوتا ہے کہ ایک میٹنگ ہوتی ہے - دھواں دھار تقریریں ہوتی ہیں - لوگ رخصت ہو جاتے ہیں - اس کے بعد یا تو کوئی نتیجہ نہیں نکلتا یا بہت کم اثر ہوتا ہے جیسے کہ "نشتند گفتند برخاستند" لیکن مجھے توقع ہے کہ جس قابلیت سے آپ نے اپنا نکتہ نظر پیش کیا - جن بہترین دماغی صلاحیتوں کا آپ نے ثبوت دیا اور جس محنت و توجہ اور دل سے پلیننگ اور ڈیولپمنٹ کے افسران نے آپ کی تجاویز کو نوٹ کیا ہے - اس سے مجھے توقع پیدا ہو گئی ہے - کہ اس سیمینار کا انجام مختلف ہوگا اور انشااللہ بہت حد تک ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے - دوسری بات جو ہمارے لئے حوصلہ افزا ہے وہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ صبح سے شام تک یہ سیمینار منعقد رہا - کل ۱۴ مقالے پڑھے گئے - ہزاروں کی تداد میں حاضریں ہال میں جمع رہے اور ہال بھرا اور کوئی شخص عمداً غیر حاضر نہیں رہا اور آخری شام تک

آپ حضرات توجہ دیتے رہے بہر کیف ہمارا کام یہ ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان کے بھی اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں ''کار ساز ما بفکر کار ما - فکر ما در کار ما آزار ما،، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور اسکی مہربانی پر توکل رکھتے ہوئے ہمت سے کام لینا چاہئے اور اپنی کوشش صبح و شام جاری رکھنی چاہئے -

میں جناب کمشنر ملتان ڈویژن کا نہایت ممنوں ہوں کہ وہ از راہ کرم اپنے مصروفیتوں کے باوجود ہماری استدعا پر یہاں تشریف لائے اور رونق محفل بنے- میں ایک بار پھر پلیننگ اور ڈیویلپمنٹ کے افسران کا محترم ایس - آئی حق صاحب کا - میاں محمد شفیع صاحب ، رشید صاحب ، قریشی صاحب اور ذکاءاللہ صاحب ، کا ممنوں ہوں کہ انہوں نے اس سیمینار میں نہایت دلچسپی کا اظہار کیا بلکہ ان کی نگرانی میں یہ سیمینار منعقد ہو رہا ہے اور اس کی کامیابی کا سہرا انہیں کی ذات پر ہے - میں معزز خواتین کا بے حد ممنوں ہوں کہ انہوں نے اس سیمینار میں بہت دلچسپی لی بلکہ ہماری توقعات سے زیادہ دلچسپی لی اور یہ حقیقت ہے کہ بہاولپور میں اتنی دلچسپی کا مظاہرہ کبھی نہیں ہوا تھا یہ یقیناً ہمارے سیمینار کی کامیابی کی ضمانت ہے - میں منتظمین کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس سلسلے میں بڑی محنت کی ہے اور آخر میں آپ سب خواتین اور حضرات کا اور بالخصوص ہمارے باہر کے آئے ہوئے مہمانوں کا خاص طور پر ملتان ڈویژن کے مہمانوں کا شکر گزار ہوں اور مجھے توقع کہ ان کا قیام نا خوشگوار نہیں رہا اور اگر کسی موقعہ پر ان کو ذاتی طور پر کوئی تکلیف پہنچی ہو تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں- ایسے مواقع پر بعض خامیاں رہ جاتی ہیں - مجھے امید ہے کہ آپ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو در گزر فرمائیں گے - ایک بار پھر میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں -

سیمینار کی سفارشات

علاقائی ترقیاتی سیمنار : بہاولپور ، ملتان ، ۲۳ سے ۲۵ ستمبر ۱۹۶۳ء تک بہاولپور میں منعقد ہوا - اس میں مندرجہ ذیل سفارشات حکومت مغربی پاکستان کے غور و فکر کے لئے باتفاق رائے منظور کی گئیں -

(الف) متفرق :

(۱) محکمانہ اور ٹیکنیکل منظوری کے طریق کار کا اس طرح احتساب کیا جائے کہ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں دی گئی رقوم موثر طریق پر خرچ ہو سکیں -

(۲) ہر ڈویژنل اور ضلعی کونسل میں ترقیاتی سب کمیٹیاں قائم کی جائیں - جو مقامی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سکیمیں مرتب کرکے ضلعی اور ڈویژنل کونسلوں میں پیش کریں -

(۳) بہاولپور ڈویژن کا دو تہائی حصہ چولستان پر مشتمل ہے - اسکی ترقی حکومت کی خاص توجہ کی مستحق ہے - اس میں اون کی صنعت ، چمڑا رنگنے کی صنعت اور Range Management پر خاص توجہ دی جائے - مناسب مقام پر ایک معیاری ہسپتال تعمیر کیا جائے -

(ب) زراعت :

(۴) ان دونوں ڈویژنوں کی معشیت کا انحصار بنیادی طور پر زراعت پر ہے - اسلئے یہاں کے کاشتکاروں کے بچوں کو

زرعی تعلیم و تربیت دینے کیلئے مناسب انتظامات
کئے جائیں -

(۵) ملتان اور بہاولپور ڈویژنوں میں جنگلی سوروں کی افراط سے فصلوں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے - ضروری ہے کہ حکومت فوری اور موثر انسدادی کارروائی کرے -

(۶) بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں میں جہاں جہاں ممکن ہو بارش اور سیلاب کے پانی کو زرعی ضروریات کے استعمال میں لانے کے لئے چھوٹے چھوٹے بند لگانے کے اقدامات کئے جائیں -

(۷) اس علاقے میں سیم اور تھور پر قابو پانے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں -

(۸) برآمد شدہ دریا برد رقبوں میں چک بندی کی جائے اور آب پاشی کے ذرائع مہیا کئے جائیں -

(۹) نہری نظام کی دیکھ بھال اور درستی کے لئے مناسب کارروائی کی جائے -

(۱۰) بہاولپور اور ملتان ڈویژن میں اہم مقامات پر ٹریکٹروں اور بل ڈوزروں کے مراکز قائم کئے جائیں تاکہ غریب زمیندار بھی مستفید ہو سکیں -

(ج) رسل و رسائل :

(۱۱) بہاولپور ڈویژن میں ذرائع رسل و رسائل کی کمی معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے - اس ڈویژن میں سڑکوں کی تعمیر پر زیادہ توجہ دی جائے - زیادہ اہم اور ضروری

سکیموں کے لئے آئندہ سال کے میزانیہ میں رقم مہیا کی جائے اور تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں اس کیلئے زیادہ رقم مختص کی جائے۔

۱۲۔ نہروں کی پٹریوں پر پختہ سڑکیں بنانے کی تجویز پر حکومت غور کرے کیونکہ یہ دیہی ترقی میں بہت ممد ہوں گی۔

۱۳۔ فورٹ عباس اور بہاولپور کو براستہ یزمان ملانے والی ریلوے لائن بند کر دی گئی ہے اسے دوبارہ زیر استعمال لایا جائے۔

(د) تعلیم:

۱۴۔ تعلیم کے شعبے میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ پہلے اور دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں جو کام شروع کیا گیا ہے اس کی تسلی بخش طور پر تکمیل کی جائے۔

۱۵۔ ان دونوں ڈویژنوں کے ہر بڑے قصبے میں کم از کم ایک معیاری ثانوی سکول قائم کیا جائے۔

۱۶۔ اسلامی تعلیم پر زور دیا جائے اور اسے نصاب میں صحیح مقام دیا جائے۔ علاوہ ازیں بنیادی جمہوریتوں کو مذہبی اور اخلاقی تعلیم کی ترویج کے لئے ذمہ دار بنایا جائے۔

۱۷۔ محکمہ تعلیم صرف ان سکولوں کی منظوری دیتا ہے جو ان کے مقرر کردہ معیار پر قائم ہوں۔ یہ طریقہ تعلیم کے فروغ میں رکاوٹ کا باعث ہے تعلیم کی ترویج کے لئے ضروری ہے کہ محکمہ تعلیم اس پالیسی پر نظر ثانی کرے۔

۱۸- اساتذہ کو معقول تنخواہیں دی جائیں تاکہ سماج میں وہ ایک باوقار طبقہ کی حیثیت حاصل کریں جو ان کا حق ہے -

۱۹- زنانہ تعلیم کے معائنہ کرنے والے عملے کے لئے مناسب رسل ورسائل کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں

(ر) صنعت و حرفت :

۲۰- چونکہ بہاول پور ڈویژن ، مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خاں کے اضلاع میں مقامی سرمایہ مہیا نہیں ہوتا اس لئے ایسے اقدمات کی ضرورت ہے جن سے صنعتیں یہاں پر قائم ہوں اور مقامی لوگوں کی بہبود کا باعث بن سکیں - اس کے لئے دو تجویزیں قابل غور ہیں :-

(الف) W.P.I.D.C. یہاں صنعتوں میں سرمایہ لگائے اور بعد میں ان قائم شدہ صنعتوں کو مقامی لوگوں کو بالاقساط فروخت کرے -

(ب) مقامی افراد امداد باہمی کے اصولوں پر صنعتوں کا اجرا کریں اس کے لئے حکومت کی طرف سے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں -

۲۱- ملتان اور بہاول پور ڈویژنوں میں مناسب مقامات پر شکر سازی کے کارخانے قائم کئے جائیں -

۲۲- بہترین اون کی پیدا وار چولستان میں ہوتی ہے ، اس کے استعمال کے لئے اونی کارخانہ قائم کرنے کے امکانات پر غور کیا جائے -

۲۳- بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں میں گھریلو صنعت کے فروغ کے لئے غیر ملکی منڈیاں تلاش کرنے اور ان میں مال کی کھپت کے لئے حکومت پاکستان مناسب کارروائی کرے۔

(س) صحت :

۲۴- بہاول پور میں ایک زنانہ میڈیکل کالج قائم کیا جائے۔

تشکر

محکمہ منصوبہ بندی اور ترقیات مندرجہ ذیل اصحاب کا ممنون ہے۔ انہوں نے سیمینار کے انعقاد کے سلسلے میں قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔

۱- جناب عباس انور شاہ	اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت
۲- جناب دین محمد	اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت
۳- جناب محمد ابراہیم لودھی	اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنیادی جمہوریت
۴- چوھدری محمد نواز	سپرنٹنڈنٹ بنیادی جمہوریت بہاولپور
۵- جناب محمد اقبال	سپرنٹنڈنٹ لوکل باڈیز بہاولپور
۶- جناب تاج محمد خاں	ڈویژن میکینک ، موبائل ڈویژن ، دفتر ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت بہاول پور۔

GOVERNMENT OF WEST PAKISTAN

PLANNING AND DEVELOPMENT DEPARTMENT
(Projects Wing)

PROCEEDINGS

OF THE

REGIONAL SEMINAR

ON

PLANNING AND DEVELOPMENT

BAHAWALPUR & MULTAN DIVISIONS

held under the auspices of
The Planning and Development Department, West Pakistan
Lahore in Collaboration with the Commissioners of
Bahawalpur and Multan Divisions.

AT BAHAWALPUR

September, 23—25, 1963.

Printed by :
Pakisan International Printers, 118, G. T. Road, Lahore.

GOVERNMENT OF WEST PAKISTAN

PLANNING AND DEVELOPMENT DEPARTMENT
(Projects Wing)

PROCEEDINGS

OF THE

REGIONAL SEMINAR

ON

PLANNING AND DEVELOPMENT

BAHAWALPUR & MULTAN DIVISIONS

held under the auspices of
The Planning and Development Department, West Pakistan
Lahore in Collaboration with the Commissioners of
Bahawalpur and Multan Divisions.

AT BAHAWALPUR

September, 23—25, 1963.

Contents

BACKGROUND PAPER ON BAHAWALPUR AND MULTAN DIVISIONS

By

MR. S. A. ABBAS

Progress Officer, Planning and Development Department

The background paper on Bahawalpur and Multan Divisions gives an overall picture of economic conditions of Bahawalpur and Multan Divisions from 1955-56 upto 1961-62. Though all the sectors have not been covered by the present paper, yet the information available in major economic indicators like Agriculture, Health, Education, etc. are sufficient for forming an idea about the general pace of progress in the two Divisions. In certain sectors data could not be obtained right from 1955-56, nevertheless the data available for last two or three years throw light on the development that has taken place in these sectors. First of all we deal with Bahawalpur Division and later on with Multan Division.

BAHAWALPUR DIVISION : Area and Population.

Bahawalpur Division comprises of three districts namely Bahawalnagar, Rahimyar Khan and Bahawalpur. The Division covers an area of 17,508 square miles and its population according to 1961 population census is 2,574,000. In 1951 the population of Division was 1,823.000, it means that the population in the Division during ten years has increased by 41,14%.

Economy of the Division :

Economy of Bahawalpur Division has been analysed on the basis of major economic indicators, viz. Agriculture, Education, Health, Water, Cooperatives and finally development expenditure during Second Five Year Plan Period in different sectors. They have been dealt with in the following paragraphs accordingly.

1. Agriculture :

The Agriculture Sector has been viewed on two basis, first land utilization and second the area and production of different food and cash crops in the Division. The Bureau of Statistics, Planning and Development Department could supply the data right from 1955-56 up to 1960-61 on the land utilization in the Division which have been represented in the form of tables attached with the paper.

Table No. 1 in Appendix shows the land utilization. It will be observed from this table that the utilization of land in the Division, the total cultivated and net sown area have been increasing.

In 1957-58 the total cultivated area was 3,060,000 acres which increased to 3,117,000 during 1958-59 to 3138,000 in 1959-60 and to 3,176,000 in 1960-61. Similarly net sown has been increasing from 2,717,000 acres in 1955-56 to 2,864,000 in 1958-59, 2,902,000 in 1959-60 and 2,860,000 acres in 1960-61. On the front of uncultivated area, it may be noted that it decreased from 1,957,000 acres in 1957-58 to 1,545,000 acres in 1960-61 showing an improvement during the period from 1957-58 to 1960-61.

In Table No. 2 of Appendix, area and production under different food and cash crops have been shown. The study of the table would give a broad picture on the side of area under different crops. The maximum area in the Division is occupied by wheat, it is, therefore, most dominant food crop in the Division as it is in the Multan Division. Another feature to be noted in this connection is that the area under wheat in the Division has been increasing except in two years 1957-56 when it was 798,000 acres and 1960-61 when it was 835,000 acres. Next in order is American Cotton. The area under this cash crop has been good up to 1956-57, it was best during the year 1956-57, when the maximum area of 462,000 acres was under this crop. After 1956-57 the area under this crop has been decreasing till it reached the minimum 376,000 acres in the year 1960-61. Other crops according to area are Gram, Rape and Mustard, Jowar, Cotton Desi, Bajra, Sugarcane, Rice and Maize. The area under these crops has also been fluctuating. These fluctuations on the whole show good results in case of all these crops.

Now coming firstly to the production of food crops, the same table reveals that the total production of crops included in the table in the year 1955-56 was equal to 343,000 tons. The contribution to this total production by different food crops was: Wheat 64.31%, Gram 16.12%, Jowar 7.8% Bajra 6.35%, Rice 3.16%, and Maize 1.72%. Thus wheat was first in production followed by Gram, Jowar, Bajra, Rice and Maize. In 1962 the total production of food crops was about 493,000 tons showing a 43,63% rise of total production in relation to that of 1955-56. The share of different crops in 1961-62 was: Wheat 71.47%, Gram 11.37%, Jowar 6.45%, Bajra 4.93%, Rice 3.23%, and Maize 2.3%. The later percentage figures show that the relative position of different crops in respect of production remained the same as it was in 1955-56. However, the rise in their production varied. It may be observed from the percentage contribution of these crops in 1955-56 and 1961-62 that whereas there was a positive increase in the production of wheat (maximum) Rice and Maize in 1961-62, the production of other crops *i.e*, Gram, Jowar and

Bajra did not increase in proportion to the increase in total production with the result that the percentage contribution of these crops to the total production fell from what it was in 1955-56.

As regards cash crops, it is important to note that the production of Sugar-cane in 1955-56 was about 75,000 tons which increased to about 226,000 tons in 1961-62, the increase in production being 200%. Similarly the production of American Cotton increased from 176,000 tons in 1955-56 to 199,000 tons in 1961-62, the rise being 13.14%. Desi Cotton also showed an increase from 53,000 tons in 1955-56 to 62,000 tons in 1961-62, the increase in production being 17.30%. The production of Rape and Mustard remained more or less the same.

2. Education :

In the field of education information regarding progress could not be obtained from 1955-56 to 1959-60, both for Bahawalpur and Multan Divisions. Because, as explained by the Bureau of Education, the boundaries of the two Divisions were not uniform since Integration up to 1960, hence the progress of education in these two divisions has been given only for two years 1960-61 and 1961-62.

According to the Bureau of Education, Bahawalpur Division comprised of three districts in the year 1960-61 and 1961-62 namely Bahawalpur Bahawalnagar and Rahim Yar Khan. The progress, in the sector of Education in these two years in respect of Number, Enrolement, Teaching Staff and Expenditure on Primary, Middle and High Schools in Bahawalpur Division has been as given in the following tables.

Table No. 1

Primary Schools.

	1960-61	1961-62	PROGRESS Actual	Percentage
Number	956	1,148	+ 192	+20·0
Enrolements	53,975	57,276	+3,301	+ 6·1
Teaching Staff	2,045	1,511	− 534	−26·1
Expenditure (in thousands)	2,792	5,387	+2,595	+92 9

As it is evident from the table the increase in the number of primary schools in 1961-62 was 20% similary enrolement was increased by 6·1%

However, there was a fall in the strength of teaching staff to the 26.1%. It might be due to frequent and constant changing of position bythe untrained teachers.

The expenditure in the year 1961-62 increased by 92.9%.

Table No. 2

Middle Schools.

	1960-61	1961-62	PROGRESS Actual	PROGRESS Percentage
Number	121	117	— 4	— 3·3
Enrolment	26,953	20,392	—5861	—22·3
Teaching Staff	1,263	1,049	— 214	—16·3
Expenditure (in thousands)	1,798	4,000	+2,202	—122·4

The above table shows a decrease of four middle schools in 1961-62. This was mainly due to the conversion of middle schools into primary schools. Enrolment of middle schools decreased by 22·3% in 1961-62 as compared with 1960-61. Again there was a fall in the strength of teaching staff by 16.9% in 1961-62 which was mainly due to non-sticking nature of untrained teachers who were always on the lookout for better opportunities. Expenditure on middle schools in 1961-62 was Rs. 40,00,000. This was more than the double of the expenditure in 1960-61.

Table No. 3

High Schools.

	1960-61	1961-62	PROGRESS Actual	PROGRESS Percentage
Number	37	44	+ 7	11·9
Enrolment	21,630	19,66	—1964	9·0
Teaching Staff (in thousands)	730	768	+ 38	5·2

A perusal of the above table would indicate an increase of seven high schools in 1961-62 as compared to 1960-61, *i. e.* 18.9%. The number of students, however, decreased in 1961-62 by 9%. This was due to the shifting of rural population to new colonies especially G.M. Barrage and Gudu Barrage. Secondly it may also be due to high cost of education at secondary level. There was an increase of 38 teachers in 1961—62 raising total strength to 768. This increase was 5.2% as compared with the number of teaching staff in 1960-61. The expenditure on high schools in 1961-62 was Rs. 28,78,000. This was 43·1% more than the expenditure in the year 1960-61.

College Education

Development of college education in Bahawalpur Division has been discussed with Multan Division. The figures provided above are sufficient to show that the general pace of progress in Education Sector in the last two years in the Bahawalpur Division has been satisfactory.

3. Health

The position of Health sector in the former state of Bahawalpur since the time of integration has been as summarised below:

At the time of integration there were 79 Hospitals and Dispensaries and 7 Maternity and Child Health Centers in Bahawalpur Division. Today there are 117 Hospitals and Dispensaries, 18 Maternity and Child Health Centres and 4 T.B. Clinics in the Division. In addition to this B.V. Hospital Bahawalpur has been raised from the level of 246-bedded Hospital to that of 425-bedded Hospital with the extensive new construction and provision of additional staff with the result that the annual budget of this institution alone has risen from Rs. 543,500 at the time of integration to Rs. 15,13,760 this year. Besides, 2 School Health Units, 1 Office of District Health Officer, 2 Offices of Assistant District Health Officers, and two Rural Health Centres in addition to one Demonstration-cum-Training Rural Health Centre built by the I.C.A. have started functioning. The progress in Health sector in the Division was also marked by the setting up of West Pakistan Medical School and Health Technician Institute both at Bahawalpur after integration. Proposals for the upgrading of District Headquarters Hospitals at Rahim Yar Khan has been approved at a cost of Rs. 9 lacs, of which Rs. 4 lacs have been provided in the current financial year and the case of up-grading of Bahawalnagar Hospital is under consideration.

However both District Headquarters Hospitals at Rahim Yar Khan and Bahawalnagar have already been improved by increasing their bed strength, by provision of safe water supply and quarters for Medical and Para Medical staff. Besides 4 Tehsil Head Quarters Hospitals have also been approved for upgrading and Rs. 2 lacs provided for this work is the current financial year. Apart from this two more Rural Health Centres at Ghani Goth and Mianwali Qureshian have also started functioning. Three more Rural Health Centres at Mandi Sadiq Ganj, Khairpur Tamewali and Ahmadpur Lama have also been approved and necessary provision for their construction has been made in the current financial year. In addition there is provision of Rs. 2.3 lacs for Laundry Plant and other equipment for B. V. Hospital, Bahawalpur during the current financial year.

This suggests that the Health Sector has remarkably developed in the Division since the time it was merged with West Pakistan.

4. Water :

The position of Bahawalpur Civil Division in the water sector since 1960-61 up to 1962—63 is fully explained in the Appendix 'A', 'B' and 'C' at the end of the paper. It will be observed from that the table provision for 18 development schemes in the year 1960-61 was Rs. 3·58 lacs. These were all new schemes. From 1961—62 the provision was equal to Rs. 3.20 lacs and the total number of schemes was 27. The total provision for the year 1962-63 amounted Rs. 3·53 lacs and the total number of schemes was 8. The picture for the current year is summarised below :

In A.D.P. 1963-64, Rs. 51·9 lacs have been provided for schemes of this sector in this Division. The major development schemes are for drainage. The principal drainage schemes in Bahawalnagar District are Kali Budhi, Mcleod Ganj and Sohel Drainage Systems. The need for providing efficient surface drainage in Bahawalnagar District has been felt for quite some time which resulted in framing of these schemes. The completion of these schemes will provide a good relief to the waterlogged areas of this district, as it will ensure speedy disposal of storm water to river. Another scheme called Liaqatpur Feroza Seepage Drain is proposed to be constructed in Rahim yar Khan District which will provide relief to this area. There are quite a few small drainage schemes taken up for Rahim yar Khan District which are, Constructing Seepage

Drainage on both sides of Panjnad Main Line ; Constructing Thul Hamza Drain and Gabol Drain.

In addition to the drainage schemes, provision has been made for quite a number of flood protection schemes. Adequate provision has been made for reconditioning various canals the Division. The principal works under this are Reconditioning Eastern Sadiqia Canal, Malik Branch and Redesigning and Raising Capacity of Bahawal Canal ; Desert Branch and Dera Nawab Branch. The provision has also been made for construction of various buildings required for staff at various places in this area.

In addition to development schemes the following Indus Basin Replacement works for the benefit of Sutlej Valley Canals in Bahawalpur Division are under execution :—

(1) Trimmu—Sidhnai Link.

(2) Sidhnai—Mailsi Link.

(3) Mailsi—Bahawal Link.

(4) Mailsi Syphon.

These replacement works will ensure full supplies during early Kharif sowing period, which have hithertofore depended on inadequate supplies of river Sutlej. This would result in development of more areas for irrigation during Kharif.

5. Cooperatives :

Cooperative Movement plays a vital role in any developing country which is pre-dominantly agricultural. Hence the importance of such movement in a country like ours can hardly be over-emphasised. It is gratifying to note that the cooperative movement in the Bahawalpur Division has achieved remarkable success since 1955-56. The overall position in this connection is given in the following table :

Table No. 4

Year.	No. of Societies	Membership	Working Capital
1955—56	752	22,635	63·76 (in lacs of Rs.)
1956—57	842	26,400	91·04
1957—58	877	31,166	103·32
1958—59	916	35,500	109·93
1959—60	917	47,088	103·17
1960—61	992	60,948	182·42
1961—62	1104	65,357	217·47

The figures given in the above table show that the cooperative movement in the Division has been progressing from 1955-56 to 1961-62. This can be judged from the fact that the number of societies in 1955-56 was only 752 which increased to 1,104 in 1961-62. Similarly their membership increased from 22,635 in 1955-56 to 65,357 in 1961-62 and finally the working capital of these societies also increased from Rs. 63·76 lacs in 1955-56 to Rs. 217.47 lacs in 1961-62.

Development Expenditure in Different Sectors during Second Five-Year Plan :

The table No. 3 in Appendix indicates development expenditure in different sectors up to 1962-63. Figures for 1963—64 are the allocation in these sectors. A bird's eye view of these tables would indicate that development expenditure during current year, i. e. 1963-64 is many times more than the previous years. This is particularly to be noted in case of agriculture where the allocation for the current year comes to Rs. 75·87 lacs as compared to Rs. 9·20 in 1960-61; in case of water, where the exdenditure is increased from Rs. 2·26 lacs in 1960-61 to 18·06 during 1963—64 and in case of Housing and Settlement where rise in expenditure is from Rs. 16.26 in 1960—61 to Rs. 101.51 lacs in 1963—64. Looked at from the point of view total expenditure from 1960-61 to 1963-64, the maxium expenditure i.e. Rs. 188.06 lacs was incurred in transport and communication, next comes Housing and Settlement where the total expenditure from 1960—61 to 1963—64 amounts to Rs. 134·15 lacs. Other sectors in order of expenditure are Agriculture, Health and Works Programme.

So much about Bahawalpur Division now we study Multan Division.

MULTAN DIVISION.

Area and Population :

There are four districts in Multan Division, namely D. G. Khan, Muzaffargarh, Multan and Montgomery. The Division stretches over an area of 24,826 square miles. The population of the Division in 1951 was 5,306,000 which increased to 6,603,000 in 1961. The percentage increase in population during the decade is 24·44%. The present economic survey of the Division since the time of integration is based on the survey of major economic indicators such as Agriculture, Cooperatives, Education, Health, Water and development expenditure in different sectors during the second plan period. This brief study gives an overall picture of the economy of the Division.

1. Agricultnre :

Agriculture is the dominant sector of Multan Division as it is so in case of other Divisions except Karachi. The investigations in the direction of land utilization and area under different crops and their production would reveal that the overall position of Agriculture sector in the Division since Integration has been satisfactory.

Table No. 4 in Appendix indicates the position of land utilization in the Division from 1957 to 1961. It would be seen that the total cultivated area increased from 6,686,000 acres in 1957-58 to 7,443,000 acres in 1960-61. The net sown, however, did not show any increase as the current fallows have been increasing. They were maximum 1,968,000 acres in 1958-59. Area under forests, has also been increasing from minimum 72 acres in 1957-58 to maximum 82,000 acres in 1959-60. In the light of these figures it may be concluded that the land utilization in the Division from 1957 to 1960-61 on the whole has been just satisfactory.

As regards area under different crops and their production since Integration, the study of Table No. 5 in Appendix would reveal that among all the crops the maximum area has been occupied by wheat. This means that wheat dominates other food and cash crops in the Division. Next to wheat is American Cotton the area under which was 854,000 acres in 1955-56 and increased to 1,006,000 acres in 1960-61. Other crops in order of area are Gram, Rice, Jowar, Bajra, Rape and Mustard, Sugarcane, Maize and Cotton Desi. Another feature to be noticed is that the area under the

crops on the whole has increased in 1960-61 from what it was in 1955-56 except Gram, Jowar, Bajra, Rape and Mustard and Cotton Desi.

As regards production, it may be noted that the total production of food crops given in the table in the Division in 1955-56 was equal to 1,022,000 tons.

The total production of these crops increased from 10,25,000 tons in 1955-56 to 1235,000 tons in 1961-62, a rise of 20.84%. So far as the percentage contribution of different crops in 1961-62 is concerned it was like this: Wheat 77.24% Rice 5.91%, Gram, 7.04%, Maize 3.10%, Jowar 3.11% and Bajra 3.56%. These percentage figures indicate that the relative position of food crops in respect of production in 1961-62 changed. Wheat remained the top crop among all the crops, Gram was second but Rice was now third in place of Jowar. Other crops in order of production were Bajra, Jowar and Maize. Another thing to be noted from the comparison of the percentage contribution of these crops is that whereas there was positive increase in the contribution to the total production in case of Wheat, Rice and Maize, the contribution of Gram, Jowar and Bajra fell as it is evident from their percentage contribution which was 9.20%, 4.60% and 4.21% in 1955-56 for Gram, Jowar and Bajra, respectively and 7.04%, 3.11% and 3.56%, respectively in 1961-62.

So far as the position of cash crops is concerned, it may be noted that the production of Sugarcane in 1955-56 was equal to 144,000 tons which increased to 246,000 tons in 1961-62, the rise being 70.83%. Similarly the production of American Cotton increased from 433,000 tons in 1955-56 to 559,000 tons in 1961-62. The rise in production was to the order of 29.09%. However, the production of Desi Cotton fell from 30,000 tons in 1955-56 to 17,000 tons in 1961-62, thus it fell by 43.33%.

In the light of above analysis of Agriculture Sector of the Division since 1955-56, it may be concluded that position of the sector on the whole has been satisfactory.

2. Education.

The overall position of Education Sector is given below :—

The evaluation of Education Sector could not be done from 1955-56 because of the changes in Educational Regions after Integration. The uniform position of Multan Division in this respect exists from 1960, hence the progress of Education in the Division has been examined for two years

from 1960 to 1962. This is based on the number, enrolment, teaching staff and expenditure from primary to college education;—

Table No. 5

Primary Schools

	1960-61	1961-62	Progress	
			Actual	Percentage.
Number	2,857	3,916	+1059	37
Enrolment	1,95,301	2,42,889	+47,588	24.3
Teaching Staff	5,929	6,770	+841	14.1
Expenditure (in thousands)	11,015	12,661	+1646	14.9

In 1961-62 an addition of 1,059 Primary Schools was made, raising the total to 3,916. The increase was 37% compared with the primary schools in 1960-61.

The enrolment in primary schools in 1961-62 was 2,42,889. It was 47,577 and 24.3% more than the enrolment in 1960-61.

The strength of teaching staff rose to 6,770 in 1961-62. It was 14.1% more than what it was in 1960-61.

The expenditure on primary schools in 1961-62 was Rs. 16,46,000 or 14.9% more than the expenditure in 1960-61.

Table No. 6

Middle Schools

	1960-61	1961-62	Progress	
			Actual	Percentage
Number.	245	287	+42	17.1
Enrolment.	55,454	48,271	−7,183	−12·9
Teaching Staff.	2,133	1,974	−159	—7.4
Expenditure (in thousands)	3,390	4,934	+1,544	45.5

In 1960-61 the status of 42 primary schools was raised to middle schools thus bringing the total to 287. It was 17.1% more than the number in 1960-61.

The enrolment in middle schools in 1961-62 decreased by 19.9% of the enrolment in 1960-61. This was partly due to the shifting of rural population to new colonies in the former province of Sind and partly due to high cost of education.

The teaching strength in 1961-62 was 1,974. It was 7.4% less than the strength in 1960-61.

The expenditure on middle schools in 1961-62 was Rs. 49,34,000. It was 45.5% more than the expenditure in 1960-61.

Table No. 7

High Schools

	1960-61	1961-62	Progress	
			Actual	Percentage
Number	124	133	+9	7.2
Enrolment	69,358	63,109	−6,249	−9.2
Expenditure (in thousands)	3,935	5,309	+1,374	34.9

The number of high schools in 1960-61 was 133. It was 7.2% more than the number in 1960-61.

As far as the enrolment is concerned it was 6,249 or 9% less than the enrolment in 1960-61. The reasons for this have been mentioned previously.

The expenditure on high schools in 1961-62 rose to Rs. 53,09,000. It was Rs. 13,74,000 or 34% more than the expenditure in 1960-61.

Colleges : No distinction of Intermediate and Degree Colleges has been made while evaluating the educational progress regarding Multan and Bahawalpur Divisions.

Table No. 8

Number, Enrolment, Teaching Staff and Expenditure in Bahawalpur and Multan Divisions (combined)

	1960-61	1961-62	Progress	
			Actual	Percentage
Number	17	19	+ 2	11.7
Enrolment	8,888	9,159	+271	3.0
Teaching Staff	371	435	+ 63	16.9
Expenditure (in thousands).	2,628	2,908	+280	10.6

In 1960-61 there were 19 colleges. This number was 11.7% more than the number in 1960-61. The increase in enrolment and teaching staff was 3% and 16.9% respectively. The expenditure on colleges was Rs. 29,08,000 in 1961-62. It was 10.6% more than 1960-61.

Normal Schools : A normal school is an institution for training of teachers for primary, middle and high schools. In order to make maximum use of the available resources and to have economy, teachers training classes have been started in well established and_reputed high schools. While evaluating the progress no distinction has been made between an independent school and attached classes.

Table No. 9

Number and Enrolment of Normal Schools in 1961-62 as compared with 1960-61—

	1960-61	1961-62	Progress
Number	10	27	+ 17
Enrolment	740	1,469	+729

In 1960-61 there were 10 institutions for the training of teachers. In 1961-62 this number have to rose to 27. Enrolment of these institutions in 1960-61 was 740 and 1961-62 it was 1,469 nearly double the enrolment of 1960-61.

An examination of the foregoing account and the cited tables indicate the fact rather clearly that during the period under review Multan Division made appreciable improvements in all sub-sectors of education.

3. Health:

The progress in Health Sector from 1955-56 up to 1961-62 in Multan Division is as summarised below :—

The bed strength of Nishtar Hospital was increased from 378 to 531. The New District Headquarter Hospital Muzaffargarh was completed with a bed strength of 125 as compared to . 1 in old Civil Hospital. The status of Civil Hospital Montgomery was raised to a District Headquarter Hospital, with a bed strength of 75 as compared to 48. A new post of Medical Superintendent, District Headquarter Hospital Montgomery was created. Besides, following Rural Health Centres are either under construction or are functioning:—

(i) Kacha Khu	... Multan District.
(ii) Shahar Sultan	... Muzaffargarh District.
(iii) Jatoi	... Muzaffargarh District.
(iv) Fazilpur	... D. G. Khan District.
(v) Mithan Kot	... D. G. Khan District.

The above analysis shows that a fair progress has been attained in the Health Sector in Multan Division.

4. Water :

The yearly provisions for the development of Water Resources in Multan Division from 1960 up to present have been Rs. 92.25 lacs in 1960-61, Rs. 86.96 lacs in 1961-62, Rs. 68.56 lacs in 1962-63 and Rs. 83.61 lacs in the current financial year. There were 16 schemes in 1960-61 : out of which 12 have been completed. Taunsa Barrage is the biggest scheme of the Division and is still under implementation. In the year 1961-62 the total number of schemes was 11 including Taunsa Barrage. The number of schemes in 1962-63 was 10 out of which one namely "Constructing protection works downstream Trimmu Headworks" was dropped. The position of Water Sector during the current year is as given below :—

The total of Rs. 83.61 lacs for development schemes is available in the Annual Development Programme for 1963-64 for the irrigation schemes

pertaining to Multan Division. The major schemes are Taunsa Project with Extension ; Construction of Spill Channel at Sidhnai ; Flood Control by Detention Dam and Water Spreading Scheme on Vidor Hill Torrent in D. G. Khan and Hydrological and Geological Investigations of Flood Detention in the Upland of D. G. Khan District and Extension of Chenab Bund below R.D. 197,700 to tail Nawabpur Escape. In addition there are a number of flood protection works which are in progress.

Taunsa Project which was started some time during 1953-54 is now approaching its final phase of completion. The extension part of Taunsa Project was sanctioned by the National Economic Council and work on it is likely to be taken up during this financial year. The work on the construction of Sidhnai Spill Channel has also been completed and provision made during 1963-64 is for liquidating some liabilities. The work of Hydological and Geological investigation for Flood Detention is in progress since 1958 and work is proceeding according to the approved programme. The progress on flood control works provided in Annual Development Programme for 1963-64 is proceeding satisfactorily.

5. Cooperatives :

The picture of Agriculture perhaps would remain incomplete if an important movement, i.e. the Co-operative Movement of the rural economy of the country is ignored. This Movement is playing most significant role in the solution of economic problems particularly that of credit in our rural society. The progress of Cooperative Movement in Multan Division has been assessed on the basis of number of societies, their membership and working capital of these societies. Table No. 3 reveals that the Cooperative Movement in this Division has been satisfactory as the number of societies, their membership and working capital all show an increasing trend from 1955-56 to 1961-62. The number of societies in Multan Division in 1955-56 was to the order of 3,263 which increased to 4,754 in 1961-62 similarly the membership of these societies in 1955-56 was 1,23,852 which went up to 201,782 in 1961-62. As regards working capital it may be noted that in 1955-56 the working capital of these societies stood at Rs. 775.68 lacs which increased to Rs. 1,391.02 lacs. This shows that the Cooperative Movement achieved quite a success in this Division in the last 7 years.

6. Development Expenditure in Different Sectors during Second Five Year Plan Period:

The position of development expenditure in different sectors from 1960-61 up to 1963-64 has been indicated in the table No. 6 given in the

Appendix. It may be noted here that the figures up to 1962-63 show development expenditure and those from 1963-64 indicate allocations in different sectors for the said year.

The brief picture of development expenditure in different sectors as indicated by the table is as follows : The maximum expenditure of Rs. 1,738.90 was incurred in water and power sector in the past. Next to this sector is Industries where the figure is as high as Rs 1574.75 lacs. Other sectors in order of expenditure are Works Programme, which has been introduced from the current financial year, Agriculture, Transport and Communications Housing and Settlement, Health, Education and Social Welfare.

CONCLUSION

The above economic analysis of Multan and Bahawalpur Divisions leads to the conclusion that both the Divisions have attained a fair rate of growth. The economic conditions of these Divisions are taking better shape, creating an atmosphere conducive to further growth.

APPENDIX

TABLE No. 1

LAND UTILIZATION IN BAHAWALPUR DIVISION

FROM 1957—58 TO 1960—61

(*Thousand Acres*)

Year	Total Acreage	CULTIVATED			UN-CULTIVATED AREA			
	Reported	Total	Net Sown	Current Fallows	Total	Culturable Waste	Forest	Not available for cultivation
1957-58 ...	4717	3060	2717	343	1657	791	15	851
1958-59 ...	4718	3117	2864	253	1601	876	15	710
1959-60 ...	4721	3138	2992	236	1583	855	15	713
1960-61 ...	4721	3176	2860	316	1545	821	13	711

TABLE No. 2

AREA UNDER DIFFERENT CROPS AND THEIR PRODUCTION IN BAHAWALPUR DIVISION

FROM 1955-56 TO 1960-61

(*In Thousands Acres*)

Year	Wheat	Rice	Gram	Maize	Jowar	Bajra	Sugar-Cane	Rape and Mustard	Cotton American	Cotton Desi
1955-56 ...	833	43	247	26	133	104	60	178	443	125
1956-57 ...	798	50	244	28	124	153	78	152	462	142
1957-58 ...	843	55	205	44	121	105	133	167	429	162
1958-59 ...	918	45	261	36	130	130	122	197	383	107
1959-60 ...	932	54	275	35	122	107	120	148	398	137
1960-61 ...	835	60	178	37	119	123	132	121	393	119
1961-62 ...	959	54	219	33	128	118	176	160	376	135
	PRODUCTION									
	(000 tons)	(000 tons)	000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons	(000 tons)	(000 bales)	(000 bales
1955-56 ...	220·6	12·4	55·3	5·8	27·0	21·9	74·8	31·6	175·4	52·4
1956-57 ...	236·6	14·6	67·2	6·2	25·1	32·6	81·6	27·0	174·5	59·3
1957-58 ...	225·2	16·1	55·3	9·7	26·6	23·0	137·3	33·4	173·3	65·3
1958-59 ...	341·1	12·9	64·3	8·5	28·2	27·7	132·8	42·1	183·5	63·1
1959-60 ...	354·8	15·6	70·7	9·3	27·4	23·1	121·3	30·1	204.5	59·4
1960-61 ...	296·5	15·7	42·8	11·5	28·7	25·8	136·9	21·9	202·6	54·5
1961-62 ...	351·8	15·8	56·1	12·5	31·8	24·3	225·5	32·0	198·8	61·3

TABLE No. 3

DEVELOPMENT EXPENDITURE IN DIFFERENT SECTORS IN BAHAWALPUR DIVISION

FROM 1960-61 TO 1963-64

In Lacs of Rupees

Year	Agriculture	Water and Power	Industries	Transport and Communications	Housing and Settlement	Education	Health	Social Welfare	Works Programme
1960-61 ...	99·20	2·26	...	27·36	16·26	11·11	9·84	...	...
1961-62 ...	4·25	3·80	...	44·92	11·46	9·90	24·79	...	...
1962-63 ...	3·49	...	...	29·99	5·02	8·11	3·15	...	...
1963-64 ...	75·87	18.00	8.51	85·79	101·51	27·03	25·83	...	62·70
Total	92.81	24.06	8·51	188·06	134·25	56·15	63·61	...	62·70

TABLE No. 4

LAND UTILIZATION IN MULTAN DIVISION

FROM 1957-58 TO 1960-1961

In Thousand Acres

Year	Total Acreage	CULTIVATED AREA			UN-CULTIVATED AREA			
	Reported	Total	Net Sown	Current Fallows	Total	Culturable Waste	Forests	Not available for cultivation
1957-58 ...	13,342	6,686	5,731	955	6,656	4,324	72	2,260
1958-59 ...	13,346	7,177	5,209	1,968	6,169	3,780	81	2,308
1959-60 ...	13.313	72,04	5,518	1,686	6,109	3,749	82	2,278
1960-61 ...	13,345	7,443	5,704	1,739	5,902	3,502	81	2,311

TABLE No. 5

AREA UNDER DIFFERENT CROPS AND THEIR PRODUCTION IN MULTAN DIVISION

FROM 1955—56 TO 1961—62

Year	Wheat	Rice	Gram	Maize	Jowar	Bajra	Sugar-Cane	Rape and Mustard	Cotton American	Cotton Desi
					AREA SOWN (*In Thousand Acres*)					
1955-56 ...	2287	195	425	77	255	229	121	221	854	75
1956-57 ...	2164	204	421	74	296	240	128	179	930	75
1957-58 ...	2203	210	350	74	182	167	175	161	935	70
1958-59 ...	2278	205	389	73	175	183	187	223	824	83
1959-60 ...	2458	217	430	91	181	175	172	191	885	53
1960-61 ...	2354	231	342	99	227	186	176	160	833	40
1961-62 ...	2398	239	366	91	249	191	185	125	1006	39
					PRODUCTION					
	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 tons)	(000 bales)	(000 bales)
1955-56 ...	772·6	37·8	94·3	27·4	46·7	42·7	143·7	39·9	432·5	30·0
1956-57 ...	809·7	54·1	91·9	26·9	58·8	47·2	150·3	34·2	477·9	32·0
1957-58 ...	858·7	41·2	81·3	26·7	31·5	32·5	203·1	31·0	469·6	26·1
1958-59 ...	932·5	44·7	88·3	30·4	32·3	39·4	218.2	34.8	423.5	30·7
1959-60 ...	893·2	52·3	107·7	33·3	32·9	36·2	183·0	46·4	488·8	22·5
1960-61 ...	924·8	64·8	87·4	38·7	30·4	42·2	229·5	29·9	449·4	16·3
1961-62 ...	954·1	72·7	86·6	38·4	39·2	43·8	245·8	26·4	558·7	16·8

TABLE No. 6

DEVELOPMENT EXPENDITURE IN DIFFERENT SECTORS IN MULTAN DIVISION

FROM 1960-61 TO 1963-64

(*In Lacs of Rupees*)

Year	Agriculture	Water and Power	Industries	Transport and Communications	Housing and Settlement	Education	Health	Social Welfare	Works Programme
1960—61 ...	20·22	127·11	761·90	20·44	17·60	2·48	17·68	0·04	...
1961—62 ...	13·06	852·30	245·17	20·61	17·92	9·20	14·17	...	...
1962—63 ...	17·46	371·32	512·12	8·47	8·43	0·18	2·31	...	...
1963—64 ...	34·78	387·57	55·56	34·62	39·77	12·41	5·94	...	122·10
Total ...	85·52	1738·90	1574·75	84·14	83·72	24·27	40·10	0·04	122·10

SOME PROBLEMS OF EDUCATIONAL DEVELOPMENT OF THE COUNTRY IN GENERAL AND OF BAHAWALPUR IN PARTICULAR

By

DR. H. H. BILGRAMI

Director, Academy of Islam Studies
and
Rais-ul-Jamia-e-Islamia, Bahawalpur

Last year I had the honour to paricipate in a very exciting and interesting Seminar held by the Planning and Development Department at Quetta under the inspiring guidance of the Additional Chief Secretary, (Development) Mr. S.I. Haque.

Surprisingly enough, this year, I am at Bahawalpur and have been given the privilege by the Commissioner, Bahawalpur Division, to express my views on the educational problems of this Division before this august body.

In the paper read at Quetta I dealt with aims and objects of the education along with some of the special problems of Quetta Region. I had also stated that education is a continuous, never ending process through which a harmonious development of the body, mind and spirit is achieved. I need not repeat it here, but I do hope that the Planning and Development Department will keep it in mind in a more bold and pronounced manner than it has so far been done. It is needless to say that the object of education is to produce persons with character, knowledge, integrity, honesty and above all a fear of God, which we should not hesitate to proclaim and follow in educational practices.

I propose to divide this paper under two heads :

1. Question of priorities in the field of Education in the Third Five-Year Plan.

2. Problems relating to the Educational Development of the Bahawalpur Division.

1. Priorities of Education in the-Third Five Year Plan

In the First Five-Year Plan our priorities were laid down roughly as follows :-

(*i*) To arrange for the training of teachers to bring to a minimum Education Standard.

(*ii*) To arrange for Vocational Education.

(*iii*) To provide equipment, laboratory buildings, research facilities to a minimum Education Standard, and to improve the existing schools and open new schools.

These priorities are well summarised by the Planning Commission as filling up the gaps where necessary and making a modest expansion in the system having regard to the sources available.

The Second Five-Year Plan went a step further and stressed the need of expansion at every stage. The Commission on National Education had submitted a comprehensive report in 1959 and the Second Five-Year Plan included the principal recommendations and targets as indicated by the National Education Commission within the limits of available resources. The greatest contribution of the Commission on National Education and the Planning Commission was the bold recognition of the fact that "Education is a productive activity and not merely a piece of social infra-structure."

The Plan provided for Primary Education, raising the target of the school-going age children from 40% to 60% by 64-65.

It emphasised the diversification of the courses at the Secondary stage and suggested measures to improve the quality of education—Technical, Professional and Higher. It also provided for the establishment of technical, agricultural and additional academic Universities in both the Wings.

It will be for the Planning Commission and the planning cells of the various Departments of Education to evaluate the success of the plan both in terms of targets and the quality of education. No doubt the priority of the Third Five-Year Plan will be based on the results of the evaluation, but with the little knowledge I have of the educational developments of the country for the last nine years, I am inclined to think that certain sectors of education still need special attention. While I emphasise these sectors I do not mean that I under-rate the importance of other sectors. Different sectors of education—Primary, Secondary, Higher, etc. are so inter-related to

one another that it will be difficult for any educationist to lay down the priorities in any very definite order, yet priorities have to be determined.

Top priority should be given to consolidation and filling up the gaps that still exist in our educational system at all stages. An examination of the institutions both in East and West Wings will reveal that there is much which is still wanting in our primary and secondary schools in respect of buildings, scientific equipments, books and teaching aids. This deficiency is more pronounced at the Secondary stage than anywhere else. Our Secondary Education has neither expanded to the extent it was envisaged nor has been given the direction as proposed by the Commission on National Education, except that a few public schools have been established here and there. Secondary education is still our weakest link.

Our slogan in the Third Five-Year Plan should be to improve our Secondary Education—a cry that was raised by Arnold in England in 1801 and which gave a lead to British system of education in the West. At the higher stages also most of our Universities are mere skeletons and need special care. While thinking of the gaps the most evident gap is still the religious education. While much lip-loyalty to Islam is being paid, it has not yet been accepted as a central purpose of education as it should have been. Unless the central purpose is accepted and translated into practice it will not be education but merely technical skills which we will be imparting in empty souls? The establishment of a Islamic University to provide real guidance is overdue. Steps have been taken by the Auqaf Department to establish a Jamia Islamia at Bahawalpur on the lines of Al-Azhar—the first and the most famous Islamic University of the world. It is necessary to recognise the degrees of Jamia Islamia and it should be supported with funds by the Government like any other University of the country.

Opening of new institutionss :

Universal primary education has been the goal of the country for the last 15 years. This must be achieved latest by 1975. Persons in the field will have to indicate the reasons for the slow progress. In this connection a conference of the Primary School Headmasters may be convened by the Department of Education in both wings to find out the difficulties and the bottlenecks which are faced by the men in the field.

Technical Education ;

The facilities of technical education have to be considerably increased if the execution of the development plans of other sectors such as Agriculture, Industry, Water and Power, etc. is to be taken up with confidence.

Teachers' Training :

Institutions for the training of teachers should be established both for Primary and Secondary Schools.

College Education :

Provision for expansion of College education has also to be made.

Libraries :

Last but not the least, we should strengthen our libraries and provide for cultural activities in a proportionate manner.

2. **Problems Relating to the Educational Development of Bahawalpur Division** :—Bahawalpur has been an independent State since the British Rule and as such it had its own advantages and disadvantages. Till 1955 it continued to enjoy its previous status even at a very high cost. The other areas of West Pakistan were developing with speed, Bahawalpur lacked behind because of its limited resources. This was realised by the generous Ruler as well as by the Government of Pakistan and eventually Bahawalpur was made an integral part of the West Pakistan Province. Bahawalpur Division covers an area of 17,508,Sq. miles with a population of 26,00,000 souls. Most of the land is irrigated by canals and ⅓rd of it is still a desert. Several parts of Bahawalpur such as Cholistan resemble, in some way or the other, with Quetta, as far as the way of life of the people is concerned. They are nomadic and do not have a home. Their children move along with the family from 'Toba' to 'Toba' (a place where rain water is accumulated) and have little opportunity of even learning three Rs. at any one place. Even the town life moves tamely without any bustle. The division lacks in industrial development and standard of living on the whole, in comparison to other parts of West Pakistan is very low. Like Quetta it is suffering mostly for want of water supply. The lands otherwise are quite fertile and capable of giving good yield. People are thriving mostly on dates, yet they are of noble temperament, quiet, painstaking and modest. This attitude, perhaps, has been inculcated by the religious education which was prevalent eversince it was a State under British Rule. Only in the last five years, the State has shown an unparalleled progress in most fields including education, yet it has its own problems.

The educational problems of Bahawalpur pertain both to quality and quantity. A statement given below shows the number of primary, middle,

high, Arabic and Tanzeem Schools in Bahawalpur Division:—

1. No. of school-going age children : 1,94,180

2. No. of Primary schools in the Division. 1,193

	1948	1955	1958	1963.
3. No. of students in Primary Schools .	9875	25379	38348	70112
4. No. of students in Madrisas .	2413	19001	20663	25231
5. No. of trained teachers in Madrisas .	209	633	936	1634
6. No. of middle schools and high schools excluding primary schools	21	81	112	201*
7. No. of trainad teachers in secondary schools.	111	672	850	1535
8. Educational Budget for Bahawalpur Division.	10,49,300	60,26,400	75,21,631	1,18,16,600

* Including 37 High Schools.

It will be seen that out of about 2 lac students of school-going age only 70 thousand are in the schools, *i.e.* aboat 34%. While the Plan intends to raise the number of students at the primary stage from 40 to 60 in the Second Five-Year Plan, Bahawalpur Division has not yet even touched the minimum from where it was to be raised. It is doubtful if in the remaining year or two of the Plan the number will be increased in any substantial manner, particularly because of the financial difficulties the schools are facing. Most of these schools are lacking proper buildings, equipments, residential quarters. Many, which are situated at a far flung and out of the way area, are unable to get sufficient attention from the Department because of the transport difficulties. These schools are like barren quarters without maps, globe or charts.

Madrasa Education has shown a considrable increase in the number of students and the enrolment has arisen from 4130 in 1948 to 25,251 in 1963. But these madrisas are no better, in fact worse than the

counterpart institutions, *i.e.* Primary Schools or Middle Schools. With some efforts these Madrasas can well be integrated into a Primary and Middle school system. A few, about 35, which are imparting Dar-ul-Uloom education can be improved independently. The Middle and High Schools and Teachers' Training Centres have also shown considerable increase particularly from 1958 onwards. The educational budget of the Division has also gone up from 10.5 lacs to 1.18 crores, but the difficulties, too, are multiplying particularly because of the decision that the District Councils and Local Bodies should meet about 50 percent of the expenditure on account of the salaries of the teachers of the new Primary Schools to be opened. Besides they have to provide the building of the school also. This load, this area is finding most difficult to shoulder. The education authorities to whom I had the privilege to discuss some of these issues enumerated their difficulties as follows :—

(*i*) The District Councils and the Local Councils do not pay their shares due from them, for the implementation of development schemes. For instance, the District Councils have almost always been reluctant in sharing the expenditure on the upgradation of Primary to Middle standard, Middle to High standard or introduction of Industrial Art Courses in Middle Schools. Similarly the Union Councils and the District Councils are not willing to meet the 50% expenditure on account of the salaries of the teachers of the new primary schools to be opened.

(*ii*) The District Councils and the Local Councils are not taking any effective steps for the repairs of the school-buildings which is their responsibility.

(*iii*) They are also not prividing necessary equipement to the schools which is their statuary obligation.

(*iv*) In old abadies of the District, land is generally not available for play fields and other school purposes.

(*v*) Similarly there is acute shortage of play-grounds for schools in urban areas.

(*vi*) Effective supervision of development schemes and schools more particularly of those schools which are situated in far flung and out of the way areas of the districts like Cholistan is not possible without proper transport arrangements. A jeep

is most urgently needed for the district inspection staff to enable them to supervise the schools effectively.

(*vii*) Lack of proper facilities for the schools and residential houses for the teachers and other staff. Some official arrangement for the residential accommodation for the employees of the Education Department may also be made as in case of the employees of other departments like Railway, P.W.D., Irrigation, Health and Police, etc., etc.

(*viii*) Many schools stand in need of hand-pumps.

If we carefully analyse these difficulties and bottle-necks, we will reach the same conclusions as stated earlier in priorities that we need consolidation and also expansion to the extent our resources both human and financial permit.

I had extremely been busy for the last two months in connection with the establishment of the Jamia-e-Islamia the opening ceremony of which will be performed by our President in the first week of October. I, therefore regret that I could not devote more time to the preparation of this paper, but if I have been able to draw the attention of the Planning and Development Department to some of the major difficulties and needs of this area my object is fulfilled.

AGRICULTURAL PROBLEMS AND POTENTIALITIES OF BAHAWALPUR AND MULTAN DIVISIONS IN THE CONTEXT OF THE THIRD FIVE YEAR PLAN

By

ASLAM GHAYUR,

Assistant Chief

Agriculture & Food Section,

Planning Commission

Agricultural development of this region poses a number of problems. The entire region is characterised by extremes of climatic conditions. The maximum temperature goes over 115°F during summer months and the minimum almost touches the freezing point during the winter season. The average maximum temperature ranges between 90 and 95°F, and the average minimum temperature fluctuates around 65°F. The normal annual rainfall is about 10 inches for Montgomery and varies between 4 and 6 inches in other districts. The annual rainfall also shows a great variation from year to year as may be seen from the following statistics :—

District	Average annual rainfall (a)	Standard deviation	Co-efficient of variation
Multan	5.72	1.80	31.47
Muzaffaragarh	5.71	3.53	44.30
Bahawalnagar	4.26	2.55	59.85
Rahimyar Khan	5.27	2.60	49.33

The article has been written with the active participation and assistance of Mr. Saeed Ahmad, Research Officer, Agriculture and Food Section,

(a) The analysis is based on the rainfall statistics for the years from 1948 though 1960 for Multan and Muzaffargarh and 1951 to 1960 for Bahawalpur and Rahim Yar Khan.

All the above statistics indicate the arid nature of this tract. The aridity was, however, harnessed by the genius of the human mind ; the uncertainty of rains and shortage of irrigation water, which limited agriculture in the area, were overcome by the establishment of an elaborate canal system. Underground water resources have also been tapped through sinking of open wells and tube-wells. All these efforts have turned the desert into an agriculturally prosperous area. This region, in fact, contributes more to the Province's agricultural production in relation to its area which is about 1/6 of the total area of the Province. It, however, produces about 1/4th of the total foodgrains and about 2/5th of the total cotton produced in West Pakistan. This is as much a tribute to those, who initially harnessed the resources for agricultural development as to those, who are always endeavouring to put the resources to the best possible uses with a view to improving the efficiency of agriculture.

THE GOALS

The agricultural policy should be oriented towards two ends i.e. optimising the produce of the land and bettering the socio-economic conditions of the farmers.

The following discussion is divided into three parts :—

(i) land use,

(ii) per acre yields, and

(iii) cropping pattern.

LAND USE :

The primary consideration of the economist as well as the farmer is to use the resources of water, land and manpower in such combinations and for such purposes as would optimise output. Let us first, look at the statistics relating to land utilization in this region ;

TABLE I

LAND ULTILIZATION IN BAHAWALPUR AND MULTAN DIVISIONS (a)

District	Total acreage		Cultivated area			Uncultivated area			Not-availabile for cultivation
	Geographical	Reported	Total	Net sown	Current fallow	Total	Culturable waste	Forest	
	Thousand Acres								
Bahawalpur	6,136	1,230	713	627	87	517	211	3	303
Bahawalnagar	2,194	1,735	1,155	1,023	132	580	289	1	290
Rahimyar Khan	2,875	1,751	1,191	1,067	124	560	291	11	258
Sub-total Bahawalpur Division.	11,205	4,716	3,059	2,717	343	1,657	791	15	851
Multan	3,604	3,603	2,777	2,611	166	826	485	19	322
Montgomery	2,700	2,700	1,989	1,776	213	711	411	12	288
Muzaffargarh	3,585	3,562	894	749	145	2,668	2,031	30	607
D, G. Khan	5,997	3,477	1,026	595	431	2,451	1,397	11	1,043
Sub-total Multan Division	15,886	13,342	6,686	5,731	955	6,656	4,324	72	2,260
Total for the Region	27,091	18,058	9,745	8,448	1,298	8,313	5,115	87	3,111

(a) The Statistics pertain to the year 1957-58 as published by the Ministry of Food and Agriculture.

The following conclusions are evident from the statistics given in table I :—

(i) Statistics are available for only 2/3rd of the geographical area. Whatever statistics are available are also not very dependable and lack in details essential for developmental planning. Some detailed statistics are now being published by the West Pakistan Bureau of Statistics. Additional field staff and proper organization and procedures are, however, essential to undertake this pioneering venture of collecting statistics more systematically and in full details.

(ii) Culturable waste lands account for about 28 per cent of the reported area. Such land abounds in Muzaffargarh and Dera Ghazi Khan districts, where 57 and 40 per cent, respectively of the reported area is classified as culturable waste land. It is said that riverine areas offer scope for quick development. Furthermore, cultivable waste lands, most of which belong to the Government, can also be brought under the plough after levelling with mechanical power and provision of irrigation water. Efforts are required to develop as much of these lands as is technically feasible and economically possible. Various aspects of this problem need to be looked into more details.

(iii) Forests cover a very small area, *i.e.* about 2.5 per cent of the reported area in the Province as a whole. The forests cover only about 0.5 per cent of the reported area in Multan—Bahawalpur Divisions. Possibilities of increasing forest plantations along roads, railway lines, canals and rivers should be explored.

(iv) There is vast area of land known as Cholistan extending over 13,000 square miles *i.e.* about 2/3rd of Bahawalpur Division. This tract can be developed into ranges for sheep and cattle. The pre-requisites for this programme are controlled grazing, regeneration and planting of grasses and other flora and provision of drinking water for human beings and animals. The area has recently been surveyed for the availability of ground water by the Geological Department and a number of water pumps have been installed. The West Pakistan, PIDC is also planning to aerial photograph the area, which will further help the development of ranges in Cholistan. The Department of Agriculture is already undertaking experiments on the techniques of range development. As regards provision of drinking water, possibilities of installing windmills may be investigated. It is understood that a small sized wind-mill costing some Rs. 2,500 to 3,000 is being used in different

parts of India. Our agricultural engineers and other scientists should also work on the development of a wind mill suitable for our local conditions.

YIELD PER ACRE :

A number of factors affect the yields, the more important of these are discussed below :

Waterlogging :

Multan District and Bahawalpur Division are irrigated by the Sutlej valley canals, which supply water only during the Kharif season. Waterlogging is not, therefore, as serious a problem in this area as in other parts of West Pakistan.

In about one half of the Districts of Muzaffaragarh and D. G. Khan, water table is between 5—10 feet. The problem is, however, likly to become more serious as the canal irrigation continues. In about one-fourth of Muzaffargarh district the water depth is 0 to 10 feet. Some scattered patches accounting for 20 per cent of the area have a water depth of over 10 feet. In D. G. Khan the postition is not as serious as in Muzaffargarh. The water table is between 0 to 5 feet in the area lying between right bank of Indus and Manka Canal, the area fed by Talai distributary and the area fed by the tail of Umar Kot distributary. In the remaining area the water level is between 10 to 15 feet below the ground surface. In Montgomery district the problem has become serious in Tehsil Okara and in areas along Sutlej river, where water table has come up to levels harmful for the growth of crops. The WAPDA has prepared a Master Plan to control waterlogging and salinity in West Pakistan, under which a number of tube-wells will be installed and drains will be dug. The Plan is being implemented in phases and is expected to cure the twin maladies in course of time.

Hill torrents :

There are about 200 hill torrents in Dera Ghazi Khan. During summers the rain water from the hills flows at a high speed to the plains causing heavy damages. In order to protect the lands and to utilise the water for irrigation purpose, it is essential that the Irrigation Department and the Small Dams Organization of the West Pakistan Agricultural Development Corporation should undertake projects for flood protection and utilization of water for irrigation purposes.

Well Irrigation :

There are two aspects of irrigation by wells, which are prone to improvement. The water is drawn from upper strata. It is felt that by boring the wells at lower depths and using strainers, the quantity of water would increase and the water so drawn would be of superior quality. Furthermore at present Persian wheels with earthen and wooden buckets are used. If these are replaced by buckets made of iron the efficiency of Persian wheels would definitely improve.

Fertilizers :

At present only about 40—50 thousand tons of fertilizers are being used on about 8.5 million acres of cropped lands which means that on the average about 10 to 11 lbs. of fertilizer is used on each cropped acre. This is far below the desired levels. It is estimated that by the end of the Third Plan Period the total requirements of fertilizer (nitrogen in terms of ammonium sulphate) will be some 550 thousand tons as per estimates given below :—

Crop	Area	Quantity of Fertilizer
	(Thousand acres)	(Thousand tons)
Wheat	3000	200
Cotton	1500	100
Sugarcane	400	60
Rice	300	30
Oil seeds	350	30
Gram	300	20
Others	—	100
		550

Obviously this target cannot be achieved during the short period of five years and the aim should be to streamline the organization for fertilizer distribution, fix the rate of subsidy and arrange for the education of farmers so as to handle a bigger programme.

Plant protection :

For proper control of pests and diseases two types of treatment are required ; (i) preventive measures including seed treatment, removing of stubbles and spraying before the incidence of pests and diseases and (ii) curative measures, which are necessitated after the attack has already taken place. The emphasis has so far been on the curative measures, which cover about 3.5 to 4.0 lakh acres in the region. The preventive measures have not received the proper place in the plant protection programme. It is estimated that for effective control of pests and diseases curative measures will have to be planned for about 10 lakhs acres, i.e. about 14 per cent of the cropped area and preventive measures will have to be undertaken for about 29 lakh acres, *i.e.* about 40 per cent of the cropped area. The latter programme will require an elaborate organization with private participation especially through the Basic Democracies. A programme of forming squads somewhat on the lines of East Pakistan might have to be adopted. It would also be necessary to realise a part of the cost from the beneficiaries which would not only reduce the cost of operations of the Government but would also serve as an indirect check on the performance of the field staff.

Improved Seed :

Provision of good seed involves problems at various stages. For example, evolution of suitable varieties, multiplication of foundation seed by the Department of Agriculture, further multiplication at the farms of Agriculture Development Corporation and organization of private individuals or parties to undertake large scale multiplication for distribution to the growers. All these stages have to be streamlined and properly coordinated in order to meet the challenge of rapid agricultural development. It is felt that during the Third Plan period the seed multiplication work would have to be intensified through the cooperation of cultivators specializing in seed multiplication.

Improved Implements :

Several improved implements have been developed by the Agriculture Department but these could not be popularised due to their high prices. Efforts are required to encourage the factories to manufacture the implements on a large scale, which would reduce their cost and bring them within the reach of the farmers.

CROPPING PATTERN

To optimise the agricultural produce from the present cultivated area, it would be essential to determine the crops that would be most efficiently

grown in a region. During the Kharif season, the cropped area is divided as follows :—

Area under Principal Crops in Kharif season, 1960-61.

Crop	Mont-gomery	Mul-tan	Muzaff-argarh	Dera Gazi Khan	Baha-wal-pur	Baha-wal-nagar	Rahimyar Khan
				Per cent of total Kharif area			
Cotton	35	53	18	8	22	27	48
Sugarcane	11	5	10	1	11	13	13
Jowar, Bajra & Maize	10	10	21	63	26	13	16
Rice	16	3	9	13	5	5	4
Fodder	22	17	15	9	19	20	10
Guara Seed	2	16	15	1	9	15	3
Others	4	6	12	5	8	7	6
Total :	100	100	100	100	100	100	100

Cotton is the most important cash crop during the Kharif season. It is interesting to note that Multan district and the Bahawalpur Division are the only part of West Pakistan, where the cotton acreage has been rising. In all other areas the cotton acreage has declined. This is due to the fact that this area is irrigated by Sutlej Valley canals, most of which are non-perennial and provide water during the summer season only. This has helped the water-table to remain low as compared with the perennially irrigated area. The cotton acreage in Multan district and Bahawalpur Division and

the former Punjab excluding Multan district since 1940-41 is given below*:—

Period	AREA Multan and Bahawalpur	Rest of Punjab.
	(Thousand acres)	
1940-41/1944-45	930	1468
1945-46/1949-50	881	1220
1950-51/1954-55	951	1186
1955-56/1959-60	1125	1187
1960-61/1962-63	1154	1096

It is expected that increase in waterlogging would further support these trends. The obvious conclusion, therefore, is that cotton production should be emphasised in this area. The area sown to cotton is affected by the area sown to other cash crops during Kharif season. Area under sugarcane has increased from 2 per cent of the Kharif acreage in 1935-38 to about 11 per cent in 1959-60 and is, therefore, considered the most important competitor of cotton. From the national point of view it is not advisable to encourage cultivation of sugar in area where cotton and sugarcane compete for water and soil and which are suitable for growing cotton. The reason being that at the present international prices of these crops it is more profitable for Pakistan to grow cotton and export it and import sugar rather than grow sugarcane and meet the demand from internal production. This advantage would continue until the world market price of cotton falls or sugar rises substantially from the present levels; but this does not seem to be in sight in the near future.

Canal water-supply is the main limiting factor. The total water requirements of sugar-cane are approximately twice those of cotton. This means that roughly 1½ acres (if not 2 acres) of cotton can be planted with the same quantity of water as is required for growing one acre of sugarcane, other things being equal. Sugar produced from one acre under cane, yielding an average of 330 maunds of cane or 1 ton of white sugar per acre, cane be imported for Rs. 300 in foreign exchange at the world market price.

*This approach is being developed fully in a study being undertaken in the Institute of Development Economics.

Assuming that only 1½ acres of cotton will replace one acre of sugarcane, this will produce 3/4 bale of cotton, which would fetch Rs. 375 in foreign excharge in the world markets. In addition cotton crop will also yield about 0.95 maunds of cottonseed oil worth about Rs. 45 in foreign exchange if exported or help save foreign exchange if used in the form of edible oil, which is generally the case. Thus the total value of cotton and cotton seed oil would be Rs. 420 against Rs. 300 required for sugar import. The value of other bye-products of cotton viz. cotton-seed, cake and linters is more than that of bye-products of sugarcane, viz., molasses, cane, tops, etc. Moreover, the cost of manufacture of sugar in Pakistan is substantially higher than that in the Carribean area, while cost of ginning of cotton is not more than that in other countries. If all these factors are taken into consideration, the country can import forty per cent more sugar by producing cotton with the same resources and exporting the same to pay for imports of sugar than from producing its own sugar. To sum up, in order to boost up cotton production, sugarcane cultivation should not be encouraged in this area.

Jowar, bajra and maize, when sown as irrigated crops, also compete with cotton. These crops are sown by the farmers mainly to produce foodgrains to meet the deficiencies, if any, and to pay the wages of farm labour in kind. It is expected that if supply of wheat under PL-480 is assured to the farmers at low prices with payment deferred till the harvest of cotton crop, the farmers would be able to divert the area to cotton. This is also expected to augment farmers income.

Fodders also cover substantial irrigated area during Kharif season. This area can also be diverted to cotton provided the required quantity of fodders could be produced on a smaller area. This is possible by planting the new varieties of fodders evolved by the Ayub Agriculture Research Institute, Lyallpur and by adopting improved practices of crop husbandry.

Area under Rabi crops is shown in the following table :—

Area under principal crops in Rabi season, 1961—62.

Crop	Multan	Montgomery	Dera Ghazi Khan	Muzaffargarh	Bahawalpur	Bahawalnagar	Rahim Yar Khan
	(Percent of total Rabi area)						
Wheat	66	64	66	67	60	56	63
Gram & Pulses	6	6	19	21	14	20	12
Oilseeds	5	3	9	2	12	7	7
Fodder	18	23	4	8	11	10	15
Fruits & vegetables	4	3	—	1	3	2	3
Others	1	1	2	1	—	5	—
Total	100	100	100	100	100	100	100

About 2/3 of the Rabi area is under wheat crop. The other important crops are gram and other pulses, oilseeds and fodders. The place of pulses as suppliers of proteins is well recognised. It is estimated that we consume hardly 1/8th of the quantity of oils recommended by the nutrition experts. Every effort should, therefore, be made to encourage the cultivation of these crops, wherever, soil and other conditions permit. Use of tractors to prepare the lands in time for the cultivation of pulses should also be encouraged, wherever possible.

Fruits :

The region can boast of its fruit wealth particularly mangoes and dates. There is a need to establish progeny gardens for these fruits and to supply the propagational material enough to meet the demand. In order to avoid spoilage of dates, a packing plant should be established somewhere in Muzaffargarh district on cooperative basis as has been done at Turbat.

ORGANIZATION

Government can act as the biggest entrepreneur in the development of agriculture but certainly cannot undertake the functions on behalf of millions of cultivators. In order to launch a big programme, it is essential that the farmers should organise into cooperatives. Multipurpose cooperative undertaking the functions of marketing of the farm produce and

procuring supplies for farmers would be ideal. Cooperative farming societies, which recognise the ownership of land by the cultivators would help bringing big strides in agricultural development.

Another aspect requiring attention is the provision of employment facilities in villages to reduce un-employment and under-employment. PL-480 programme offers some scope. In addition small industries should also be developed in rural areas.

HUMAN ASPECT

In the end, I must say what I should have said earlier, that rural sector, in the past has not received its due share in programmes of social uplift such as education, health and communications. Provision of these facilities to rural areas would widen the horizons of knowledge and orientate their outlook towards life, which is bound to follow self-generating development in the villages. These aspects should, therefore, receive due place in the programmes for rural development.

DISTRICT WORKS PROGRAMME

By

HASSAN ALI

Planning and Evaluation Officer,

Basic Democracies and Local Government Department

In the presentera of economic development, there has been a constant effort on the part of the various under-developed nations to develop their countries rapidly to bring at par with the developed nations of the world. As put forth in the First Five-Year Plan "The problem of under-developed countries to day is one of achieving in a short space of time and in some appreciable measure the revolution which the developed countries have undergone during the last 200 years. But the problem is even more than this. The aim is to achieve these revolutionary changes without bearing the often very high social costs-exploitation, overcrowding, misery, slums etc. which accompanied economic progress in most cases." Discussing further the problems of economic development, the First Five-Year Plan says "Past development programmes have perhaps tended to give too much attention to large capital-intesive schemes designed to bring new resources into use, frequently many years hence, and too little attention to increasing production through better use of existing resources. Yet the possibilities of increasing production by better use of what exists are very real. They are to be found primarily in the unemployed and under-employed labour force, in the low productivity of lands capable of much higher yields, and in manufacturing establishments working at less than full capacity for lack of power or raw materials.

The most conspicuous of the under-utilised resources is the large number of workers unemployed or employed less than full time. All these people are not idle by choice but by necessity—they cannot find enough productive work to keep them busy ; if a small amount of capital can be used to employ a large number of people the returns can be very large. These workers are almost entirely unskilled and live for the most part in rural areas. A few may be drawn into organised training programmes of one kind or another, or absorbed into industrial employment in the factories but this requires a heavy outlay of capital and will not absorb much labour now unemployed. For a long time to come, most of these workers will continue to be largely unskilled and to live in villages; the problem is to enable them to work there.

In recent years much has been learned about how to bring the energies of these people into play to increase welfare. The best solution found so far is to give them jobs which add to the productive assets of their villages. These unskilled workers can, with a small amount of capital equipment and materials, and with adequate guidance, build roads and embankments, construct water-supply and drainage systems, build schools and other community buildings, plant trees, and do many other things of substantial value. Many of these activites are a type of capital formation; the results in the year ahead may be higher production—as for example, where embankments keep flood waters off fertile lands, or higher consumption—as where a pure water-supply reduces disease and increases personal well-being. In either case, idle human energy will have been invested at little cost to yield substantial addition to the national income."

It is, however, an admitted fact that in our country there is imbalance between rural and urban development. Since independence, a number of industries have grown, factories have come up, dams and hydro-electric projects have been completed which actually are the signia for development of the country; but our villages have remained stagnant and some people even feel that there has been some deterioration even. A number of attempts have been made in the past in the field of rural development in the pre-partition days and since independence. The methods have been changing from time to time but the objectives have remained constant but the rural economy has developed at a very slow speed. The Rural Works Programme is being instituted through which a very large sum of development through the rural communities will be administered. This is a big task for the civil administration and the Basic Democracies for carrying out the programme and meeting the objectives envisaged.

The original idea of a large scale "Works Programme" was put forth in the background papers used by the Government of Pakistan in negotiating the "expended PL. 480 Agreement" which was signed in October, 1961 with the Government of United States. The basic philosophy of this programme, as well as intended methods of its adminislration, were summarized in the *Revised Second Five-Year Plan* as presented in November, 1961 to the consortium of countries aiding Pakistan's development plan, where it was stated :—

> "The central idea of the Works Programme is to put the under utilised manpower of Pakistan to work on nation-building projects by the liberal provision of basic wage-goods (*i.e.* surplus agriculture commodities available under PL. 480.). Detailed programmes are still being worked out, though it may be mentioned that the main

sectors benefitting from this programme will be coastal embankments, low lift pump and small irrigation schemes, low-cost housing, feeder roads, school construction, water supply and drainage and reclamation. During the initial stages, a major part of the programme will be mounted through existing administrative organisations in the Provinces and Centre. However, it is proposed to transfer administrative responsibility as rapidly as feasible to the Districts and lower levels, both to take advantage of the growing strength of the Basic Democracies as well as to provide part of the resources required for their development".

The Works Programme has to be a blend of both community as well as economic development. Community development in the sense that the participation of the people is an important condition of this programme and economic development in the sense that this programme is bound to give gainful employment to the idle labour in the villages and also help to build infra-structure in rural economy. Dr. Rostow and others supporting him feel that to attain sustained growth, some of the countries have taken 20 to 30 years to emerge out of their stagnation into a period of regular growth. During this take-off the economy experiences a number of important and far reaching structural changes. The rate of the capital accumulation increases from 4 to 5 per cent of national income to about 15%. The innovation rate speeds up and trained labour and other factors requisite to growth became available. An important aspect of community development is that "people will not participate in community development programme, unless they are getting what they want. Accordingly the first duty of those responsible for community development programme, is to indentify the felt needs of the people. They could also assist the people in making better judgement for themselves and what their needs are and how to satisfy them and finally they should be able to identify needs not yet perceived and make the people conscious of them and aware of the importance of satisfying them".

The four major objectives of the Works Programme are :—

(1) to reduce unemployment and under-employment ;

(2) to increase production ;

(3) to supplement development efforts of departments busy in large schemes and projects ;

(4) *to train local councils in the planning and implementation and development works.*

Since the allocation of Rs. 10 crore for Works Programme to West Pakistan, some of the major decisions have been taken. The allocations

to various Districts have been approved by the Council of Ministers which have been made on the basis of 50% on population basis and 50% on flat rate equally for each district. This, in a way, has been helpful in meeting the needs of the under-developed areas if worked out on Union Council basis. A fourfold division of responsibility has been decided for organisation and administration of the programme in the Province :—

(*i*) **Policy Committee** : This is a high-powerd committee composed of the ACS (P. & D.), the Finance Secretary, the Secretary of B.Ds. and the Secretary of Communication & Works. Its primary functions are advising the Governor and the Council of Ministers on questions of policy and on the progress of the Rural Works Programme and to make recommendations on allocations .

(*ii*) **The Works Programme Team** : The executive work of the Programme which would be carried out at the provincial headquarters would be done by a team of specially selected full-time officers whose main functions can be summarised under four headings :—

(*a*) **Planning & Review** : In conjuction with the Project Directors of the Progromme, the Works Programme Team would maintain as up-to-date as possible review and evaluation of progress on which—amongst other things-recommendations about the second phase allocations would be based.

(*b*) **Training** : The Works Programme Team would be responsible for orienting the Teams or Sub-Committees who would carry out training of Basic Democracies Project Committees. They would also issue training notes on relevant topics and carry out refresher training based upon the lessons learnt from field experience.

(*c*) **Information and Publicity** : The Team would carry out the necessary liaison with information services and Field Directors and ensure regular publicity through the midium of newspapers and the radio. Plans are in hand for making a film on the Works Programme.

(*d*) **Administration and Procedures :** The Team would, on the basis of experience, develop procedures which will eliminate any bottlenecks in implementation. They would also make a special enquiry into the possibilities of administrative and financial delegation to the Tehsil Councils.

(*iii*) **Field Programme Director :** Turning from provincial headquarters to the practical operation of the Programme in the field, in each district the Deputy Commissioner is the Project Director. The role of officers of technical departments and, in particular, that of the Assistant Directors of Basic Democracies as members of a District Team or District subcommittee were discussed during the conference, but in general they would be responsible for the Tehsil level training and for supervising the planning and execution of the Works Programme in the District.

(*iv*) **Union Council Project Committees :** The idea had generally been accepted of establishing, where they do not alreadv exist, Project Committees of Union Councils who would be responsible for implementation of Union Council Projects.

The Provincial Government has already issued the instructions for the District Works Programme which give some of the salient features as to the administration, preparation of schemes, approval and sanctioning of schemes, technical sanction and other details. The District Councils have prepared their schemes and plans earlier under PL-480 expanded programme. First list of the schemes prepared by the districts were consolidated with great speed so the districts were again requested to revise their schemes if possible for implementation. The necessary basis for revisions and preparing the programme, and criteria were given by the Provincial Government as under :—

(*i*) Emphasis on productive schemes and the contribution the project will make to development ;

(*ii*) Labour intensive projects ;

(*iii*) The need to reduce foreign exchange requirement to the minimum ;

(*iv*) The need to avoid projects which are in the Second Five-Year Plan. The PL-480 works Programme is in addition to Second

Plan works which will be financed in the usual way. Projects scheduled for the Second Plan allocation are ineligible.

(v) Projects will have to be carried out through the existing technical and administrative resources of Union Councils. Projects undertaken directly by the District Councils should normally be limited to no more than 25% of the funds available;

(vi) Local availability of materials, technical assistance and equipment ;

(vii) The ability to provide staff, especially for the medical projects such as dispensaries and maternity homes and schools ;

(viii) The self-help factor may be variable. Some districts are able to supply it without difficulty with advantages for economy. In the first phase of the Works Programme, however, it is not being insisted upon but it is suggested that it may be used as an important consideration in allocating funds.

The Provincial Government, however, indicated that the funds will be released in quarterly instalments and appraisal of the works will be carried out after every 6 months so as to assess the extent of utilisation of funds. As a result of this assessment, it may be that in case of non-utilisation of funds by any district, these may have to be transferred to other districts.

Our sister province, East Pakistan is ahead in carrying out Works Programme during last year and hence received commendable appreciations from the President, Governor and others who have seen their work. One thing which has been made very clear out of the work in East Pakistan is that the rural commumities can be very well relied upon for such types of works. A brief hint of the evaluation remarks collected from the various reports of the visits of the Ministers, Parliamentary Secretaries and other high officials may not be out of place to be added here :-

(a) The programme has created great enthusiasm among the people. Many have been touched for the first time by the Government's Development Programme in a way which they can see and understand. Though vast developmental projects were being executed in the province, these did not have a direct bearing on the lives of the 86 per cent of the

people who live in the rural areas. This was the first occasion on which they were organised to identify their problems, plan for meeting these problems with some hope that the resources necessary for execution would be forthcoming, and then execute these programmes to the best of their ability. This has generated a tremendous fund of good will and support for the Government's drive for development. Indeed, many reports have been received of farmers who say that they feel this is the first time the problems of rural East Pakistan have been given significant attention.

(*b*) The supervisory staff of Basic Democaracy which has been the major unknown in the programme proved to be very competent in assisting successful planning and execution of an effective programme. The Circle Officers have displayed a keeness and sense of dedication which have evoked the admiration of the people. The Subdivisional Officers have provided strong leadership and given excellent support to the Circle Officers and the Thana Councils. The Commissioners and Deputy Commissioners in spite of other pressing responsibilities contributed significantly in the successful implementation of the programme.

(*c*) One special feature of the success of the programme is that there has been no complaint of mis-use or misappropriation of the funds handled through the Union Council Project Committees who supervised the Thana, Union and part of the District Council Programmes. It is felt that this is mainly due to the procedure laid down for implementation, which involved so many people in organising, supervisising, checking and making payments at the local level that misuse or misappropriation of funds is extremely difficult.

Recently a conference of selected Deputy Commissioners, Assistant Directors of Basic Democracies and District Engineers was held at Lahore. There was lot of exchange of opinion, where a number of difficulties likely to be encountered by the Local Councils and ways and means to tackle them, were discussed. The conference was unanimous that Union Councils being the most important tier in the field of implementation require lot of guidance, training and assistance from all the government functionaries at all levels of administration. For involving the villagers of the Union Councils in the execution of the Works Programme, Project Committees in

the Union Councils are essential to the Works Programme both for its practical implementation and for achieving the objectives of development capability. These committee will be responsible for handling cash, executing the works, arranging material, preparing musterrolls and other such details. The idea behind all this is that the people at large must be trained in carrying out the work of local significance and feeling important by the participation they will have in this programme. It is going to have a definite impact on the local communities.

Another important factor is to make our lower tiers capable for carrying out this responsibility for which training has been considered to be necessary. The importance of this was also realised in the Deputy Commissioners Conference held in Lahore where it was spelt that training is indispensable for the implementation of such a vital programme. In a recent training conference held at Lahore considerable thinking has gone in working out the actual contents of the training programme, physical and material resources available and giving specific recommentations for training. However, some of the clear objectives of this training are that the project committee members in the various Union Councils must understand and be prepared to shoulder the responsibility they are going to face. The Chairmen and Secretaries of Union Councils will also have a larger responsibility in the sphere of development as the cash and works they are going to supervise is much more from what they have been previously handling. Another aspect decided was that all categories of officials will require orientation in this programme.

Some of the difficulties pointed out by the District Councils in the implementation of this programme are the — (1) shortage of engineering staff with the District Councils, (2) Cement, (3) standardized plans for small works. As for the shortage of technical staff, it has already been agreed to by the Provincial Government that the District Councils can utilise 5 percent of the allocation for recruitment of more technical staff under the Works Programme. It may be that still the shortage may not be made good because there has already been dearth of techincal staff. The Provincial Communication and Works Department has, however, agreed to extend full co-operation in this regard as far as possible. Similarly the supply of cement may be made although not to the desired extent as required by the District Councils. During the last conference some research specialists from the Buildings and Roads Department also joined in the discussions and their contribution was of great help in solving some of the practical problems as to how the component parts in building construction *i.e.* foundation, superstrucrure, wood work, roofing and flooring and how best

the economy can be made in all these components of construction. This type of training and knowledge is going to be extended to the engineering staff of the local councils by way of publications, training, demonstration and supply of literature.

It was also discussed that the standard plans, divisional or district even for simple projects were necessary and relevant. Some of the standard plans for Union Council projects will also be issud for the whole province but these will have to be adapted at the divisional or district level according to the local conditions, climate, type of building and material available. Skilled labour available with the Union Councils will have to be made use of. Similarly in the field of roads, necessary steps may have to be taken to extend the knowledge available in the research laboratory. The minutes of the conference have already been circulated to the Deputy Commissioners and others associated with this programme and it will be necessary that these are carefully looked into by all concerned.

A few suggestive comments may be made in general on the schemes received from some districts in Multan and Bahawalpur Divisions, although the District Councils have been delegated a large responsibility for scrutiny of schemes according to priority and sanction of the schemes.

The revised list of the schemes have not been received from both Multan and Bahawalpur Divisions so far, as the District Councils are still busy in preparing their lists and giving final shape to the programme for execution. However a glance at the schemes received from Bahawalpur Division shows that in Bahawalpur District priority has been assiged to construction of primary schools in various Union Councils and the next priority has been given to the rural civil veterinary dispensaries. For construction of the new buildings and for starting new institutions, the Provincial Government has already made it very clear that the Local Councils while approving such schemes must clearly see that they will be responsible for recurring charges and see that they have the capacity for the same or not. The schemes for completion of some of the buildings have also been planned while the water courses, culverts, flood protection bunds, village wells, village tanks, village streets, afforestation, community buildings have been placed in the last category of the scheme. To me, these schemes may have the top-most priority under the programme. In Rahimyar Khan District a few schemes have been received which are for improving sanitation, communications, education, construction of cooperative stores, drinking water and others. Here also drinking water schemes may also receive top priority while construction of culverts, bridges and others may come next on the list. Some of the schemes have been prepared for con-

structing quarters for the staff of Rural Dispensaries which may not fit in under the instructions of Rural Works Programme. In Bahawalnagar District, constructing pacca Nakkas in model villages have been planned as the first scheme and fishery ponds come next, then agriculture stores, artificial insemination centres, veterinary buildings. No. 6 on the list is silt clearance which is suggested to have received the top priorty. Similarly drainage and drinking water facilities in various villages are eighth on the list which may come next to the clearance of minors. Then provision of kacha roads or making some roads serviceable may be given next priority.

In the end it is, however, important to re-emphasize once again that the Works Programme is not merely another source of development funds. Apart from its obvious economic and developmental aims, it is a programme designed to strengthen the institution of Basic Democracies at lower levels so as to provide the foundation for Local Government and to develope the capability of Union Councils to undertake development projects.

REGIONAL DEVELOPMENT—ITS POLICY IMPLICATIONS AND LIMITATIONS

By

M. RAIHAN SHARIF

Chief, Fiscal and Monetary Section, Planning Commission

(THE VIEWS EXPRESSED IN THE PAPER ARE STRICTLY THE AUTHOR'S OWN)

I. Rationale of Policy for Regional Development

The problems of regional development have recently received the attention of planners and policy-markers, especially in Italy, India and Pakistan. The rationale of regional development is best understood in terms of the theoretical analysis provided by the eminent economist, Gunnar Mydral[1]. His researches have highlighted the limitations of the market mechanism in the present day world of trade barriers and economic nationalism. His new concept of 'circular causation' has forcefully focussed attention on the phenomenon of widening the growth-difference between the developed and less developed regions of the world; and the phenomenon is now well-understood in terms of what he calls 'spread effects' and 'backwash effects'. The same analysis applies to the relationship between the developed regions and less developed regions in a particular country. The regions of Pakistan, as found today, especially the two main regions of East and West Pakistan present the peculiar conditions of such analysis. The 'spread effect' of development in one wing cannot reach the other wing to a meaningful extent, while 'backwash effects' have tended to draw resources substantially from the less developed wing. The same phenomenon is likely to be happening between the leading regions and backward regions, both in East and West Pakistan. Such phenomena left to themselves, tend to aggravate the imbalances in an economy with the consequent economic, social and political ills. State action becomes inevitable under such conditions; and this need for state action has been precisely and pointedly recognised in the new Constitution of Pakistan which provides under Article 145 (3 and 3).

1. Vide his book 'Economic Theory and the underdeveloped Regions of the World'.

"3. The Council (National Economic Council) shall, from time to time, and whenever so directed by the President, review the overall economic position of Pakistan, formulate Plans with respect to financial, commercial and economic policies and the economic development of Pakistan and inform the Central and the Provincial Governments of those plans.

"4. A primary object of the Council in formulating the plans referred to in clause (3) of this Article shall be to ensure that disparities between provinces and between different areas within a Province, in relation to income per capita, are removed and that the resources of Pakistan (including resources in foreign exchange) are used and allocated in such manner as to achieve that object in the shortest possible time, and it shall be the duty of each Government to make the utmost endeavour to achieve that object".

2. Regional planning is an integral part of the process of planning in a developing economy in which per capita income is required to be raised meaningfully in the face of rapidly growing population. The Second Plan investment of Rs. 2,300 crores (and the developmental segments of the Indus Basin Works and Works Programme) is likely to raise the national income of the country by 25 per cent ; and since the revised rate of population growth is likely to consume half the increment in national income, the advances in the per capita incomes can hardly be more than 2.5 per eent per annum. Such national averages, however; conceal the realities in the less developed regions of the country. Although careful studies are needed on the capital/output ratios, rates of domestic savings, rates of depreciation and rates of gross and net investments, etc., applicable to East and West Pakistan and the various regions within each Province, there is 'a priori' evidence that the rate of growth of per capita real income in East Pakistan as well as in the less developed regions of East and West Pakistan during the Second Plan will be much lower than the expected national average of 2.5 per cent per annum. Economic planning, in this context, has to aim realisation of the maximum feasible rate of growth of the national economy in conformity with the requirements of a regional balance, as laid down in the Constitution. This forms a new challenge to planners and planning techniques.

3. Assuming conditions as they are, the pattern of investment, employment, income and the multipliers effect is dictating the design of

the 'spread effects' and 'backwash effect' which, in its turn, is determining the current regional imbalances. This design of 'spread effects' and 'backwash effects' is now required to be modified in order to promote the reduction of the imbalances. Basically, this involves a reconciliation of economic abstractionism and social justice; such reconciliation was earlier attempted by the school of 'welfare economics' mainly in the form of modification of distribution of real income. Economic planning is now called upon to modify the forces of production and generation of income and attack the problem at the source.

4. Theoreticians analysing economic growth have approached the problem of balanced growth from various angles of vision but almost invariably based on the experience of Western developed countries[2]. It is possible to stress balanced growth on the basis of demand or 'final market' considerations. Production of goods may be, as such logic will demand, restricted to the demand or market in the country or region in question without visualising the impact of policy measures to meat the limitation of market. Market can be created quite easily by import restriction and export expansion. In the same way, the exponents of unbalanced growth plead that State action is required to induce and repair disequilibria in the interest of dynamic growth; but this is only to induce action by private enterprise and does not necessarily require continued state planning. The well-known strategy of development stressed by distinguished writers like Rostow and Hirschman is to provide 'spearheads' of leading sectors for a 'big push' in the economy. Where and how best to provide 'the spearheads' is the question ; and this needs continuous planning in an underdeveloped economy like ours. Such 'spear heads' may not be similar to those chosen for an economy where private enterprise is already developed and where regional differences do not imply as much social and economic sufferings for the bulk of the population as in Pakistan. Planning in our country has to be geared to the imperatives of the situation existing in its economy. Streeten has appropriately said. "The question is what combination of resource policy, reform of attitudes (including 'incentives') and of legal, social and cultural institutions, is necessary in a particular situation".[3]

---

2. The implications of the controversy between balanced and unbalanced growth have been examined by Paul-Streeten and Gunnar Myrdal. A clear exposition of the implications is given by Paul Streeten in the Economic Weekly, April 20, 1963.

3. Paul Streeten, op.cit.

II. The Problems and experience in Italy & India.

5. South Italy has lagged behind North Italy in economic growth ; and this phenomenon has attrached the attention of serious analysts like Chenery. He has very recently analysed this phenomenon with statistical comparisons and economotric tests applied to the experience of a decade (1951-60)[4]. The analysis of this period is of special significance, because the Southern development programme got under way in 1951 when the per capita income of the South was around $ 200 compared to $ 500 per capital in the industrial North-West and $320 per capita for the country as a whole Comparing the position of production by sector in 50 countries for similar income levels, Chenery concludes that "ratios of actual to normal in the main branches of production-1.12 for primary production and 0.84 for industry in 1951- show somewhat less industrial development than would be found in the typical country"[5]. Over the years 1951-59, the investment pattern in Southern Italy indicates a higher than average proportion in overhead facilities (34 p.c. as against 25 p.c.) ; and within the sectors of commodity production, a much higher proportion goes to agriculture and a lower proportion to industry in the South than in the rest of the country. As a result, the increase in value added per unit of investment, both in agriculture and industry, is significantly lower in the South than elsewhere. The marginal capital/output ratio for the period is about 6 for the South with 4.8 for commodity production ; these ratios are high compared to those in most other underdeveloped countries. The Southern economy of Italy, on the other hand, enjoys two advantages :

(i) large transfers of resources from the North to the South and

(ii) large emigration of population. But for these, economic growth in the South would have been far lower.

6. In India, regional difference in growth have recently influenced the strategies of political groups in the legislature, especially of the representatives of Southern States. Serious studies of the problems in India have not yet been made as in the case of Italy. Nevertheless, the new emphasis on regional planning is quite prominent in the thinking of policy-makers

4. H. A. Chenery —'Development Policies for Southern Italy, Quarterly Journal of Economics, November, 1963.

5. Chenery op. cit. page 518.

including the Planning Commission in India. The Central Statistical Organisation, the National Council of Applied Economic Research and the State Statistical Bureaus are grappling with the technical analysis of the situation there. The estimates of per capita income, as the index of the extent of regional disparities, are difficult to construct on the basis of currently available data ; and the margin or error involved is likely to range between 20 p.c. and 25 p.c Even so, the estimates prepared by various agencies are highly valuable as indicators. The estimates made by the National Council of Applied Economic Research and State Statistical Bureaus for 1955-56 at current prices are given below :

(Figures in Indian Rupees)

STATE	N-AER Estimate 1955-56	State Statistical Bureaus Estimates 1955-56
Andhra Pradesh	229	226
Assam	268	281
Bihar	149	—
Gujrat	270	275
Kerala	228	228
Madhya Pradesh	216	234
Madras	230	257
Maharashtra	287	292
Mysore	203	—
Orissa	187	244*
Punjab	277	316**
Rajasthan	232	—
Uttar Pradesh	178	112
West Bengal	295	265

*Refers to 1956 to 57. **Corresponds to 1954-55.

Despite the variations in the two sets of estimates, they indicate two broad facts :

(i) Southern States of Andra Pradesh, Madras, Kerala and Mysore compare not unfavourably with some of the Northern States like Bihar, Orissa and Uttar Pradesh ;

(ii) Sector-wise analysis of income in the States lends support to the thesis that industrial States have a higher level of per capita income than the Agricultural Stages.[6]

III. Regional Disparities in Pakistan

7. The problem of inter-wing economic disparity is distinctly different from the regional disparities either in Italy or in India. The geographical separation between East and West Pakistan and the high costs of transporttion for inter-wing traffic have limited the 'spread effects' of relatively larger development in West Pakistan to the boundaries of the Province while the 'backwash effects' have caused resources, especially financial and foreign exchange resources, to flow from East to West Pakistan.[7] The advantages enjoyed by Southern Italy in the inflow of resources from the North and emigration of population are not available to East Pakistan.

8. On an analysis of the estimates of the National Product by Provinces constructed by the CSO, it appears that during the first two years of the Second Plan, 95 p.c. of East Pakistan's population (rural) derived income from 66 per cent of its regional product (agriculture) ; this has resulted in a lower per capital income in East than in West Pakistan. Increased urbanisation in West Pakistan explains the difference in the structual change in the two Provinces. Reduction of economic disparities between the Provinces will involve a policy of a very rapid urbanization and industrialization in East Pakistan.

9. Pakistan's National Planning is thus seeking to correct the imbalance in growth between East and West Pakistan with a purposeful emphasis in this regard. The Second Plan could not, however, make much progress to achieve this subjective. The Third Plan will have to play a crucial role in the regional development of East Pakistan.

10. The Planning Commission is now engaged in working out the outline of the Third Plan. With the execution of the programmes of the First and Second Plans, the infra-structure of the country's economy has been strengthened and the productive base greatly extended. As a result,

---

6. Vide Article entitled : 'Regional Disparities' publised in Eastern Economist, August 2, 1963.

7. John H. Power, 'Industrialization in Pakistan : A case of Frustrated Take-off' Pakistan Development Review, Summer, 1963.

the national product has been increasing at an average annual rate of nearly 4 p.c. for the first three years and an expected annual rate of 5 to 6 p.c. for the last two years of the Second Plan. It is now possible for the country to use more domestic resources for development than before. Hence the size of the Third Plan is expected to be at least twice the size of the Second and this will be fitted in the long range perspective for 20 years during which period the inter-Provincial differences in economic growth will be eliminated and the economy will be rendered self-reliant and self-sustaining. However, detailed studies of the problem involved in such endeavours are still to be undertaken by all agencies concerned. Policies for raising resources and their allocation, for mobilisation of technical manpower and training, for determined execution of programmes, etc, will be as important as the formulation of plans and programmes to suit the objective of original development in the context of the Constitutional obligation of removal of disparities. The Third Plan will evidently emphasize industry and the complementary programmes of power and transportation quite heavily in East Pakistan as a beginning towards the ultimate removal of inter-Provincial disparities. All detailed policies are yet to be formulated with this end in view. Broadly speaking, the following policies seem to be indispensable :

(i) For the public sector just adequate and consistent programming through annual budgets is not enough ; fiscal and financial policies will have to be geared to the fullest implementation of the programmes. On a review of the revenue resources and liabilities (including the increased burden of recurring expenditure on account of completed and to be completed projects), redistribution of revenue resources of the Central Government may have to be considered by a new Finance Commission.

(ii) Training of technical manpower will have to be approached on an emergency basis, introducing special measures (including shorter advanced courses directed by top-rank foreign experts, where necessary) for the key professions of engineers, doctors, economists and industrial managers.

(iii) Industrial policy and credit policy will have to be harnessed to the need for inducing investment by private industrialists of both the Wings in the desired regions. Institutional changes and policy changes required for directing the uses of capital and manpower in this regard will need serious attention.

11. The problem of regional balance within each Province is, on the other hand, analogous to that of regional disparties in India. This is primarily because of the contiguity factor. Karachi, Lahore and Multan

regions will conspicuously be very much more prosperous and progressive than the ill-developed regions of Quetta, Kalat, Larkana and Tharparkar regions in West Pakistan. In the same way, Dacca (including Narayanganj), Chittagong and Khulna regions are far richer in development than Faridpur, Barisal and Northern districts. Future planning has to be adapted to the requirements of regional balance within the provinces. In the case of India, indicators about the extent of disparity in per capita income for the States have already been worked out by research agencies. Pakistan is yet to organize its research agencies and their collection and computation of statistical data to ensure the preparation of estimates of per capita income by regions within the Provinces. However, even on an 'a priort' basis, it is possible to identify the regions for the deliberate policy of development and to adopt various lines of action. The tasks which seem to be immediately important are :

(i) Analysis of the District Census Reports and District Gazetteers for the preparation of Preliminary Economic Surveys by Districts end Divisions;

(ii) Improvement of these Preliminary Surveys with an up-to-date study of regional real resources and investment opportunities ;

(iii) Preparation of long range projections of investment in industry, agriculture and complementary facilities required for optimum development ;

(iv) Organisation of planning at the Divisional level with expert personnel to undertake the work listed (i), (ii) and (iii) ;

(v) National and Provincial Statistical Organisations to prepare estimates of per capita income by regions and to identify the regions for special development.

12. The limiting factors for the approach to regional balance in economic growth are broadly three :

(a) the extent of compromise between 'efficiency' and 'social justice' considered reasonable ;

(b) the rigidities of the economic system and social and cultural attitudes ; and

(c) availabilities of real resources for development and for utilization.

13. On the *first limitation*, the dilemma of choosing between efficiency and social goals can always be exaggerated. Productive efficiency, with the calculus of factor-productivity co-efficients, can hardly be precise in the

conditions of our economy. However, productivity of labour is known to be low, especially because of the excessive dependence of the population on agriculture which is again particularly patent in East Pakistan. Emphasis on regional development, as discussed earlier, will improve the factor-productivity of labour in agriculture via transfer to the non-agricultural sectors. This consideration alone justifies the policy of dispersal of investments as long as increase in labour-productivity as a whole is not outweighed by any increase in inefficiency of other factors like capital and organisation. Although such problems should be continuously analysed, it can safely be assumed that the conflict between 'efficiency' and 'social justice' should not stand in the way of regional development at least during the Third Plan.

14. The *Second limitation* relates to the institutional and other rigidities arising out of the existing economic, social and cutural life of the people. The economic rigidities are more or less the products of past neglect and hinder progress with poor availabilities of basic overheads, *e.g.* power, control of floods and natural calamities, technical training (with the adequate base for primary and secondary education), etc. Such facilities are the pre-requisites and need to be pre-planned. Simultaneous planning of these together with agriculture and industry can hardly be adequate because of the marked differences in the gestation-period of the projects in the various sectors. Bottlenecks in the execution of a Plan become inevitable, if the pre-requisites are not planned in the preceding Plan. These create the rigidities limiting the scope of development in a country as well as in its regions. Such rigidities may generate serious resistances to regional development. Another type of economic rigidities may arise from the concept of economic units of industry. Such rigidities are likely to be very limited at this early stage of industrialization, especially for basic and heavy industry in which the question of economic unit is vitally important. Location of Units can be very considerably made consistent with the concept of economic units. On the other hand, much of the regional development based on local resources will depend on social and cultural attitudes of the local people. Enterpreneurial enterprise for the private sector development and leadership for the public and semi-public sector development will be conditioned by these attitudes. Unless such attitudes are influenced for cooperation and positive effort, resistances to development are likely to retard regional development. Improvement of health and education, success of family planning, improvement of agricultural productivity with modern practices, development of small industry, etc., will need the positive effort of the local people.

15. The *Third limitation* of availabities of real resources in terms of raw materials, manpower, capital and organizational facilities determines the potential of development based on local resources. But such availabilities are subject to the present state of knowledge and the present state of development of the region. Most of these limitations of supply can be overcome by an inflow of raw materials from other regions; and by policy-induced changes like intensification of training programmes and institutional and organizational efforts. Demand or market, as a limiting factor, will also be influenced favourably by the mobilization of supplies for production, when export to other regions is induced ; this in its turn, will help further overcome the limitation of supplies. All these, however, need integrated consistent planning and operation of policies.

IV. Role of the Works Programme

16. In the Revised Second Plan, a novel programme for local development termed Works Programme was designed for the absorption of expanded imports of wheat and other U.S. agricultural surplus commodities under P.L. 480 Title I. The sale proceeds of these commodities, on deduction of the U.S. uses in Pakistan, provide the counterpart funds for allocation to the Indus Basin Works and the Works Programme. The Revised Estimates of the Second Plan included a provision of Rs. 160 crores for the Works Programme. Dependent on sales proceeds of the P.L. 480 commodities and the requirements of the Indus Basin Works as it is, the Works Programme of local development could not be started before 1962-63. Using the Basic Democracy institutions (Union Councils, Town Committees, Thana Councils, District Councils, etc.), East Pakistan made a beginning in implementing local programmes of activity costing Rs. 10 crores in 1962-63. During the current year (1963—64), provisions of Rs. 20 crores and Rs. 10 crores have been made for East Pakistan and West Pakistan, respectively. Further increasing provision in this regard may be expected in 1964-65 (the last year of the Second Plan), provided generation of counterpart funds warrant such increases. However, this programme has had a significant impact on local economic growth in East Pakistan mainly because of :

(i) substitution of wheat for rice when rice prices soared high and consequential release of a part of the disposable income for non-food and developmental uses ;

(ii) increase in employment and income through the implementation of the programme of construction (e.g. local roads, canals, bridges etc., as well as repairs of Primary and Secondary Schools in cyclone effected areas) ;

(iii) contribution of voluntary labour and land to supplement the financial resources allocated to the local bodies ; and

(iv) re-orientation of social attitudes to development.

The impact on local development, as mentioned above, could have been much more pronounced in East Pakistan but for the fact that the number of local bodies (4050 Union Councils, 1043 Union Committees, 392 Thana Councils, 17 District Council 4 Divisional Councils, 28 Municipalities and 28 Town Committees) constituted too wide a horizon for the allocation of the paltry amount of Rs. 10 crores in 1962—63. A better impact is, indeed, expected in both East and West Pakistan by the end of the Second Plan.

17. The experience of the operation of the Works Programme, however limited in nature, has amply demonstrated the potential of such programme of activities for the rejuvenation of Pakistan's rural economy and strengthening it as a base for growing urban development. Tho basic democracies are close substitutes for the old system of Union Boards, Local Boards, Tehsils, etc. which died away for lack of imaginative sustenance of these institutions. The institutions of basic democracy, if properly protected from similar neglect, can provide the vehicle for an unprecedented leadership in rural development and better well-being for the bulk of the nation. Unless the feeling of participation is made tangible with the taste of 'the cake', the indices of progress and prosperity in terms of annual rate of economic growth will speak little for the vast rural population. Rural development must, therefore, be integrated with the sophisticated public and private sector planning based on Western models of input/output analysis. Emphasis on rural development is also justified by the theoretical analysis of experts like Arthur Lewis and Nurkse. In fact, the First Plan recommended that "economic opportunities should be moved to the people rather than the people to the opportunities".[8]

18. Some serious thinking is needed on the scope of activities to be assigned to the local bodies (of basic democracy) for planning and execution and the *modus operandi* of such programmes (including the resources and financing for them). Local technical manpower being acutely deficient, the local programme of activities has to rely almost entirely on unskilled labour and semi-skilled labour; such programmes should not compete with the traditional programmes of agriculture, iudustry, water and power,

8 First Five-Years Plan, National Planning Board, Chapter 6, Page74

transportation and communications, health, education etc. for drawing by highly technical personnel the supply of which is already extremely inadequate. The Provincial Planning Organizations, in consultation with the Planning Commission, should design such programmes with proper priorities applied to the various activities and lay down procedures for the sound preparation of these programmes by Districts, their approval and integration into the Provincial Plans. The planning work is intended to be started from the bottom of the Union Council/Union Committee and is required to be co-ordinated at the District level. The District Council has to assume this new role of co-ordination in local planning and to work as the channel to the Provincial Planning Department for continued processing of programmes towards integration with the Provincial Plans.

19. The types of work covered in the Works Programme of East Pakistan are :

(a) Repairs of existing kutcha and pucca roads, construction of new kutcha roads and converting existing kutcha roads into pucca roads ;

(b) Repairs and construction of bridges ;

(c) Re-excavation of old canals and digging of new canals for irrigation and communication ;

(d) Excavation of tanks and re-excavation of derelict tanks ;

(e) Repair and construction of bunds and embankments ; and

(f) Reclamation of land for productive purposes.

But this was the modest beginning. To provide the infrastructure to the rural economy, the local development programme (whether we call it Work Programme or otherwise) will have to be constructed with greater care and coverage. With the necessary alterations to suit the regional conditions in West Pakistan, the same considerations will apply.

20. In short. integration of local development with traditional economic planning is a must under social and economic conditions faced by the country. Policy formulations in regard to planning and use of resources are required to be re-oriented to this imperative. The various facets of the problem, however, need searching analysis for establishing the best *modus operandi* of a dynamic role of the local bodies in development. The Third Plan can certainly give a lead by attempting this integration with

as much programme and policies as will be feasible and reasonable. But thinking and programming must start at the bottom i.e. the Provinces and the Districts and without delay. Administrative changes and policy issues, in the same context must be thrashed out in the Provinces to provide the basis of participation in planning. With faith in the enthusiasum of our development-hungry people, let us hope, this leadership in thinking, programming and participation will be forthcomlng in right places and right dergrees.

TRENDS IN DEVELOPMENT EXPENDITURE IN MULTAN AND BAHAWALPUR DIVISIONS 2ND FIVE YEAR PLAN

By

D. M. QURESHI, PH.D. (LONDON)

General Economist

Planning & Development Department, Lahore.

Introduction

The purpose of regional seminars is to focus attention on the development problems of various regions in the Province. This paper aims at presenting the trends in the development expenditure in Multan and Bahawalpur Divisions during the Second Plan i.e., from 1960—61 to 1963—64.

Basis of Analysis

The figures presented in this paper refer to development expenditure according to 'revised estimates' for the years 1960—61 to 1962—63. For the year 1963—64, budget allocation has been given. It is, therefore, obvious that allocatiohs in these years were more than the expenditure figures given in this paper. In order to give some idea as to the rate of utilization in the divisions and districts, the same has been shown for the year 1962—63.

In this paper, development expenditnre of only "district" and "divisional" basis schemes has been presented. Besides, these categories of schemes, there are "provincial" and "regional" basis schemes which have not been shown in this Paper. This exclusion is due to the fact that it is not possible to break down the financial allocation of "provincial" and "regional" basis schemes down to a district or a division. It should, therefore, be clearly understood that both Bahawalpur and Multan Divisions are benefiting from "provincial" and "regional" basis schemes for which financial allocations cannot be shown here. The analysis presented in this Paper, therefore, represents the picture of "district" and "divisional" level schemes only.

Regional considerations in Budget Allocation

Though one of the objectives of the Second Five-Year Plan is to reduce regional disparities, yet the Plan is prepared for the country and a province as a whole. For obvious reasons, allocations have to be made for the projects and programmes according to the priorities of Plan and available resources. Allocations are not made to the districts, divisions or regions as such. All the same it is useful to see how the Annual Development Programme is distributed in various geographical areas such as districts and divisions etc. The Annual Development Programme was classified into geographical regions for the first time in 1962—63 by the Planning & Development Department. This analysis indicated the relative position of various districts, divisions and regions for the first time. The allocation of Development Budget 1963—64 has been made with due consideration for regional disparities as far as possible. Bahawalpur Division is an example of this. The 1962-63 analysis revealed that Bahawalpur Division was not getting adequate allocations. The current year's Budget therefore, has tried to correct this imbalance. It is now the policy of the Government to keep in view the regional disparities while framing the Annual Development Budgets.

It may be stated here that Budget allocations to various districts and divisions can be made only against properly prepared schemes approved by competent authorities. The Budget allocation can not be made without the schemes. It is, therefore, essential that the districts and divisions, if they want development effort to go forward, should have a protfolio of properly prepared schemes approved by competent authority.

Development Expenditnre in Multan Division

Now we present the anlysis of development expenditure in Multan and Bahawalpur Divisions during the first four years of the Second Five-Year Plan. Each division will be dealt with separately.

The trend in the development expenditure in Multan Division is clear from the following table :—

TABLE I

Revised Estimates of Development Expenditure in Multan Division 1960—61 to 1963—64.

YEAR (IN LACS OF RUPEES)

1960—61	1961—62	1962—63	1963—64 (Allocation)
968.1	1172.4	920.3 (1023.1 allocation)	692.8

The trend in development expenditure in Multan Division is clear from the above table. Multan registered the highest expenditure during the year 1961—62, In 1962—63, the allocation was Rs. 1023.1 lacs and against this the utilization was Rs. 920.3 lacs or 90%. The allocation in the current year amounting to Rs. 693 lacs is more or less on the basis of regional considerations :—

Allocation to various Districts in Multan Division

It may be useful to break-down the divisional allocation into various districts to see the picture in the districts. The following table gives the information.

TABLE II

Revised Estimates of Development Expenditure in various Districts of Multan Division from 1960—61 to 1963—64.

DISTRICTS	YEARS					(In lacs of Rupees)
	1960—61	1961—62	1962—63			1963—64
			Expend-ture	Allo-cation	Percentage Utilization	
Multan	932.4	1113.5	815.7	911.5	90	285.3
Montgomery	13.5	28.0	34.2	39.8	87	64.6
Muzaffargarh	8.4	14.5	6.2	10.7	58	38.0
D. G. Khan	13.8	16.4	6.9	9.2	75	47.8
Divisional Basis Schemes	—	—	57.3	52.4	91	256.9
TOTAL	968.1	1172.4	920.3	1023.1	90	692.8

It will be seen that during the year 1963—64, the district-wise allocation is much more evenly distributed than in previous years. Multan District has the largest allocation among the districts and Montgomery comes next. Muzaffargarh and D. G. Khan Districts have been given adequate allocations during the current year as compared to the past three years.

It will be of interest to see the Budget utilization in various districts during the year 1962—63. It was the lowest i.e., 58% in Muzaffargarh. The utlization was 75% in D. G. Khan, 87% in Montgomery and 90% in Multan. It may be mentioned here that in order to be eligible for increased

allocation, the districts have to show a reasonable percentage of utilization.

Sector-wise Allocation in Multan Division

It will be interesting to break down divisional and district allocations by various sectors. The Appendix 'A' gives the necessary information for all the four years.

It will be seen that major share has gone to the Water & Power and Industries Sectors. The allocation in Agriculture Sector during the current year is of the order of Rs. 35 lacs. Transport & Communications and Housing & Settlement Sectors have also got substantial allocations; these being about Rs. 35 lacs and Rs. 40 lacs respectively during the current year. The expenditure in the Education Sector was not much during the last three years but during the current year the allocation is Rs. 12.4 lacs. The share of Health Sector has been grandually falling. It was Rs. 17.7 lacs during 1960—61 and it dropped to Rs. 2.3 lacs during 1962—63, but it has been raised to Rs. 6 lacs during the current year.

Rs. 122.10 lacs has been allocated under Works Programme to Multan Division. Its distribution among various districts is shown in the table. It will be seen that Multan gets Rs. 43.4 lacs, Montgomery Rs. 36.4 lacs, Muzaffargarh Rs. 22.4 lacs and D. G. Khan Rs. 20 lacs. The allocation of Works Programme to various districts has been made on the basis of a formula which takes into account the size, population and development needs in each district.

Development Expenditure in Bawalpur Division

We now take up the analysis of development expenditure in Bahawalpur Division. The total development expenditure during the past four years has been of the following order :

TABLE III

Revised Estimates of Development Expenditure In Bahawalpur Division 1960—61 to 1963—64.

YEARS (In lace of rupees)

1960—61	1961—62	1962—63	1963—64 (Allocation)
76.0	99.1	49 8 (64.4 allocation)	405.2

Bahawalpur had not been getting much attention during the first three years of the Second Plan. This state of affairs was brought to light for the first time by the regional analysis undertaken by the Planning and Development Department. Efforts, therefore, were made during the current year to allocate adequate funds amounting to Rs. 4.1 crores.

Allocation to Various Districts in Bahawalpur Division

The following Table gives the revised estimates of development expenditure in various districts of Bahawalpur Division from 1860—61 to 1963—64.

TABLE IV

Revised Estimates of Development Expenditure in various Districts of Bahawalpur Division 1960—61 to 1963—64.

(In lacs of rupees)

DISTRICTS	YEAR					
	1960—61	1961—62	1962—63			1963—64
			Expenditure	Allocation.	Percentage Utilization	
Bahawalpur	51.2	72.7	13.8	40.3	34	139.2
Rahimyar Khan	15.4	14.7	10.3	12.9	80	14.0
Bahawalnagar	9.4	11.8	8.7	7.7	113	102.7
Divisional Basis	—	—	17.0	3.5	486	69.4
TOTAL :	76.0	99.1	50.0	64.4	78	405.2

It will be seen from the above analysis that allocation during 1963—64 is almost evenly distributed among the various districts. This was not the case in the previous three years wherein major allocation was in the District of Bahawalpur only.

As for as the utilization of Budget allocation during 1962—63 is concerned, it will be seen that Bahawalpur shows only 34% utilisation. The same figure for Rahimyar Khan is 80% and Bahawalnagar is 113%. The overall utilizatian in the Division was 78%.

Sector-wise Allocation in Bahawalpur Division.

The allocation of Bahawalpur Division is classified in various sectors and is given in the *TABLE VI* on next page.

It will be seen that Housing & Settlement Sector has been given the hightest share during the current year amounting to about Rs. 102 lacs. Next to Housing & Settlement comes Transport & Communication and Agriculture Sectors for which Rs. 86 lacs and 76 lacs have been allocated. Education and Health Sectors have got allocations of Rs. 27 and Rs. 26 lacs respectively. Water and Power Sector, with an allocation of Rs. 18 lacs, has been given special consideration as compared to the past years wherein the allocation did not exceed Rs. 4 lacs. Similarly, there has been no allocation for Industries during the past three years but about Rs. 9 lacs have been allocated during the current year.

The Sector-wise allocation in each district is given in the table and the trends are obvious.

Under the Works Programme' Bahawalpur Division has been allocated Rs. 63 lacs with Rs. 19.4 lacs for Bahawalpur, Rs. 23 lacs for Rahimyar Khan and Rs. 20.4 lacs for Bahawalnagor.

Conclusion

The analysis presented in this Paper has given a clear picture about the development expenditure on district and divisional basis schemes in Bahawalpur and Multan Divisions. The allocations during first 3 years of the Second Plan could not be strictly done on the basis of smaller geographical areas. It is not always possible to keep the regional considerations in the fore-front as against the overall Provincial Development Programme. But from the year 1963—64, every effort is made to keep the regional considerations in view as for as possible and consistent with the Plan objectives. Bahawalpur Division has been allocated, during the current, an amount of Rs. 4.1 crores as against Rs. 50 lacs last year. But in order that the smaller geographical areas my qualify for budget allocations, it is essential that they may have a portfolio of properly prepared and approved schemes before their development aspirations can be met fully. It is the intention of the Government to afford all possible help and opportunities to various geographical units and reduce inter-regional economic disparities.

MULTAN DEVELOPMENT EXPENDITURE 1960-64 APPENDIX 'A'

(In lacs of Rupees)

District/Division	Agriculture Sector				Water & Power Sector				Industries Sector			
	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64
Multan District	9.81	4.92	10.69	23.45	127.55	835.83	287.00	110.90	761.90	244.19	511.94	55.36
Montgomery District	8.11	5.39	4.87	6.92	—	15.00	27.00	16.93	—	—	—	0.20
Muzaffargarh District	—	1.18	1.52	3.61	—	—	—	—	—	0.98	0.18	—
D. G. Khan District	2.30	1.57	0.38	0.80	0.16	1.47	—	2.82	—	—	—	—
Divisional Basis	—	—	—	—	—	—	57.32	256.92	—	—	—	—
Multan Division Total	20.22	13.06	17.45	34.78	127.71	852.30	371.32	587.57	761.90	245.17	512.12	55.56

MULTAN DEVELOPMENT EXPENDITURE 1960-64

(In lacs of Rupees)

District/Division	Transport & Communications Sector				Housing & Settlement Sector				Education Sector			
	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64
Multan District	1.88	0.01	0.66	7.50	15.91	12.25	4.05	27.78	1.59	6.02	—	11.30
Montgomery District	—	2.00	0.40	0.60	1.39	4.16	1.42	2.79	0.18	0.05	—	0.80
Muzaffargarh District	7.83	9.45	2.50	9.50	—	0.72	1.78	1.95	0.42	0.39	0.18	0.31
D. G. Khan District	10.73	9.15	4.91	17.02	0.30	0.79	1.18	7.25	0.29	2.74	—	—
Divisional Basis	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
Multan Division Total	20.44	20.61	8.47	36.62	17.60	17.92	8.43	39.77	2.48	9.20	0.18	12.41

MULTAN DEVELOPMENT EXPENDITURE 1960-64

(In lacs of Rupees)

District/Division	Health Sector				***Works Programmes
	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1963-64
Multan District	13.66	10.24	1.32	5.64	43.40
Montgomery District	3.82	1.36	0.52	—	36.40
Muzaffargarh District	0.18	1.82	—	0.20	22.40
D. G. Khan District	0.02	0.75	0.47	0.08	19.90
Divisional Basis	—	—	—	—	—
Multan Division Total	17.68	14.17	2.31	5.94	122.10

***Works Programme started from 1963-64 only.

APPENDIX 'B'

BAHAWALPUR DEVELOPMENT EXPENDITURE 1960-64

(In lacs of Rupees)

District/Division	Agriculture Sector				Water & Power Sector				Industries Sector			
	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64
Bahawalpur District	1.54	1.35	0.74	15.91	2.26	3.80	—	4.00	—	—	—	0.51
Rahimyarkhan District	6.45	2.33	2.53	5.27	—	—	—	—	—	—	—	8.00
Bahawalnagar District	1.21	0.57	0.25	0.25	—	—	—	14.00	—	—	—	—
Divisional Basis	—	—	—	54.44	—	—	—	—	—	—	—	—
Bahawalpur Division Total	9.20	4.25	75.87	3.49	2.26	3.80	—	18.00	—	—	—	8.51

BAHAWALPUR DEVELOPMENT EXPENDITURE 1960-64

(In lacs of Rupees)

District/Division	Transport & Communications Sector				Housing & Settlement Sector				Education Sector			
	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1960-61	196 1-6	1962-63	1963-64
Bahawalpur District	26.63	29.85	0.45	27.03	8.86	7.80	2.30	36.64	3.04	5.69	7.50	21.68
Rahimyarkhan District	0.0	7.00	5.10	21.10	7.26	2.14	2.51	25.44	1.29	3.24	0.15	4.74
Bahawalnagar District	0.53	8.07	7.42	22.66	0.14	1.52	0.21	39-43	6.78	0.97	0.46	0.61
Divisional Basis	—	—	17.02	15.00	—	—	—	—	—	—	—	—
Bahawalpur Division Total	27.36	44.92	29.99	85.79	16.26	11.46	5.02	101.51	11.11	9.90	8.11	27.03

BAHAWALPUR DEVELOPMENT EXPENDITURE 1960-64

(In lacs of Rupees)

District/Division	Health Sector				***Works Programme
	1960-61	1961-62	1962-63	1963-64	1963-64
Bahawalpur District	8.87	24.17	2.81	14.01	19.40
Rahimyarkhan District	0.21	—	—	6.52	22.90
Bahawalnagar District	0.76	0.62	0.34	5.30	20.40
Divisional Basis	—	—	—	—	—
Bahawalpur Division Total	9.84	24.79	3.15	25.83	62.70

***Works Programme started from 1963-64 only.

LIST OF PARTICIPANTS IN THE PLANNING AND DEVELOPMENT SEMINAR HELD AT BAHAWALPUR FROM 23-9-1963 TO 25-9-1963

1. Mr. Hamid Ullah, Principal, Technical High School, Bahawalpur.
2. Mr. Iftikhar Javid, Teacher, Technical High School, Bahawalpur.
3. Mr. Ahmad Ali Shah, S. E.
4. Haji Sh. Sher Muhammad, Member, District Council, Montgomery.
5. Ch. Fazal Din, Chairman, Union Council, Pakpattan Tehsil Pakpattan.
6. Mr. Aslam Ghayoor, Planning Commission, Karachi.
7. Malik Muhammad Sarwar, Chairman, Union Council, 111-EB, Pakpattan.
8. Dr. Hamid Hussain Bilgarami, Rais-ul-Jamia, Bahawalpur.
9. Dr. Hukam Din, Chairman, Union Council, Fatehpur, Tehsil Liah.
10. Mr. Abdul Rashid, D. O. (B.D), Montgomery.
11. Ch. Asghar Ali, D.O. (B.D), Montgomery.
12. Mr. Sajjad Imam Jafri, D.O. (B.D), Khanewal.
13. Mr. Sultan Ali, Teacher, S.D. High School, Bahawalpur.
14. Mr. Manzoor Ahmad, Teacher, S.D. High School, Bahawalpur.
15. Mr. Fazal Hussain, Teacher, S.D. High School, Bahawalpur.
16. K. B. Habib-ur-Rehman Khan, Administrative Officer, Jamia Islamia, Bahawalpur.
17. Mr. Rashid Ahmad, Inspector of Schools, Multan Division.
18. Mr. Shaukat Ali of Dera Masti, Bahawalpur, Member, Union Council Raman.

19. Mr. Muhammad Aslam, D.O. (B.Ds.), Rajanpur.
20. Mrs. Shamim Nusrat, Head Mistress, Canal Colony, Middle School, Bahawalpur.
21. Miss Shamim Sultan, Head Mistress, Fauji Basti, Middle School, Bahawalpur.
22. Miss Razia Sultana, Head Mistress, Middle School.
23. Miss Saadat Parveen, Teacher.
24. Mrs. Riaz Begum, Head Mistress, New Central Jail, Bahawalpur.
25. Miss Hamida Begum, Head Mistress, Union No. 4, Bahawalpur.
26. Mr. Umar Hayat Bhatti, Supervisor, B.Ds., Khanpur.
27. Ch. Abdul Hamid, Chairman, Union Council, Chak No. 12/B.C., Bahawalpur.
28. Brigadier Nazir Ali Shah.
29. Miss Zubeda Begum, Social Welfare Officer, Bahawalpur.
30. Mr. J.A. Siddiqui, Assistant Director, B.Ds. Muzaffargarh.
31. Ch. Muhammad Afzal, Assistant Director, B.Ds ; Multan.
32. Mr. Muzaffar Ali Khan.
33. Mrs. Kamal-ul-Din, Head Mistress, G.P.S.
34. Mr. J. R. Sherani, Divisional Forest Officer, Bahawalpur.
35. Mr. Hameed Ahmad, D.F.O. Cholistan.
36. Mr. G.M. Durani, S.D.M., Liaquatpur.
37. Mr. Bashir Ahmad, Principal, West Pakistan Forest School, Bahawalpur.
38. Malik Ahad, Tahir, M.A ; S.D. High School, Bahawalpur.
39. Mr. Atta Muhammad, B.A. B. T., Teacher S.D. High School Bahawalpur.

41. Miss Shafqat Ara, Teacher G.P.S. Mori Gate, Bahawalpur.

42. Miss Shamsi Khanum, Teacher, G. P. S. Mohallah Nawaban, Bahawalpur.

43. Ch. Mir Muhammad, Member, Divisional Council, Bahawalpur.

44. S. Wajid Ali Shah, R. Cs., Multan.

45. Mr. Bashir Ahmad Qureshi, A.R.Cs., Bahawalpur.

46. Mr. Ghulam Dastgir, Dy. Director Food, Bahawalpur.

47. Mr. Saeed-ur-Rehman, D.O. (B.Ds.), Alipur.

48. Mr. Allah Diwaya Shah, Member, Union Council Israni, Tehsil Masilpur.

49. Sh. Nisar Ahmad, Advocate, Bahawalpur.

50. S. Muhammad Ali, Member, Union Council Ablani, Tehsil Hasilpur.

51. Mr. Masud-ul-Hassan Shahab, Member, Divisional Council, Bahawalpur.

52. Mrs. Karamat, District Inspectress of Schools, Bahawalpur.

53. Miss Nusrat Elahi, Head Mistress, G.P. S. Mohajir Colony, Bahawalpur.

54. Miss. Z.M. Shah, Divisional Inspectress of Schools, Bahawalpur.

55. Sh. Fazlur Rehman, Chairman, Union Council, Chanigoth, Tehsil Ahmedpur East.

56. Malik Din Muhammad, Chairman, Union Council Tahirwali, Tehsil Ahmedpur East.

57. Mistri Muhammad Ali, Member, Union Committee 2, Bahawalpur.

58. Mrs. Rana, Head Mistress, G.P.S. Union No. 1, Bahawalpur.

59. Miss. Wali Muhammad, Mistress, G.P.S. Union No. 1, Bahawalpur.

60. Qazi Khair Muhammad, Chairman, Union Council, Pallah, Tehsil Hasilpur.

61. Sardar Noor Ahmad, Rtd. Commissioner, Member, District Council, Bahawalpur.

62. Sahibzada Riaz A. Rehmani, Member, Tehsil Council, Khairpur Tamiwali.

63. Qazi Manzoor Ahmad.

64 Mahar Allah Rakha, Member, Union Council, Raman, Tehsil Bahawalpur.

65. Haji Mahmood Bux, Member, Union Council 'D', Dera Nawab Sahib.

66. Malik Ghulam Muhammad, Member Union Council 'D', Dera Nawab Sahib.

67. Rao Arshad Ali, Chairman, Union Council, Hasilpur.

68. Makhdoom Sultan Ahmad, Member, District Council, Rahim-yarkhan.

69. Mr. Nasir Ahmad, Chairman, Union Council, Chak No. 4/B.C., Tehsil Bahawalpur.

70. Mr. Mohiyuddin Shah, Editor, Weekly Parwaz, Bahawalpur.

71. Mr. Pirzada Sirajuddin Ahmad, Secretary, District Council, Bahawalnagar.

72. Mr. Muhammad Afzal, Member, Union Council, Syed Imam Shah, Tehsil Hasilpur.

73. Mr. Muhammad Yousuf,, Chairman, Union Council, Chak 36/DNB, Tehsil Bahawalpur.

74. Mr. Ghulam Rasool, Member, Union Council No. 7, Bahawalpur.

75. Miss Hameeda Begum, G.P.S. Multani Gate, Bahawalpur.

76. Meraj Sultana, G.P.S., Union No. 7, Bahawalpur.

77. Mr. Ashiq Ali, H.M., S.D. High School, Bahawalpur.

78. Subedar Abbas Khan, Union Council Chak 17/DNB., Tehsil Bahawalpur.

79. Mr. Abdul Rashid, Teacher, T.H.S., Bahawalpur.

80. Syed Fazal Hussain, Union Council, Qadir Bux Channar, Tehsil Bahawalpur.

81. Mr. Muhammad Ramzan Khan, M.P.A. Rajanpur, Dera Ghazi Khan.

82. Mr. Ghulam Muhammad, Member, Union Council, 22, Shujabad, District Multan.

83. Malik Abdul Aziz, Principal, G.T.D., Bahawalpur.

84. Malik Muhammad Nawaz, H.M.G.A. School, B.W.P.

85. Mr. Abdul Qadir Jauhar, M. A., Teacher, S. D. High School, Bahawalpur.

86. Mr. Z.A. Vahidy, S.E. B. & R. Bahawalpur.

87. Mr. Mukhtar Ahmad, S.E. P.H. Engineering, Bahawalpur.

88. Dr. Muhammad Amin, Medical Superintendent, B. V. Hospital, Bahawalpur.

89. Mr. Muhammad Siddique, X.E.N. B & R, Bahawalpur.

90. Mr. Allah Bux, G.T.I. Bahawalpur.

91. Mirza Mukhtar Beg, G.T.I. Bahawalpur.

92. Mr. Ghulam Mustafa, G.T.I. Bahawalpur.

93. Mr. Mukhtar Pirzada, G.T.I. Bahawalpur.

94. Mr. Anwar Hussain, Kotla Qaim Khan, Tehsil Hasilpur.

95. Master Muhammad Nawaz, G.T.I. Bahawalpur.

96. Master Abdul Rashid, G.T.I. Bahawalpur.

97. Master Saeed Ahmad, G.T.I. Bahawalpur.

98. Haji Muhammad Din Bashir, G.T.I., Bahawalpur.

99. Mr. Fayyaz Hussain, G.T.I. Bahawalpur.

100. Mr. Sardar Muhammad, G.T.I. Bahawalpur.

101. Rana Nur Muhammad, O.T.I. Bahawalpur.

102. Mr. Salgh Muhammad Shah, Member, District Council, Rahim-Yar khan.

103. Mr. Abdul Qadir, Member, Union Council, Ahmedpur Lamma.

104. Syed Abdul Rashid Shah, Bahawalpur.

105. Mr. Saeed Ahmad Leghari, D.A.C.

106. Ch. Khushi Muhammad, Chairman, Union Council, Chak 160/M, Tehsil Hasilpur.

107. Mr. Muhammad Sharif, Chairman Union, Council, Chak 88/F, Tehsil Hasilpur.

108. Mr. Muhammad Zulfiqar, Secretary Improvement Trust Bahawalpur.

109. Syed Ghulam Ali Shah, Chairman, Union Council, Qaimpur, Tehsil Hasilpur.

110. Rao Akhtar Ali Khan, Member, Union Council, Qaimpur, Tehsil Hasilpur.

111. Mr. Abdullah Khan, Member, Union Council, Abbasnagar, Tehsil Bahawalpur.

112. Mr. Allah Dad Khan, Member, Union Council, Abbasnagar, Tehsil Bahawalpur

113. Mr. Ghulam Muhammad Khan, Member, Union Council, Sanjar, Tehsil Bahawalpur.

114. Mr. Muhammad Hassan Shah, Lalsohanra, Tehsil Hasilpur.

115. Malik Muhammad Ramzan, Abbasnagar, Tehsil Bahawalpur.

116. Mr. Dost Muhammad, Chairman, Union Council, Chak 179/M, Tehsil Hasilpur.

117. Mr. Muhammad Bakhsh, Union Council, Abbasnagar.

118. Ch. Ilm Din, Union Council, Kotla Musa Khan, Tehsil Ahmedpur East.

119. Syed Abdul Sattar Shah, Chairman, Union Council, Pippli Rajan, Tehsil Ahmadpur East.

120. Maulvi Ghulam Muhammad, Chairman, Union Council, Yazman.

121. Mr. Ali Muhammad, Member, Union Council, Yazman.

122. Dr. Muhammad Ali Shah, Chairman, Union Council, Chak No. 117/DB., Tehsil Bahawalpur.

123. Mr. Muhammad Rahim, Union Council Sanjar, Tehsil Bahawalpur

124. Mr. Muhammad Amir Ansari, P.C.S., Chairman, Tehsil Council, Hasilpur.

125. Raja Zafar Ali Khan, D.O. (B.Ds). Bahawalpur.

126: Ch. Muhammad Sharif, Chairman, Union Council, Abbasia, Tehsil Liaquatpur.

127. Mr. Muhammad Shabbir Ansari, Divisional Inspector of Schools, Bahawalpur.

128. Ch. Din Muhammad, Assistant Director, B.Ds; Bahawalpur.

129. Mr. Abbas Shah, Assistant Director, B.Ds. Rahim Yar Khan.

130. Mr. Nasim Ahmad Khan, Superviser, B.Ds. Ahmadpur East.

131. Jam Elahi Bux, Union Council, Hateji, Tehsil Ahmadpur East.

132. Syed Roshan Shah, Chairman, Union Council, Hateji, Tehsil Ahmadpur East.

133. Mr. Anwar Saeed Gilani, S.P., Bahawalpur.

134. Mr. Ghulam Hyder, City Inspector, Bahawalpur.

135. Khan Abdul Ghafoor Khan, S.H.O., Civil Lines, Bahawalpur.

136. Syed Shujaat Hussain Shah, A.S.I. Traffic, Bahawalpur.

137. Malik Khuda Bux, Chairman, Union Council, Khairpur Dha, Tehsil Ahmadpur East.

138. Mian Muhammad Ibrahim Burque, M.P.A.

139. Malik Allah Ditta, Chairman, Union Council, Goth Mehrab.

140. Dr. M.S. Siddique, C.T.N.

141. Major Qamar-uz-Zaman, Chairman, Municipal Committee, Harunabad.

142. Mr. Bashir Ahmed, Member, Union Council, Mari Sheikh Shijra, Tehsil Bahawalpur

143. Mr. S.H. Ramzi, D.O.(B.Ds.), Minchinabad.

144. Mr. Muhammad Yaqoob, Chairman, Union Council, Mian Channoon, Tehsil Khanewal.

145. Mr. Fazil Hussain, Chairman, Union Council, 144, Khanewal.

146. Mr. Muhammad Yasin, Chairman, Union Council, 145, Khanewal.

147. Ch. Abdul Aziz, Chairman, Union Council, 126, Khanewal.

148. Ch. Ghulam Hyder, Vice-Chairman, Municipal Committee, Mian Channoon.

149. Mr. Muhammad Ibrahim Lodhi, Assistant Director, B. Ds. Bahawalnagar.

150. Mr. Murid Hussain Shah, D.O. (B.Ds.), Haroonabad.

151. Mr. Nazir Ali, Secretary, Union Council Tibbi Data Khan, Tehsil Bahawalpur

152. Maulvi Noor-ul-Haque, Qari, Bahawalpur.

153. Mr. Abdul Wahid, Secretary, Union Council, Israni, Tehsil Hasilpur.

154. Rana R. B. Akhtar, Secretary, Union Council, Tahirwali, Tehsil A.P.E.

155. Mr. Muhammad Ajmal, Secretary, Union Council, Uch Gilani, Tehsil A.P.E.

156. Mr. Zia-ul-Haque, Secretary, Union Council, Hakra, Tehsil Bahawalpur

157. Mr. Bashir Ahmad, Secretary, Union Council, Abbasnagar, Tehsil Bahawalpur

158. Mr. Mushtaq Ahmad, Vice-Chairman, Municipal Committee, Haroonabad.

159. Maulvi Ahmad Mian, Member, Municipal Committee Haroonabad.

160. Raja Muhammad Banaras, Member, Municipal Committee, Haroonabad.

161. Ch. Muhammad Siddique, Member, Municipal Committee, Haroonabad.

162. Mr. Hyder Ali, B. A. Member, Municipal Committee, Haroonabad.

163. H. Ghulam Muhammad, Member, Municipal Committee, Haroonabad.

164. Ch. Jan Muhammad, Member, Municipal Committee, Haroonabad.

165. Khan Hamidullah, Member, Municipal Committee, Haroonabad.

166. Syed Iqbal Hussain Shah, Member, Division Council.

167. Master Ajazuddin, Member, Division Council.

168. Sub. Abdul Hamid Khan, Member, Municipal Committee, Haroonabad.

169. S. Ahmad Hussain Shah, D.O. B.Ds. Liah.

170. Syed Abdul Aziz, Chairman, Town Committee, Sadiqabad.

171. Malik Sardar, Chairman, Union Council 139, Pakpattan.

172. Mr. Mahboob Ali, Chairman, Union Council, 130, Pakpattan.

173. Mr, Hussain Ahmad, Teacher, S.D. High School Bahawalpur.

174. Mr. Muhammad Afzal, Teacher S.D. High School, Bahawalpur.

175. Mr. Muhammad Zafrullah, Teacher, S. D. High School, Bahawalpur.

176. Mr. Asghar Ali, Secretary, Armed Services Board, Bahawalpur.

177. Mr. Nazir Ahmad, Training Officer, B. Ds., Sadiqabad.

178. Mr. Muhammad Zaman Khan, D.O. (B.Ds.), Multan.

179. Mr. Abdul Qadir, D.D.A., Bahawalpur.

180. Major Ghulam Rasool, Ahmadpur East.

181. Mr. Shamsuddin, Teacher, Tech. High School, Bahawalpur.

182. Mian Sultan Mahmood Hotiana, Chairman, Union Council, 146; Pakpattan.

183. Mian Muhammad Shafi, Chairman, Union Council, 83, Okara.

184. Maulvi Abdul Ghafoor, Chairman, Town Committee, Kot Addu.

185. Mr. Taj Muhammad, Chairman, Karimdad Qureshi, Muzaffargarh.

186. Mr. Muhammad Hussain, Town Committee, Ahmadpur East.

178. Maulvi Muhammad Shafi, Member, Union Council, Raman.

188. Mr. Aijaz Hussain Shah, D.O. B.Ds., Sadiqabad.

189. Mr, M.Samdani, D.O. B.Ds., Liaquatpur.

190. Mr. M.A. Siddiqi.

191. Mr. Muhammad Rahim, Chairman, Kotla Pathan, Khanpur.

192. Mr. Muhammad Abdul Ghani, Chairman, Union Council, Jajja Abbasian, Khairpur.

193. Mr. Muhammad Arif, Chairman, Union Council, Mari Allah Bachaya, Khairpur.

194. Mr. Ghulam Muhammad, Member, Union Council, Khanpur.

195. Col. N. A. Shah, Bahawalpur.

196. Mr. Muhammad Rashid, Chairman, Union Council, Hasil Sarhu, Bahawalnagar.

197. Mr. Pir Muhammad Yar, Chairman, Union Council, Pirgarh, Bahawalnagar.

198. Mr. Dil Muhammad, Member, Union Council, Raman, Bahawalnagar.

199. Mr. Allah Bux, Member, Union Council, Raman, Bahawalpur.

200. Mian Ghulam Sarwar, D,O. B.Ds., Pakpattan.

201. Major Wali Ullah, Assistan Director, B.Ds; Dera Ghazi Khan.

202. Mr. Abdul Rehman, Teacher, S.D. High School, Bahawalpur.

203. Dr. Abdul Aziz, Dircctor, Health, Bahawalpur.

204. Mr. Rana Abdul Hamid, Ex-T.O. Bahawalpur.

205. Mr. Abdul Ali, Information Deptt. Lahore.

206. Mr. Khurshid Ahmad, S.D. High School, Bahawalpur.

207. Mr. Ghulam Rasool, Chairman, Union Council, Sarai Siddhu, Tehsil Kabirwala.

208. Mr. Abdul Qayum, D.F.O. Director, Multan.

209. Mr. Hasan Ali, P. & E. Officer, B.D. Deptt. Lahore.

210. Mr. Muhammad Shafi, Zafar, P.C.S. Director, D.A., Multan.

211. Mr. Muhammad Saeed Bajwa, Chairman, Union Council 46.F Fort Abbas, Bahawalnagar.

212. Miss Kishwar Sultana, G.P.S., Union No. 2, Bahawalpur.

213. St. Mashooq Ali, Chairman, Union Council, 134, Khanewal.

214. Mr. Noor Muhammad Nutkani, Chairman, Union Council, No. 7 Bahawalpur.

215. Mr. Bashir Ahmad, Union Council, No. 7, Bahawalpur.

216. Mr. A. F. Karyio, S.E., Multan.

217. Mr. Abdul Aziz, Chairman Union Council, Nawazabad, Tehsil Sadiqabad.

218. Mr. Muhammad Din, Chairman Union Council, Said Imam Shah, Tehsil Hasilpur.

219. Mr. Ubedur Rehman, Vice-Chairman, Municipal Committee, Bahawalpur.

220. Qazi Taj Muhammad, Chairman, Union Council, Channanpur, Cholistan.

221. Mr. Pirji Nazir, Bahawalpur.

222. Mr. Hafizullah, Head Master, Abbasia High School, Bahawalpur.

223. Mr. Khizar Hayat, Multan.

224. Mrs. M. Z. Khan Elahi, District Inspectress of Schools, Bahawalnagar.

225. Mr. Abdul Ghafoor, Union Council, Sanjar., B.W.P.

226. Brig. S.A. Rizvi, District Council, Multan.

227. Mr. Habibullah, Union Council, Sanjarpur.

228. Miss Rizvi A.D. Impress. Bahawalpur.

229. Mr. Abdullah Khan Dehr, Chairman, Union Council, Kotla Musa Khan, Tehsil Ahmedpur East.

230. Mr. Muhammad Aslam Khan, Advocate, Bahawalpur.

231. Mr. Johar Soleman, Superintendent, B.Ds. Multan.

232. Malik Muhammad Saeed, D.O. Multan.

233. Syed Tufail Ahmad Shah, Chairman, Union Committee, 2, Bahawalpur.

234. Mr. Abdul Shafique, ADAH. Bahawalpur.

235. Mr. Niaz Ahmad, Multan.

236. Mr. Hameedullah Khan, S.D.O., WAPDA, Bahawalpur.

237. Dr. Ahmad Hassan, Union Committee, 4, Bahawalpur.

238. Mr. Muhammad Ashraf, Union Committee 2, Bahawalpur.

239. Mr. Muhammad Milkiat, Chairman, Union Council, Chak No. 41/DB, Tehsil Bahawalpur.

240. Mr. Muhammad Arif, Chairman, Union Council, Khanqah Sharif, Tehsil BahawelPur.

241. Mian Salahuddin, Union Council, Khanqah Sharif, Tehsil Bahawalpur.

242. Dr. Muhammad Hanif, Vet. Hosp. Bahawalpur.

243. Haji Muhammad Nawaz, Chairman, Union Council, Khanpur.

244. Mr. Allah Diwaya Khan, Member, U/C. Syed Imam Shah, Tehsil Hasilpur.

245. Mr. Allah Yar, Khan, Member, U/C. Syed Imam Shah, Tehsil Hasilpur.

246. Mr. Haji Abdul Rehma, Chairman, U/C. Israni, Shah, Tehsil Hasilpur.

247. Munshi Allah Diwaya.

248. Mr. Syed Mohammad Naqir, Chairman, U/C. 205. Multan.

249. A.Q. Rajput, A.D. Industries.

250. Miss Sofia Bibi, Government Girls High School, Bahawalpur.

251. Miss K. Chaudhri.

252. Miss Chani, Head Mistress.

253. Mr. Allah Bux, Union Committee 3, Bahawalpur,

254. Mohammad Nasim, Union Committee 3, Bahawalpur,

255. Mr. S.M. Amil, Unl n Committee 2, Bahawalpur.

256. Mr. Gul Mohammad, U/Com. 5, BWP.

257. Mr. Makhdoom Ibrahim Shah, Chairman, U/C. Shahpur,

258. Mr. Ahmed Yar, Chairman, U/Com 5, Bahawalpur.

259. Mr. Khan Mohammad Akbar, Chairman, U/Com. 'D', Ahmedpur East.

260. Mr. Shahil Chishti,

261. Mr. Gill.

262. Mr. Amjad Qureshi.

263. Mr. Mohammad Nawaz, Chaudhry, Dy. I. Bahawalpur.

264. Mr. Haji Ghulam Qadir, Chairman, U/C. Lalsohanra, Tehsil, Hasilpur.

265. Mr. Malik Abdul Rehman, U/C. Tibbi Data Khan, Tehsil Bahawalpur.

266. Mr. Sardar Najmuddin Khan, Advocate, Bahawalpur.

267. Mr. Haji Rahim Bux, Chairman, U/Com. 'B' Ahmedpur East.

268. Mr. Mian Bagh Ali, Member, T/Com. Minchinabad.

269. Mr. Gul Mohammad Shah, Member, U/C, Mari Shaikh Shijra Tehsil. Bahawalpur.

270. Mr. Karim Bux, Shah, Member, U/C. Mari Shaikh Shijra, Tehsil Bahawalpur.

271. Mr. Capt. Ghulam Mohammed, Member, U/Com. 3. Bahawalpur.

272. Mr. Malik Imam Bux, Member, U/Com 'D', Dera Nawab Sahib.

273. Malik Ahmed Khan, PCS. D.C. Muzaffargarh.

274. Mr. Sh. Noor Mohammad, PCS. D.C. Bahawalnagar.

275. Mr. Ahmed Khan, Bahawalpur.

276. Mr. Ghulam Hussain, Member, Distt. Council, Bahawalpur.

277. Mr. Habib Ullah, Principal, G.T.H.S. Bahawalpur.

278. M.A. Waheed, C/E B&R, Bahawalpur.

279. Mr.A.R. Aziz, S/E Irrigation, Multan.

280. Mr. Ghulam Mohammad, Instructor, G.T.H.S. Bahawalpur.

281. Mr. Jalil Ahmed, Instructor, G.T.H.S. Bahawalpur.

282. Mr. R.B. Baloch Instructor, G.T.H.S. Bahawalpur.

283. Mr. Nazir Ahmed, Instructor, G.T.H.S. Bahawalpur.

284. Mr. Mohammad Bashir, Member, Union No. 2. Bahawalpur.

285. Mr. Gul Mohammad, Member, U/C. Istrani, Teh. Hasilpur.

286. Mr. Mahmood Bux Member, U/C. Israni, Teh. Hasilpur.

287. Mr. Mohammad Ashraf, U/C. Chak 12/B.C., Teh Bahawalpur.

288. Mr. Mohammad Afzal, Secretary, Anjuman Islah-i-Dehaat.

289. Mr. Ghulam Hyder, Member, U/C. 12/B.C., Teh. Bahawalpur.

290. Mr. Mohammad Iqbal, member, Islahi Dehatt.

291. Syed Chiragh Shah, member U/Com. 5, Bahawalpur.

292. Mr. Mohammad Sharif Ahmed. XEN B&K Construction Division. Bahawalpur.

293. Mr. Fazal Karim, Chairman, U/C. Ehak 83/F, Teh. Hasilpur.

294. Mr. Mohammad Sharif Chaudhri, SDM. Chishtian.

295. Mr. Tufail Mohammad, A&C (R) Bahawalpur.

296. Mr. Mian Mohammad Qasim, Member, U/C. Khanqah Sharif.

297. Mr. Dr, G.H. Scomro, Coop. Wool. Mity. Officer,

298. Mr. Mohammad Anis, Member, U/C. Chak 12/B·C. Teh. BWP.

299. Mr. Malik Ahmed Nawaz, Member, U/C. Israri, Teh. Hasilpur.

300. Mr. Mirza Sana Ullah Beg ; Vice-Chairman, M/C. Bahawalnagar.

301. Mr. Shah Mohammad, Vice-Chairman, M/C. Chishtian.

302. Mr. Ghulam Hyder, Chairman, U/C. Raman, Teh. Bahawalpur.

303. Mr, Allah Rakha Khan, Member, U/C. Raman, Teh Bahawalpur.

304. Mr. Ghulam Sarwar, Member U/C, Raman, Teh. Bahawalpur.

305. Mr. Manzoor Khan, Member, U/C. Qaimpur, Teh Hasilpur.

306. Mr. Ghulam Hussain Khan, U/C. Qaimpur, Teh. Hasilpur.

307. Mr. Din Mohammad, U/C. Noorpur, Teh. Bahawalpur.

308. Mr. Mirza Abdullah Beg. Manager, Press.

309. Mr. Fazal Mohammad Khan, Member, U/C. Chak 54, Teh. Chishtian.

310. Mr. Rana Khuda Bux, Chairman, U/C. Naharwali,

311. Mr. Hafeezur Rahman Siddiqui, Member T/C. Ahmedpur East,

312. Mr. Mohammad Inoran, Siddiqui, Member T/C. Ahmedpur East

313. Mr. Hasil Mohammad, Chairman, U/C. Madwala, Teh. Alipur.

314. Mr. Haji Malik Abdullah, Chairman, U/C. Ghalarin, Alipur.

315. Mr. Mian Rahim Bux, Chairman, U/C. Dawhurala, Shomali.

316. Mr. Haji Allah Bux Khan, Member, U/C. Qadir Bux Channar, Teh. Bahawalpur.

317. Mr. Habib Ullah, Member, U/Com. 7, Bahawalpur.

318. Mr. Paltoo Shah, Member, U/Com. 7, Bahawalpur.

319. Mr. Makhidoom Shamsuddin Ahmed Gillani, MPA.

320. Mr. Ghulam Yasin, Steno to A.D. (B.Ds.) Lahore.

321. Mr. Niamat Ali, Zamindar, Ghanipur, Teh. Bahawalpur.

322. Mr. Abdul Hamid, Zamindar, Bahawalpur.

323. Mr. Ghulam Rasool, B.A., Ahmedpur East.

324. Mr. Sher Mohammad Khan, Chairman, U/C. Abbasnagar' Teh. Bahawalpur,

325. Mr. Syed Altaf Hussain, U/C. Khanqah Sharif, Teh. Bahawalpur.

326. Mr. Malik Ata Mohammad, Member, U/C Lalsohanra, Teh. Hasilpur.

327. Mr. M. Ismail Qureshi, Advocate, Khanpur.

328. Mr. Syed Said Ali Shah, Chairman, U/C. Hakra,

329. Mr. Dr. Aon Mohammad, Multan.

330. Mr. Faiz Mohammad, H.M. G.AV.M. School.

331. Mr. Sarwar Hussain, H.M.G.P.S.

332. Mr. Mohammad Afzal, H.M.P,S. (C.P.C.).

333. Mr. Mian Faiz Ahmed Shah, Chairman, U/C. Math Thero, Distt. Bahawalnagar.

334. Mr. Islamuddin, Member, C/Com. 7, BWP.

335. Mr. Khuda Bux, member, Divisional Council, BWP.

336. Mr. Karam Elahi, Chairma n, U/C. Chak 98/F. Chishtian.

337. Mr. Ghulam Shabbir, Chairman, U/Com No. 1, Haroonabad.

338. Mr. Shafique Ahmed, Social Welfare Officer, Bahawalpur.

339. Mr, Zehant Hussain, A.D. Pub. Aelth Engg. Bahawalpur.

340. Mr. Saifullah Khan, U/C. No. 22, Shujabad.

341. Mr, S.K, Leghari, DASO/ADC.

342. Mr. S.M. Taqi Kazmi, SBD.

343. Mr. Abdul Wahid Shah, teacher, Salhan School, Bahawalpur.

344. Mr. Mohammad Boota, U/C Chak 103/DNb. Teh. Bahawalpur.

345. Mr. Nabi Ahmed, Chairman, U/C. Chak 153/M. Teh. Hasilpur.

346. Mr. Malik Hazoor Bux, Chairman, U/C. Tenuwala, Teh. Ahmedpur East.

347. Mr. Ikram-ul-Haque. Asstt. Statistical Bahawalpur.

348. Mr. Mian Mohammad Roshan, Chairman, U/C. Januwali, Cholistan.

349. Mr. Qazi Rashid Ahmed, Chairman, U/C, Khanbela.